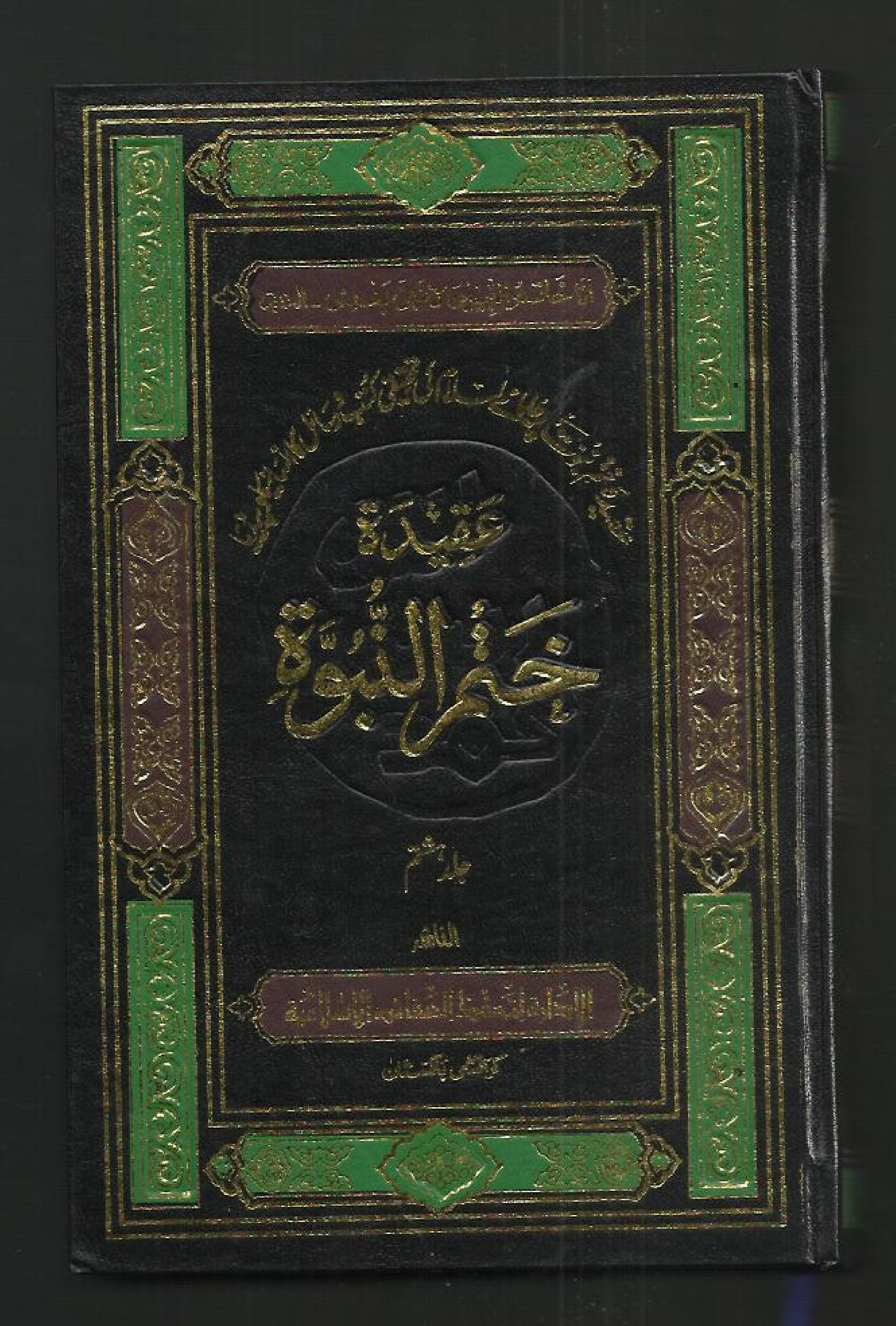


عقیدۃ
ختم النبوۃ
جلد ہشتم
الناشر
کراتشی پاکستان

خود حضور سرور کائنات ﷺ (بِاَبِیْ هُوَ وَاُمِّیْ) نے ارشاد فرما کر مسلمانوں کو کسی نبی کے انتظار کی زحمت سے آزاد کر دیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے: عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبل کمثل رجل بنٰی بیتا فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویتعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النَّبِیّین. (صحیح بخاری، باب خاتم النبیین)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور انبیائے علیهم السلام گزشتہ کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے ایک عمدہ اور خوبصورت گھر بنایا مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ پس لوگ اس گھر کے گرد پھرنے لگے اور تعجب کرنے لگے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔ فرمایا کہ میں وہ اینٹ ہوں اور نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں''۔

ظاہر ہے کہ قصر نبوت کے اس طرح پایہ تکمیل کو پہنچ کر نوع انسانی کے لیے ہدایت ورشد کا منارِ ضیا بننے کے بعد اس امر کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ اس پر مزید اضافہ کیا جائے۔ دوسری امتوں کے لیے مرسلین یزدانی مبعوث ہوتے رہے، لیکن کسی امت کو یہ سعادت حاصل نہ ہو سکی کہ خدا کے دین کو اپنی مکمل صورت میں پا سکے۔ امت محمدیہ پر اللہ کی اس نعمت کا اتمام ہو گیا اور وہ ''خیر الامم'' اور ''شاهد علی الناس'' قرار پائی، اور اسے بتا دیا گیا کہ اس کی زندگی کا مقصد ساری نوع بشر کو اسی دین کامل کا حلقہ بگوش بنانا ہے، جو حبیب خدا ﷺ کی وساطت سے مل چکا۔ اس ظاہر و باہر حقیقت کو تو نہایت موٹی عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ نوع بشر کی نجات اس وقت تک کے لیے ممکن نہیں ہو سکتی۔ جب اس

کے سلیم الفطرت طبائع کو ایک مرکز پر جمع کرنے کا اصول موجود نہ ہو، اور یہ اصول ''لا اله الا الله محمد رسول الله'' کے سوا اور کوئی ہو نہیں سکتا اگر نوع بشر کو ایک مرکز پر لانے کا وظیفہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور شخص کے لیے مقدر ہوتا تو قرآن پاک تکمیل دین اور اتمام نعمت کا دعویٰ کبھی نہ کرتا جو شخص مرد مسلم و فرد مومن ہو کر قرآن پاک کے اس دعویٰ کو برحق سمجھتا ہے اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی کہ حضور سرور کونین ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو سکتا ہے چہ جائے کہ کسی اور کو ''افضل الانبیاء'' ''جامع کمالاتِ انبیاء'' اور ''خاتم الانبیاء'' سمجھا جائے۔ اس قسم کے دعوے کرنے والا شخص ملحد اور خدا کا منکر ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ اللہ کے قائم کیے ہوئے شعائر کی تذلیل و تضحیک کرنے کی جسارت کا مرتکب ہو رہا ہے، اور جان بوجھ کر دین اسلام کے مسلمات سے استہزاء کر رہا ہے۔ ایسے ہی لوگوں سے بچنے کے لیے ہمارے آقا و مولا حضور ﷺ نے ہمیں بتا دیا کہ بہت سے مفتری پیدا ہوں گے جو نبوت و رسالت کا دعویٰ کریں گے۔ لیکن ان سب کو دجال اور فریب کار سمجھنا اور ان کے دام تزویر سے بچنا۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، یعنی وظیفہ نبوت کا اجرا نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہ وظیفہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے میں نے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ ارشاد نبوی ہے ''لا تقوم الساعة حتیٰ یخرج کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النَّبِیّین لا نبی بعدی''۔

(رواہ طبرانی، عن نعیم ابن مسعود ورواہ مسلم، من ثوبان)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تیس کذاب نہ نکل لیں جو سب یہی گمان کریں گے کہ وہ نبی ہیں۔ حالانکہ میں ''خاتم النّبیین'' ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا''۔

مرزائے قادیانی کا دعویٰ

قرآن پاک کی ان تصریحات جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں اور حضور سرور کائنات ﷺ کے ان ارشادات کے بعد نبوت کا ''باب وا'' ثابت کرنے والوں کی ضلالت وگمراہی کے متعلق کسی مسلمان کو شک نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا مجھے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کے بطلان کے لیے اس کی عجیب وغریب زندگی، اس کے اخلاق واطوار اور اس کی عادات وخصائل کو زیر بحث لانے کی ضرورت نہیں۔ جن میں سے ایک ایک چیز اس کی تکذیب کر رہی ہے۔ مرزائے قادیانی نے اپنی نبوت کا واضح نشان دکھانے کے لیے اپنے ہی خاندان کی ایک لڑکی محمدی بیگم کو اپنے حبالۂ عقد میں لانے کے لیے جو سر توڑ اور خلاف آداب معاشرت کوششیں کیں وہ نہ مجھ سے مخفی ہیں، نہ قادیانی ان پر پردہ ڈال سکتے ہیں۔

اس لڑکی کے حصول کے لیے مرزائے موصوف نے اپنے بیٹے کو اس بنا پر عاق کر دیا کہ اس نے اپنی بے قصور بیوی کو جو محمدی بیگم کے قرابت داروں میں سے تھی طلاق کیوں نہیں دی۔ اپنے لڑکے اور اپنی بہو کی ازدواجی زندگی کو اپنی خواہش پر بلاوجہ اور بلاقصور قربان کر دینے کا اقدام جس اخلاق کے شخص سے ہوسکتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اگر قادیانی حضرات اس دلچسپ داستان کو ازسرنو سننے کے متمنی ہوئے تو انہیں ''اپنے پیغمبر کی یہ کہانی خود اس کی زبانی'' سنادی جائے گی۔ کیا اسی معیار شرافت کا اظہار کرنے والے شخص کے دعویٰ کے لیے قادیانی حضرات کو تشریعی یا غیر تشریعی نبوت کا ''باب وا'' کرنے کی ضرورت لاحق ہو رہی ہے، اگر صحت عقائد وسلامتی ایمان کی ذرہ بھر پروا بھی ہے تو اے مرزائیو! تمہیں اپنی عاقبت کی فکر کر لینی چاہیے، اور اگر ہٹ دھرمی کے ساتھ تمہیں اپنی ضلالت وگمراہی پر قائم رہنا ہے تو تم جانو اور خدائے جبار وقہار کی وہ ڈھیل جو تم جیسے لوگوں کی رسی دراز ہونے کے

لیے وہ دے دیا کرتا ہے۔ ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (ان پر خدا کی مار یہ کہاں بھٹکے جارہے ہیں)

قرآن پاک کی ایک آیت کا مفہوم

۴..... قادیانی مستفسر کا چوتھا سوال حسب ذیل ہے:

آیت شریفہ: ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾ (الحاقہ) جو بطور دلیل آنحضرت ﷺ کو شاعر اور کاہن کہنے والوں کے سامنے پیش کی گئی ہے یہ بطور قاعدۂ کلیہ کے ہے یا نہیں؟ اگر بطور قاعدہ کلیہ کے نہیں تو پھر یہ دلیل مخالفین کے لیے کس طرح وجہ تسکین ہوسکتی ہے۔ جاء الاحتمال بطل الاستدلال کو مدنظر رکھ کر جواب دیں۔

مستفسر نے اپنے سوال میں جس آیت شریفہ کا حوالہ دیا ہے اس کے سیاق و سباق کو پیش نظر رکھنے کے بعد صاف طور پر یہ حقیقت مترشح ہو جاتی ہے کہ حضرت باری تعالیٰ جل شانہ نے یہ آیات منکرین رسالت ومعترضین کلام الٰہی کے سامنے بطور استدلال نازل نہیں فرمائیں، اور نہ ان میں کسی قسم کا قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے، بلکہ صرف ان متشککین کی تسلی کے لیے آئی ہے، جو حضور ﷺ کی رسالت کو برحق جاننے کے باوجود اس شبہ میں گرفتار تھے کہ شاید محمد (ﷺ) خدا کے کلام میں بعض اپنی باتیں بھی شامل کر دیتے ہوں۔ لفظ ﴿بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ﴾ (بعض باتیں) اس پر شاہد و دال ہے۔ اس امر کو جاننے کے لیے کہ ان آیات میں نہ تو کوئی قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے اور نہ ان سے کسی قسم کا استدلال مقصود ہے۔ سورۂ الحاقہ کے آخری رکوع پر جن میں یہ آیات مذکور ہیں، ایک نظر ڈال لینا ضروری ہے تاکہ سیاق وسباق پر غور کرنے کے بعد اس تحریف مطلب کی قلعی کھل جائے، جس کے مرتکب

قادیانی ماؤل اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے ہورہے ہیں:قال اللہ تعالیٰ عزاسمہ: ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَo وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَo اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ o وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ط قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَo وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَo تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَo وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِo لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِo ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَo فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ oوَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَo وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَo وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَo وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِo فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ ’’تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے۔ بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں۔ کتنا کم یقین رکھتے ہو۔ اور نہ کسی کاہن کی بات۔ کتنا کم دھیان کرتے ہو۔ اس نے اتارا ہے جو سارے جہان کا رب ہے اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے۔ پھر ان کی رگ دل کاٹ دیتے پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا۔ اور بے شک یہ قرآن ڈر والوں کو نصیحت ہے اور ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں کچھ جھٹلانے والے ہیں اور بے شک وہ کافروں پر حسرت ہے اور بے شک وہ یقینی حق ہے تو اے محبوب تم اپنے عظمت والے رب کی پاکی بولو‘‘۔

استشہاد کا حقیقی مرجع

ظاہر ہے کہ اس رکوع میں قرآن پاک کے تنزیل من ربّ العالمین ہونے پر استشہاد و استدلال کے طور پر وہ چیز پیش نہیں کی گئی جو قادیانی مستفسر نے بیان کی ہے، بلکہ اصول کلام ربانی کے مطابق خدائے پاک نے ﴿بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَالَا تُبْصِرُوْنَ﴾ (جسے تم دیکھ رہے ہو اور جسے تم نہیں دیکھتے) یعنی ساری کائنات اور اس کے مخفی عوامل کی

طرف انسانوں کو توجہ دلائی ہے اور ایمانداری کے ساتھ ان پر غور کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس کے بعد اس امر میں شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور خدائی کلام میں بعض من گھڑت باتیں اپنی طرف سے شامل کرنے اور اس کے نتیجہ میں سزا پانے کے متعلق جو کچھ مذکور ہوا ہے۔ وہ خاص حضرت رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق ہے۔ سیاق کی عبارت پر غور کرنے کے بعد جب معترض قرآن کے خدائی کلام ہونے کا قائل ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں رسول کریم ﷺ کے متعلق یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ اپنی طرف سے بعض اقاویل کلام ربانی میں شامل نہیں کرتے تو اسے بتا دیا جاتا ہے کہ اگر رسول کریم جو شروع ہی سے ’’صادق الامین‘‘ چلے آرہے ہیں ایسی جسارت کے مرتکب ہوتے تو خدا انہیں سخت سزا دیتا۔ اس آیت سے کسی طرح یہ معنی نہیں نکالے جاسکتے کہ اس میں تمام رسولوں کے متعلق سنت الٰہی بیان کی گئی ہے، اور خدا پر یکسر افتراء باندھنے والوں کی سزا کے لیے کوئی قاعدۂ کلیہ بیان کر دیا گیا ہے۔

واقعات کی شہادت بیّن

اپنے پیرومرشد کی خرافات کو اس آیت کے تحریف کردہ معانی کے بل پر خدائی الہام ثابت کرنے کے لیے مضطرب ہونے والے مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس بات کو وہ اپنے محرف معانی کے بل پر سنت الٰہی قرار دے رہے ہیں۔ واقعات اس کی تغلیط کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں بے شمار جھوٹے نبی پیدا ہوئے۔ جنہوں نے باب نبوت کے وا ہونے کی رخصت سے فائدہ اُٹھا کر مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کرنے کی کوشش کی، اور خدائے بزرگ و برتر نے ایسی مفتریوں کی رسی دراز کی اور انہیں ڈھیل دی۔ قادیانی مستفسر کو ایسے جھوٹے نبیوں کے حالات معلوم کرنے کا شوق ہو تو کتاب

مقدس کا پرانا عہدنامہ پڑھ لے، اس سے معلوم ہوجائے گا کہ خدا کے بعض سچے نبی ابتلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ بعض شہید بھی کردیئے گئے اور اللہ پر افترا باندھنے والوں نے بادشاہوں کے مقرب بن کر زندگی گزاری، بنی اسرائیل کا قصہ جانے دیجئے، خود امت محمدیہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح اللہ پر افترا باندھنے والے متنبی پیدا ہوئے۔ لیکن بطش ایزدی نے انہیں قادیانی نظریہ کے مطابق سخت پکڑ کرنے کی بجائے اپنی سنت جاریہ کے مطابق مہلت دی۔ جن میں بعض کے نام حسب ذیل ہیں:

۱..... محمد ابن تومرت ساکن جبل سوس۔ جس نے برابر ۲۴ سال اپنی جھوٹی نبوت ومہدویت کا چکر چلایا۔ (فتوحات اسلامیہ بحوالہ تاریخ کامل)

۲،۳..... طریف ابوصبیح وصالح بن طریف جن میں موخر الذکر نئی کتاب کے نزول کا مدعی تھا۔ جس کی چند سورتوں کے نام۔ الدیک۔ الحمر۔ الفیل۔ آدم۔ نوح۔ ہاروت وماروت۔ ابلیس۔ غرائب الدنیا وغیرہ تھے۔ انہوں نے سلطنت کی بنیاد ڈالی اور ان کے بعد پشتوں تک ان کے خاندان کی سلطنت قائم رہی۔ (ابن خلدون)

پس ثابت ہوگیا کہ: ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝﴾

میں ذات باری تعالیٰ نے معترضین نبوت کو قائل کرنے کے لیے کوئی قاعدہ کلیہ بیان نہیں فرمایا۔ بلکہ متشککین کا شک دور کرنے کے لیے خود حضور ﷺ کی صداقت پر اپنی طرف سے شہادت بیان کی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ قرآن پاک کو کلام ربانی تسلیم نہیں کرتے ان سے یہ کہنا کہ اگر پیغمبر ﷺ نے بعض باتیں اپنی طرف سے بنالیں تو ہم اس سے یہ سلوک کریں گے، ان کی تسلی کا موجب نہیں ہوسکتا۔ یہ ارشاد ربانی انہیں لوگوں کو تسلی دے

سکتا ہے جو حضور پر نزول وحی کے قائل تو تھے لیکن اس میں ملاوٹ کیے جانے کا شبہ کرتے تھے۔

مرزائیوں سے خطاب

﴿یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ﴾ کے جرم کے مرتکب ہونے والے مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ انہیں اپنے پیشوا کے باطل دعاوی کو برحق ثابت کرنے کی کوششوں میں کیسی کیسی تاویلیں کرنے اور کیسے کیسے مسائل گھڑنے کی ضرورت محسوس ہورہی ہے، اور یہی وہ دجل وتلبیس ہے جس کے دام میں وہ بعض سادہ لوح اشخاص کو پھنسا لیتے ہیں اور قرآن پاک کی آیات کے غلط معنی کرکے ان کے اصلی مطلب کو توڑ مروڑ کر اور انہیں اپنے صحیح محل استعمال سے ہٹا کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ یہ دین اسلام کو سمجھنے اور حاصل کرنے کی صورتیں نہیں، بلکہ طرح طرح کی مفسدہ پردازیوں کے دروازے کھول کر اس کی تخریب کے درپے ہونے کی باتیں ہیں۔ اسے اپنی ہوا وہوس کے مطابق بنانے کی کوششیں ہیں۔

میں اس سلسلہ مضمون کی گزشتہ اقساط میں قادیانی متنبی کی تعلیم اور اس کے اقوال کو اسلام کی تعلیم اور قرآن پاک کے نصائح کے مقابل رکھ کر دکھا چکا ہوں کہ قادیانیت اسلام کے ''اصل الاصول'' کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتی۔ اس کے پیشوا نے توحید ذات باری تعالیٰ کے اسلامی تصور کو مسخ کرکے عیسائیوں اور آریوں کی طرح خدائے تعالیٰ کے متعلق مغشوش اور غلط تصور کو پیش کیا۔ نبوت ورسالت کے اسلامی عقیدہ کو پس پشت ڈال کر اس سے استہزا بلکہ اس کی توہین کا مرتکب ہوا۔ جہاد کے احکام پر جو قرآن پاک میں کامل تصریح کے ساتھ مذکور ہوئے ہیں، خط تنسیخ کھینچنے کی کوشش کی، حج باطل کردیا، مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور

دیگر شعائر اللہ کی تحقیر کا مرتکب ہوا۔ پھر میں ایک قادیانی مستفسر کے جواب میں اس امر کی تصریح بھی کر چکا ہوں کہ قرآن پاک کے معارف سمجھنے کے لیے دور از کار تاویلیں کرنا جسے شرعی اصطلاح میں تفسیر بالرائے کہتے ہیں، اسلام سیکھنے کا طریق نہیں بلکہ اس سے دور بھاگنے کے کرتوت ہیں، اور نصائص قرآنی پیش کر کے اتمام حجت پیش کر چکا ہوں کہ حضور سرورکونین ﷺ کی رسالت کے بعد قیامت تک ہر قسم کی نبوت و رسالت کے دعاوی باطل ہیں۔ صحبت امروز میں قادیانی مستفسر کے کھائے ہوئے اس فریب کی قلعی بھی کھول دی گئی۔ جس میں عیار مرزائیوں نے اسے اور اس جیسے دوسرے قادیانیوں کو سورۃ الحاقہ کے آخری رکوع کے غلط معانی بتا کر مبتلا کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود اگر حق کی روشنی ان کے قلوب میں سرائیت نہیں کرتی تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے: ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ط وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (البقرہ، رکوع ۱) ''اللہ نے ان کے دلوں پر ان کے کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے اور ان کے لیے عذاب عظیم تیار ہے''۔

قادیانیوں کو واضح ہو کہ وہ ﴿خَتَمَ اللّٰهُ﴾ کے معنی ہی سے لفظ ''خاتم'' کے معنی کا استنباط کر سکتے ہیں اور جان سکتے ہیں کہ جس چیز پر اللہ اپنی مہر کر دیتا ہے وہ پھر وا نہیں ہوا کرتی۔

اقساط مابعد میں میں ان فریبوں کی رداء چاک کروں گا، جو مرزائے قادیانی نے اپنی مہدویت اور مسیحیت منوانے کے لیے سادہ لوح مرزائیوں کے لیے تیار کر رکھی ہے، اور جس کے دجالی تار و پود کے نیچے مرزائی حضرات سر چھپا کر یہ سمجھ لینے کے عادی ہیں کہ وہ بڑے ہی محفوظ مامن میں بیٹھے ہیں۔ متذکرہ صدر تصریحات کے بعد ان مباحث میں پڑنے کی ضرورت تو نہ تھی لیکن بعض مرزائیوں نے ان کے متعلق استفسارات کیے ہیں۔ لہٰذا

ان کے ہاتھوں ان کی توضیح کر دینا بھی ضروری ہے۔ قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ حق کی آیات کے مقابلہ میں تاویلات لا طائل کی تدلیس کے سوا اور کوئی وزنی شے پیش نہیں کر سکتے: ﴿وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّا اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝﴾ (البقرہ، رکوع ۹) ''اور ان میں کچھ جاہل لوگ بھی ہیں جو کتاب کو اپنی ہوا و ہوس کا ذریعہ سمجھنے کے سوا اور کچھ اہمیت نہیں دیتے۔ یہی لوگ ہیں جو محض گمان پر چلتے ہیں۔ پس ان لوگوں پر افسوس جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں۔ پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے معاوضہ میں تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں، پس ان پر افسوس اس کے باعث جو وہ اپنے ہاتھوں لکھتے ہیں اور اس کے لیے بھی افسوس جو وہ (اس کے معاوضہ میں) کمائی کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

عرض حال

جن لوگوں کو روزانہ اخبارات کے کاروبار سے ذرہ بھر بھی واقفیت ہے وہ جانتے ہیں کہ ایک روزنامہ نویس کی مصروفیات کس قدر بڑھی ہوئی اور اس کے اوقات کس طرح بٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر محولہ بالا عنوان کے سلسلہ مضامین کی اقساط کی اشاعت کچھ عرصہ کے لیے معرض تعویق اور محل التوا میں پڑی رہی تو راقم الحروف کے مشاغل کی اس بھرمار کو سبب قرار دینے میں قارئین کرام سراسر حق بجانب ہیں۔ جن سے ایک روزنامہ نویس کی زندگی کو ہر وقت دوچار رہنا پڑتا ہے۔ لیکن قادیانیوں نے اس التواء کو اپنے متنبی کی

کرامت کہنا شروع کر دیا کہ قادیانیت کے کاسۂ سر پر اسلام کا البرز شکن گرز چلانے والے مدیر و سر دبیر کے ہاتھ شل ہو گئے۔ اس کے دماغ کی ساری قوتیں سلب کر لی گئیں، اس کا گرز پاش پاش ہو گیا، اور وہ ''سر پکڑ کر بیٹھنے'' پر مجبور ہو رہا ہے۔ راقم الحروف قادیان کے اخبار ''الفضل'' کی اس قسم کی تعریضات کو متبسم ہو کر ایک گونہ خوش مزگی کے ساتھ پڑھتا رہا، اور ان اثرات کے نتائج کا منتظر رہا جو ان تمہیدی مضامین کی اشاعت سے اطراف و اکناف مملکت میں پیدا ہو رہے تھے۔ یہ امر میری انتہائی خوشی، دل جمعی اور حوصلہ افزائی کا موجب ہے کہ میرے قلم سے نکلے ہوئے ان مضامین نے جہاں قادیانیت کی دنیا میں ایک تہلکہ عظیم برپا کر دیا وہاں مسلمانوں کے ہر طبقہ نے اسے انتہائی پسندیدگی اور مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا۔ شعر

این سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

قادیانیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ''اسلام کا البرز شکن گرز'' بفضل ایزدی و فیض سرمدی ان کے دجل و زور کی ایسی سرکوبی کر کے چھوڑے گا کہ پھر اسے سر اُٹھانے کی سکت ہی نہ رہے گی، اور ان کی تلبیس حق بالباطل کے پردے اس طرح چاک کر دیئے جائیں گے کہ دیکھنے والی آنکھیں پھر دھوکا نہیں کھائیں گی، اور دین حقہ اسلام میں رخنہ اندازیوں کا وہ طلسم جو قادیانی متنبی اور اس کے متبعین نے عامۃ المسلمین کی علم دین سے بے خبری سے فائدہ اُٹھا کر مسیحی حکومت کے ایما اور عیسائی کلیساؤں سے عقد کر کے شروع کر دیا تھا یکسر ٹوٹ کر رہیگا: ﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اب میں قادیانی مستفسرین کے ان سوالات کو لیتا ہوں جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی، ان کے ''رفع الی السماء'' اور ''نزول الی الارض'' وغیرہ کے متعلق کیے ہیں۔ ان سوالات میں ''الفضل'' قادیان کے وہ سوالات بھی شامل ہیں جو اس نے ''تثلیثی مسیحیت'' کی نمائندگی کرتے ہوئے اس خاکسار سے کیے ہیں، اور جن کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ قادیانی متنبی کی اس خرافات کے لیے جواز کا پہلو پیدا کر کے دکھایا جائے، جو اس نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے متعلق ملحدانہ دریدہ دہنی سے کام لیکر اپنی تصنیفات میں متعدد مقامات پر کی ہے۔ قادیانی مستفسرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے تمام سوالات کا جواب مذکار ذیل میں اپنے اپنے موقع پر آ جائے گا، اور حسب موقع ان کے سوالوں کا ذکر بھی کر دیا جائے گا۔

مرزا کے دعاوی کی بنیاد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، زندگی، وفات یا ''رفع الی السماء'' نزول وغیرہ کے مباحث سے جن پر یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں، قادیانیوں میں کئی قسم کے جھگڑے رونما ہو چکے ہیں، اور ان مذاہب کے پیروؤں کے مختلف فرقوں کے مابین کئی قسم کے اختلافی خیالات موجود ہیں۔ سردست قطع نظر کر کے ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کی اساس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، جس پر اس نے اپنے نئے مذہب کی عمارت کھڑی کرنے کی کوشش کی، اور جس کے جواز کے لیے اسے دلیل و برہان کے میدان میں قدم قدم پر ٹھوکر کھا کر بے شمار قلابازیاں کھانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا کہ قیامت کے نزدیک جس مسیح کے آنے کی خبر مختلف کتب سماوی اور احادیث رسول مقبول ﷺ میں دی گئی ہے، وہ میں ہوں اور میرے سوا ان پیش گوئیوں کے مورد کا مستحق اور کوئی نہیں۔ از بس کہ کسی دوسری شخصیت کی جگہ دنیا کو دھوکا دینے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا آسان کام نہ تھا۔ لہٰذا اسے اپنے دعویٰ کی بنیاد انتہا درجہ کے بودے اور لچر استدلال پر رکھنی پڑی، اور وہ مجبور ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ قرار دے کر ان کے نزول یا ظہور کے امکانات کو مسدود ثابت کر دے تا کہ اخبار کی روشنی میں لوگوں کو کسی دوسرے مسیح کی جستجو پیدا ہو۔ تو وہ طرح طرح کے حیلوں سے کام لے کر اپنی مسیحیت کا اقرار لینے کے درپے ہو جائے، مشکل یہ تھی کہ اخبار مذکورہ میں صاف طور پر اسی عیسیٰ ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے آنے کی خبر دی گئی تھی، جو حضرت رسول کریم ﷺ کے بعثت سے کوئی چھ سو سال پہلے ملک شام کے یہودیوں کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوئے تھے، اور جن کی الوہیت کے افسانے تراش تراش کر عیسائیوں نے خدائی دین کی صورت کو مسخ کر دیا تھا۔ اس مشکل کے ارتفاع کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کو طرح طرح کی حیلہ جوئیوں سے کام لینا پڑا۔ جن کی ایک مثال میں کسی سابقہ قسط میں بر سبیل تذکرہ بیان کر چکا ہوں، اور جسے دوبارہ یہاں اس لیے نقل کرتا ہوں کہ قارئین کو یاد آ جائے کہ مرزائے موصوف نے ''ابن مریم'' کہلانے کے لیے کیسی کیسی بیہودہ دلیلوں سے کام لیا، اور تعجب کا مقام یہ ہے کہ اس کے پیرو اسی قسم کے استدلال کو جس کی لغویت اظہر من الشمس ہے دلیل آسمانی سمجھتے اور قبول کر لیتے ہیں، مرزا غلام احمد نے لکھا۔

''مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرا دیا گیا، اور آخری کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ الہام مجھے

مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا''۔ (کشتی نوح، صفحہ ۴۷)

''اس بارہ میں قرآن کریم میں بھی ایک اشارہ ہے اور وہ میرے لیے بطور پیش گوئی کے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے، اور پھر کہتا ہے کہ وہ مریم عیسیٰ سے حاملہ ہو گئی، اور سب ظاہر ہے کہ اس امت میں کسی نے بجز میرے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا، اور پھر اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی ہے، اور خدا کا کلام باطل نہیں۔ ضرور ہے کہ اس امت میں کوئی اس کا مصداق ہو، اور خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی مصداق نہیں، پس یہ پیش گوئی (سورہ تحریم) میں خاص میرے لیے ہے اور وہ آیت یہ ہے: ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا﴾ (سورہ مریم)، (حقیقت الوحی، صفحہ ۳۳۷)

مرزائے قادیانی کی متذکرہ صدر تحریر زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس کو گوئندہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم بنت عمران کی آمد کا قائل ہونے کے ساتھ ہی خود مسیح موعود کہلانے کا شائق ہے، اور اس شوق میں وہ یہ بھی نہیں دیکھ سکتا کہ جو الفاظ اس کے منہ سے نکل رہے ہیں ان کی حیثیت فہم عامہ اور عقل سلیم کی روشنی میں کیا ہے؟ پس جس شخص کو مسیح موعود کہلانے کا شوق مریم یا مثیل مریم بن کر استعارہ کے رنگ میں خدا کی روح سے حاملہ ہونے اور پھر اس عمل کے نتیجہ کے طور پر خود ہی پیدا ہو کر عیسیٰ یا مسیح کہلانے کی لچر اور پوچ بات کہنے پر آمادہ کر سکتا ہے۔ اس کے لیے اپنی مسیحیت کا ڈھول پیٹنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور قبر وغیرہ کے افسانے تراشنے اور کئی قسم کے اشتباہات پیدا کر کے اپنے دعویٰ کے لیے راستہ صاف کرنے میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ مرزا غلام

احمد قادیانی نے اپنے مریم بننے حاملہ ہونے اور اپنے استعاراتی شکم سے خود پیدا ہو کر مثیل عیسیٰ بننے پر اپنے دعویٰ کے سوا اور کوئی شہادت پیش نہیں کی، بلکہ صرف یہ کہہ دیا کہ امت محمدیہ میں مثیل مریم بننے کا دعویٰ میرے سوا کسی نے نہیں کیا۔ لہٰذا میں نے حاملہ ہو کر خود اپنے آپ کو جنا اور عیسیٰ بن گیا۔ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

اگر اس قسم کی دور از کار تاویلات گھڑنے کے بجائے جو ماؤں کی کیفیت ذہنی و ساخت دماغی کا پتہ دے رہی ہیں مرزا غلام احمد قادیانی یہ کہہ دیتے کہ قریہ شام کے جس مینار پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی گئی وہ مینار میری ذات ہے، اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح آسمان چہارم سے اتر کر حلول کر چکی ہے تو متذکرہ صدر تاویل کی بہ نسبت اکثر لوگوں کو زود تر فریب میں مبتلا کر سکتے۔ لیکن وہ جو کہا جاتا ہے کہ عیب کرنے کے لیے ہنر چاہیے۔ اس متنبی کی ذات ہنر سے یکسر خالی تھی.....!!!

ختم نبوت اور نزول مسیح

ان تمہیدی اشارات کے قلمبند کرنے کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ قارئین پر اس حقیقت کو واضح کر دیا جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، حیات، ممات، ''رفع الی السماء''، نزول وظہور وغیرہ کے متعلق جتنے سوالات تثلیثی مسیحیوں کے ساتھ مل کر پیدا کر رکھے ہیں اور جو ناواقف اور کم آگاہ اشخاص کے دماغوں میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کرنے کا موجب بن جاتے ہیں ان سب کی علت اس ناشدنی خواہش میں مضمر ہے کہ کسی طرح مرزائے قادیانی کی مسیحیت کا ڈھونگ کھڑا کیا جائے اقساط مابعد میں ان تمام سوالات کا تجزیہ کر دیا جائے گا جو اس سلسلہ میں لوگوں کو فریب دینے کے لیے خوامخواہ گھڑے گئے ہیں اور دکھا دیا جائے گا

ایک ایسے مسیحیت کو جس کا عقائد اسلامی کی اساس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، خوامخواہ کی اہمیت دیکر امت محمدیہ ﷺ میں طرح طرح کے فتن کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو مبدء فیاض سے یہ سرمدی تعلیم مل چکی ہے کہ دین الٰہی اپنی مکمل صورت میں انہیں مل چکا جو تا قیام قیامت زندہ وقائم رہے گا۔ خدا کا کوئی فرستادہ اس دین میں اضافہ کرنے کے لیے نہیں آئے گا، نوع انسانی کو اس مکمل دین تک پہنچانے کے لیے جتنے پیغمبر مبعوث ہونے تھے، ہو چکے، اور ہر ایک نبی نے مخلوق خداوندی کو من حیث دین پہلے کی بہ نسبت آگے لے جانے کی خدمت ادا کی۔ اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے مسلمانوں پر کسی نئے نبی پر ایمان لانے کی ضرورت کے تمام دروازے مسدود ہو گئے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول، احیا، ظہور کی صورت میں اگر اسے ضروری سمجھ لیا جائے۔ اسلام کے دین کامل کے پیروؤں کے معتقداتِ اساسی پر کوئی زد نہیں پڑتی، اور انہیں مسلمان ہونے کے لیے اس امر کا تسلیم کرنا یا نہ کرنا ضروری نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیوی مستقبل کے متعلق کیا عقیدہ رکھیں۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ نبوت ورسالت کے کسی نئے دعویٰ دار کو کذاب سمجھیں۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ مسلمان نہیں رہ سکتے۔ خدا کے اسی جلیل القدر پیغمبر یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام کا قیامت کے نزدیک اس دنیا میں تشریف لانا اس لیے نہیں مانا جا رہا ہے کہ وہ دین اسلام کے کسی نقص کو پورا کرنے کے لیے از سر نو مبعوث ہوں گے۔ کیونکہ دین اسلام تو دین کامل ہے بلکہ ان کی متوقع آمد وتشریف آوری کی غرض وغایت بالکل دوسری ہے جسے میں اپنے موقع پر بالتصریح بیان کروں گا۔ اس موقع پر صرف اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ جس ''کل'' کو نوع انسانی کی طرف پہنچانے کیلئے انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے اور اس ''کل'' کی تکمیل کے لیے سابقہ طے شدہ کام پر

اضافہ کرتے رہے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا سہرا صرف ایک ہی ذات قدسی کے لیے مختص تھا۔ جب اس وجود قدسی کا ظہور ہوگیا تو اس کے عہد میں کسی سابقہ پیغمبر کا موجود ہونا اس کے ''خاتم النبیین'' ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ البتہ کسی نئے شخص کے نبی ہوکر مبعوث ہونے کی ضرورت اسی وقت قابل تسلیم ہوگی جب دین اسلام کو ناقص اور اس کے الفاظ میں تحریف وتبدیلی یا ان کی گم شدگی کا امکان تسلیم کرلیا جائے۔ اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ ''خاتم الانبیاء'' یعنی وہ نبی جس کی وساطت سے خدا کا دین پایۂ تکمیل کو پہنچے اور اللہ کی وہ نعمت جو روز ازل میں نوع انسانی کی نجات کے لیے مقدر ہو چکی تھی اور انبیائے کرام علیھم السلام کی وساطت سے اس تک جزءً جزءً پہنچتی رہی، تمام ہو، ابھی آنے والا ہے۔ اس صورت میں قرآن پاک کے وہ تمام ربانی ارشادات جو ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ اور ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ کی صورت میں مذکور ہوئے ہیں، غلط ٹھہرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے عہد تک تمام انبیائے کرام علیھم السلام یا ان کی ایک تعداد کثیر زندہ رہتی تو ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار ہی نہ تھا کہ اس دین کو جس کے بعض حصوں کو نوع انسانی کی مختلف اقوام تک پہنچانے کا کام وہ سرانجام دیتے رہے تھے اپنی کامل ومکمل شکل میں پاکر اس کے سامنے سر تسلیم واطاعت جھکا دیتے، اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی امت میں داخل ہو جاتے، جو اس دین کامل کو قبول کرنے اور اسے تا قیام قیامت برقرار رکھنے کی سعادت کے باعث ''خیر الامم'' کہلانے کی مستحق بنی۔ میں لکھ چکا ہوں کہ قرآن پاک کی آیت: ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَةٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ﴾ (آل عمران، رکوع۹) ''اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں''۔ اسی مطلب پر شاہد دال ہے۔ اس آیت شریفہ میں تمام نبیوں کو ایک طرف اور آنے والے رسول کو جس پر ایمان لانے کے لیے میثاق لیا جارہا ہے ایک طرف رکھا گیا ہے۔ یہ حقیقت توریت اور انجیل کے صحائف پڑھنے کے بعد اور بھی روشن ہو جاتی ہے۔ جن میں جا بجا بنی اسرائیل کے انبیاء علیھم السلام نے آنے والے رسول کی نہ صرف خبر دی ہے بلکہ اپنے آپ پر اس آنے والے کی فضیلت وبرتری کا اعتراف بھی کیا ہے، اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی بعثت کا انتظار حضور کی تشریف آوری سے قبل اس قدر شدید تھا کہ قرآن پاک نے ان اہل کتاب کے متعلق جو انتظار کرنے، جاننے، سمجھنے اور پہچاننے کے باوجود حضرت ختمی مرتبت ﷺ پر ایمان لانے میں متذبذب ومتامل تھے صاف اعلان کردیا: ﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ) ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دے رکھی ہے وہ (رسول ختمی مرتبت کو) اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، لیکن بے شک ان میں کا ایک گروہ حق کو چھپا رہا ہے۔ حالانکہ وہ حقیقت حال سے آگاہ ہے''۔

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ اَلَّذِیْنَ

خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (انعام) ''وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دے رکھی ہے۔ وہ (رسول آخری کو) اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، لیکن ان میں سے جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لاتے''۔

قادیانیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول یا ان کی حیات کو حضور سرورِ کونین ﷺ کے مرتبہ خاتمیت کی نفی ثابت کرنے کی جتنی کوششیں کی جاتی ہیں، وہ یکسر فضول ہیں۔ لطف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو تو وہ حضور سرورِ کونین ﷺ کے مرتبہ خاتمیت کی نفی قرار دے کر لوگوں کو اس عقیدہ سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن خود امت محمدیہ ﷺ میں نبوت کا ''باب وا'' رکھ کر حضور کے مرتبہ خاتمیت کے ایسے منکر ہو جاتے ہیں کہ اساس اسلام ہی کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں ایک پرانے اور سچے نبی کا زندہ رہنا، آسمان پر اُٹھایا جانا حضرت ختمی مرتبت پر ایمان لانا اور ایک امتی کی حیثیت میں زمین پر نازل ہونا حضور سرور کونین ﷺ کی شان فضیلت کے منافی ہے۔ لیکن مرزائے قادیانی کا دعوائے نبوت کر کے اسلام کو ناقص ٹھہرانا، قرآن پاک کی تکذیب کرنا، اساس دین کو اُڑا دینا اور مرتبہ خاتمیت کا منہ چڑانا حضور کی شان فضیلت کو دوبالا کرنے والا ہے....!!!

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

ایک مابہ النزاع زندگی

اس سے قبل کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت زندگی اور حالات مابعد کے متعلق قرآنِ حکیم کے قولِ فیصل کو بیان کیا جائے۔ ان اختلافات ونزاعات کا بیان کر دینا ضروری

ہے جو اس پیغمبر کے متعلق ظہور اسلام سے قبل یہودیوں اور نصرانیوں اور ان کے مختلف فرقوں کے مابین پائے جاتے تھے، اور آج تک موجود ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام کے راہ گم کردہ یہودیوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے مبعوث ہوئے یہودیوں نے انہیں قبول نہ کیا۔ ان کا خیال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے سچے نبی نہ تھے۔ ان کی پیدائش بھی آیات الٰہی کا کوئی محیر العقول واقعہ نہ تھی یعنی وہ باپ کے بغیر پیدا نہیں ہوئے۔ ان کی زبانیں حضرت مریم علیہا السلام کی عفت وعصمت پر حملہ آور ہوئیں، اور آج تک ہیں۔ وہ تا حال اس مسیح کی بعثت کے منتظر ہیں۔ جس کی خبر ان کے آسمانی صحیفوں میں موجود ہے۔ مسیح ناصری یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ جھوٹا سمجھتے ہیں، اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے آبا واجداد نے اسے شام کے رومی حاکم پر دباؤ ڈال کر صلیب دلوادی تھی، جو اس کی زندگی کا خاتمہ کرنے پر منتج ہوئی۔

عیسائی عام طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ معجزنما طور پر پیدا ہونا تسلیم کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بچہ جو خدا کی قدرت سے حضرت مریم علیہا السلام کی گود میں آ گیا تھا، خدا کا بیٹا تھا۔ جس نے نوع انسانی کے دردوں اور دکھوں کو دور کرنے کی کوشش کی، لیکن یہودیوں نے اسے نہ مانا، بلکہ صلیب پر لٹکوادیا۔ صلیب دیئے جانے اور دفن ہو جانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیسرے دن پھر زندہ ہو گئے، اور اپنے بعض حواریوں سے ہم کلام ہونے کے بعد بادل پر سوار ہو کر آسمانوں کی طرف چلے گئے، جہاں وہ اپنے باپ یعنی خدائے ذوالجلال کے پاس اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب انہیں دنیا کی اصلاح کے لیے دوبارہ کرۂ ارضی پر بھیجا جائے گا۔

عیسائیوں کے کئی فرقے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا جائز فرزند قرار

دیتے ہیں۔ لیکن یہ کہتے ہیں کہ خدا خود اس شکل میں زمین پر اُتر آیا تھا۔ یہ عقیدہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا ہندوؤں میں اوتاروں وغیرہ کے متعلق پایا جاتا ہے، اور جس کی تشریح کرشن کی کتاب گیتا میں موجود ہے، وہ حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے، وفات پا جانے، دوبارہ زندہ ہونے، آسمان پر اُٹھائے جانے کے عقائد میں دوسرے عیسائیوں سے اتفاق کرتے ہیں۔

عصر حاضر کے عیسائیوں کا ایک گروہ جس پر مادیت کا اثر غالب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود ہی کا منکر ہو رہا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ سب عقائد انسان کے فکری ارتقا کا نتیجہ ہیں۔ ایک گروہ اس امر کا قائل بھی ہے کہ رومی حاکم نے یہودیوں کے پرزور مطالبہ سے متاثر ہو کر انہیں صلیب پر تو لٹکا دیا تھا، لیکن ابھی وہ زندہ ہی تھے کہ خفیہ طور پر صلیب پر سے اُتروا لیا۔ کیونکہ وہ دل سے ان کی نیکی اور صداقت کا قائل تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود گرامی اور ان کی زندگی کے حالات ظہور اسلام سے قبل لوگوں میں اس قدر مسئلہ ''مابہ النزاع'' بن چکے تھے کہ سوچنے والوں کے افکار کی پریشانی کا موجب بنے ہوئے تھے۔ آج بھی ان مسائل کے متعلق یہودیوں، عیسائیوں اور خود مسلمانوں میں جتنی بحثیں نظر آ رہی ہیں وہ انہی بحثوں کی صدائے بازگشت ہیں، جو قبل از ظہور اسلام پائی جاتی تھیں۔ قرآن حکیم نے ان عقائد مختلفہ میں سے ان کی تردید کر دی جو خدا کے صحیح دین میں رخنہ اندازی کا موجب ہو رہے تھے، اور یہودیوں اور نصرانیوں کے ان جھگڑوں کا فیصلہ چکا دیا، جو ان کے باہمی سر پھٹول کا موجب بنے ہوئے تھے۔ یہ امر کس قدر افسوسناک ہے کہ بعض لوگوں نے امت محمدیہ ﷺ کو بھی بعض ایسے مباحث میں الجھانے کی کوششیں شروع کر دیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے متعلق پیدا ہو چکے تھے۔ لیکن

اساس عقیدہ اسلام سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھتے تھے۔ ایسے لوگوں کی کوششیں اس وقت اور بھی قابل افسوس ہو جاتی ہیں جب وہ اپنے معبود ذہنی کے لیے جواز کے پہلو نکالنے کے لیے دین اسلام کے اساسی عقائد میں رخنہ اندازی کا موجب بن جاتے ہیں۔ خدا کے اوتار بن کر زمین پر اُترنے، ایک روح کے دوسرے جسم میں حلول کر جانے، نبوت کے دروازے کھولنے اور دین اسلام کے کامل ہونے کے مسلمہ کو معرض بطلان میں ڈالنے کے سراسر ملحدانہ عقائد کی نشر و اشاعت پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ قادیانیت کا سارا تار پود انہی موخر الذکر قسم کے لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جسے دین اسلام سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا گواہی دی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش آیت اللہ تھی

قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق متضاد بیانات کی اس تمام ''افراط تفریط'' کی اصلاح کر دی۔ جن میں یہودی اور عیسائی اور اُن کے مختلف گروہ مبتلا ہو چکے تھے۔ جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پر معترض ہو کر حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دامنِ عصمت کو آلودہ بہ عصیان ظاہر کرنے کے درپے تھے۔ انہیں صاف الفاظ میں بتا دیا گیا کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا واقعہ دراصل یوں ہے: ﴿اِذْ قَالَتِ امْرَاَةُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ○ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّکَفَّلَهَا

زَکَرِیَّا﴾ (آل عمران، رکوع ۴) ''جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار! میں تیرے لیے نذر مانتی ہوں کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ تیری عبادت کے لیے آزاد کر دیا جائے گا۔ پس تو میری یہ نذر قبول کر بے شک تو سنتا اور جانتا ہے۔ پس جب اس نے بیٹی جنی تو کہا اے میرے پروردگار میں نے بیٹی جنی۔ اللہ بہتر جانتا تھا کہ اس نے کیا جنا (کیونکہ) بیٹا (جو اس کی مراد تھی) اس بیٹی کی طرح نہ ہوتا (اس نے کہا) میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا، اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو ''شیطان رجیم'' سے تیری پناہ دیتی ہوں پس اس کے پروردگار نے اس کی نذر کو اچھی طرح قبول کر لیا اور اس لڑکی کو پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا کفیل مقرر کر دیا''۔

﴿وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَھْلِھَا مَکَانًا شَرْقِیًّاO فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِھِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّاO قَالَتْ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّاO قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّاO قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّاO قَالَ کَذٰلِکِ قَالَ رَبُّکِ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ ج وَلِنَجْعَلَهٗ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ج وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّاO فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَکَانًا قَصِیًّاO فَاَجَآءَ ھَا الْمَخَاضُ اِلٰی جِذْعِ النَّخْلَةِ ج قَالَتْ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّاO فَنَادٰھَا مِنْ تَحْتِھَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّکِ تَحْتَکِ سَرِیًّاO وَھُزِّیْٓ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْکِ رُطَبًا جَنِیًّاO فَکُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ عَیْنًا فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّاO فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَھَا تَحْمِلُهٗ ط قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّاO یٰٓاُخْتَ ھٰرُوْنَ مَا کَانَ

اَبُوْکِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا کَانَتْ اُمُّکِ بَغِیًّاO فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّاO قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّاO وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّاO وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّاO وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّاO ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ﴾ (مریم، رکوع ۲)

''(اے محمد) قرآن میں مریم کا قصہ بیان کر جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر (ہیکل سے) مشرق کی طرف ایک جگہ پر جا بیٹھی، اور اپنے اور ان کے درمیان اس نے پردہ حائل کر لیا تو ہم نے اس کی طرف اپنی روح کو (حضرت جبرائیل) بھیجا جو اسے صحیح سالم انسان کی شکل میں نظر آیا۔ مریم نے کہا۔ اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے تو میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس نے جواب دیا میں تو تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔ تا کہ تجھے ایک پاک لڑکا دوں مریم نے جواب دیا کہ مجھے لڑکا کیونکر ہوگا، حالانکہ کسی مرد نے مجھے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار عورت ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ یوں ہی ہوگا کیونکہ تیرا پروردگار کہتا ہے کہ یہ بات میرے لیے آسان ہے (کہ تجھے مس بشر کے بغیر ہی بچہ ہو جائے) تا کہ ہم اس کو نوع بشر کے لیے آیت یعنی نشانی بنائیں، اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں، اور یہ بات (بے باپ کے لڑکا ہونا) طے شدہ امر ہے پس وہ لڑکے سے حاملہ ہو گئی اور اس حالت میں ایک دور کے مکان میں چلی گئی، پھر درد اُسے کھجور کی جڑ کی طرف لے گیا تو وہ کہنے لگی اے کاش میں اس وقت سے پہلے مر جاتی، اور مرمٹ کر بھولی بسری ہو جاتی۔ پھر نیچے کی طرف سے (فرشتے نے) اسے آواز دی کہ تو فکر نہ کر تیرے پروردگار نے تیرے نیچے سرداب رکھا ہے، اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اسے اپنی طرف ہلا تجھ پر

تازی پکی کھجوریں گریں گی۔ پس کھا اور پی اور اپنی آنکھیں (نومولود کو دیکھ کر) ٹھنڈی کر۔ پس اگر تو کسی بشر کو دیکھے تو کہہ دے کہ میں نے اللہ کی منت کا روزہ رکھا ہے۔ پس میں آج کسی سے کلام نہیں کر سکتی۔ پھر مریم لڑکے کو گود میں لیے ہوئے اپنی قوم کی طرف آئی۔ لوگوں نے کہا اے مریم تو نے یہ کیا غضب کیا اے ہارون کی بہن تیرا باپ بھی برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔ پس مریم نے (ان سوالات کے جوابات میں) اپنے لڑکے کی طرف اشارہ کر دیا کہ (اس سے پوچھ لو) انہوں نے کہا یہ پنگورے میں لیٹا ہوا بچہ کس طرح بتائے گا (لیکن) وہ لڑکا بولا میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور جہاں میں رہوں اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے اور جب تک میں زندہ رہوں اس نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کا حکم دیا ہے اور اپنی ماں کا تابعدار بنایا ہے۔ اس نے مجھے جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہو اس دن پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا، اور جس دن از سر نو زندہ کیا جاؤں گا۔ یہ ہے عیسیٰ بن مریم کا صحیح حال سچی بات جس میں وہ جھگڑا کر رہے ہیں''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا یہ حال اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دامنِ عصمت کی پاکیزگی کی شہادت قرآن حکیم نے سورۂ مریم کے علاوہ اور بہت سے مقامات پر دی ہے، اور صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو اپنی آیت بنایا اور اس آیت کے ظہور کے لیے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دنیا بھر کی عورتوں سے چن لیا۔ سورۂ آل عمران رکوع ۵ میں مذکور ہے: ﴿وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَ طَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''جب فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ نے تجھے چن لیا اور تجھے پاک کیا اور سارے جہانوں کی

عورتوں میں سے تجھے (اس آیت کے لیے) چن لیا''۔

قرآن حکیم کے اس بیان سے یہودیوں کے اس بہتان عظیم کی تکذیب کے ساتھ ساتھ جو وہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت پر لگانے کے عادی ہو چکے تھے بعض عیسائی فرقوں کے اس خیال کی تردید بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے جائز فرزند تھے، اور یہ کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچپن ہی سے یوسف مذکور کے ساتھ نامزد ہو چکی تھیں۔ اگر حضرت عیسیٰ کی پیدائش میں کوئی ندرت نہ ہوتی تو قرآن پاک اس واقعہ کو کبھی ''آیۃ للناس'' قرار نہ دیتا، اور یہ نہ کہتا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی ندرت کو جاننا چاہو تو آدم کی پیدائش کے مسئلہ کو سامنے رکھ لو۔ ملاحظہ ہو ارشاد ربانی: ﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ (آل عمران، رکوع ۶) ''بیشک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی پیدائش کی مثال بالکل ایسی ہے جیسی آدم کی پیدائش آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر کہا کہ آدم بن جا، پس وہ آدم بن گیا۔ تیرے پروردگار کی طرف سے یہ حق ہے۔ پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو''۔

جو لوگ آدم یعنی نوع بشر کو حیات کے ارتقائی عمل کا نتیجہ مانتے ہیں وہ بھی یہ نہیں بتا سکتے کہ ماء و طین کے درمیان حیات کی اولین صورت جو بعد میں ترقی کر کے حیوانات و انسان کے مدارج تک پہنچی، کس طرح پیدا ہوئی تھی۔ جب حیات کے لیے ایک دفعہ ''ماء وطین'' سے خود بخود ابھر آنے کا امکان تسلیم کرتے ہو تو اس امکان سے تمہاری عقلیں کس طرح انکار کر سکتی ہیں کہ ایک عورت کے شکم میں حیات انسانی اس عمل مروجہ کے بغیر ظہور پذیر ہوگئی، جو تولید و تناسل کے لیے عام ہو چکا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر عقل

کے اعتبار سے اعتراض کرنے والے لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر دو سروں اور چھ ٹانگوں کے
جانور پیدا ہونے یا عورت کے پیٹ سے سانپ یا کسی اور قسم کے جانور کے تولد ہو جانے یا
اسی قسم کی کسی اور واردات کے ظاہر ہونے کی خبر سنائی جائے تو (Treak of Nature)
(خرق عادت) کہہ کر فوراً باور کر لیتے ہیں۔ لیکن اس امر کو باور کرنے میں انہیں تامل ہے کہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہو گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے واقعہ کو قرآن حکیم نے آیت اللہ ظاہر کیا
ہے، اور صاف اور صریح الفاظ میں اعلان کر دیا ہے کہ یہ ولادت بقائے سلسلۂ تناسل کے
اس عام طریق کے مطابق نہ تھی، جو اولین آدم کی پیدائش کے بعد اس کی نسل میں مروج
ہو چکا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے واقعات کے متعلق قرآن حکیم نے
اس امر کی تصدیق کر دی کہ ان کی زندگی بھی آیات اللہ سے پُر تھی۔ ارشاد ربانی
ہے: ﴿وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ o وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ
اِسْرَآءِيْلَ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ
فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ج وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى
بِاِذْنِ اللّٰهِ ج وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ط اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (آل عمران، رکوع ۵) ''اللہ سے کتاب وحکمت اور تورات اور
انجیل سکھا دے گا۔ وہ بنی اسرائیل کی طرف خدا کا رسول بن کر آئے گا (اور کہے گا) میں
تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں مٹی کا ایک پتلا

پرندے کی شکل کا بناتا ہوں۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے (میرے
کمال سے نہیں) پرندا بن جاتا ہے اور میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو
تندرست کر دیتا ہوں اور مردے کو جلا دیتا ہوں اور تم جو کھا کر آؤ یا گھروں پر چھوڑ کر آؤ۔ اس
کی تمہیں خبر دے دیتا ہوں۔ اگر تم ایمان لانے والے ہو تو (ان امور میں) تمہارے لیے
(اللہ کی قدرت کا) نشان ہے''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آیات الٰہی کے ظہور کا تذکرہ قرآن حکیم میں دوسرے
مقامات پر بھی آیا ہے اور پنگورے میں لیٹے لیٹے کلام کرنا اور اپنی ماں کی عصمت کی شہادت
دینا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ بعض انسانوں کی حیرت زدہ عقلیں معجزے کو قبول نہیں کرتیں تو نہ
کریں۔ لیکن خرق عادت کا ظہور سنن الٰہی میں سے ایک ایسی سنت ہے۔ جس کے مشاہدوں
سے نوع انسانی کو بارہا سابقہ پڑ چکا ہے۔ دانش فروشانِ اسباب ظاہری کو اگر یہ بتایا جائے
کہ علم طب اتنا ترقی کر چکا ہے کہ مادر زاد اندھوں اور جذامیوں کا علاج ممکن ہو گیا ہے، تو وہ
باور کر لیں گے۔ اگر ان سے یہ کہا جائے گا کہ میڈیکل سائنس کی ترقی کے امکانات مُردوں
کو زندہ کرنے کی کامیابی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں تو مان لیں گے۔ لیکن اگر ان سے یہ کہا
جائے، یہی باتیں معجزہ کے طور پر پہلے بھی ظہور پذیر ہو چکی ہیں، تو بول اٹھیں گے کہ یہ بات
عقل کے منافی اور غیر ممکن ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے
معجزے نوع انسانی کی ممکنات مضمر کو ظاہر کر کے اس پر علمی ترقیوں کے دروازے کھولنے کی
خبر دے رہے ہیں۔ معجزات پر بحث کرنے کا یہ وقت نہیں۔ کبھی موقع ہوا تو اس موضوع پر
بھی دیدہ افروز روشنی ڈالی جائے گی۔ اس موقع پر صرف یہی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ پروردگار
عالم نے عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لیے اپنی ایک نشانی بنا کر پیدا کیا، اور ان کی زندگی

ان کے لیے خدا کا ایک واضح نشان بنی رہی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جسمانی زندگی کے خاتمہ کے متعلق یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ انہوں نے رومی حاکم پر زور ڈال کر اسے صلیب پر لٹکوادیا جہاں وہ جانبر نہ ہوسکا، اور اس کی لاش کو دفن کردیا گیا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دی گئی، اور انہیں مٹی کے نیچے دفن بھی کردیا گیا۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام دفن ہونے کے تیسرے روز دوبارہ زندہ ہوکر قبر سے باہر نکل آئے۔ اپنے بعض حواریوں سے ملے اور بادل پر سوار ہوکر آسمانوں کی طرف چلے گئے۔ قرآن حکیم نے ان غلط عقائد کی تصحیح کرتے ہوئے اعلان کیا۔ ﴿بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًاo وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًاo وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ج وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ط مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًاo بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًاo وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ (النساء رکوع ۲۲) ”حالانکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر مہر کردی۔ پس وہ ایمان نہ لائیں گے مگر تھوڑا (ان پر لعنت کی گئی) بسبب ان کے کفر اور ان کے اس قول کے (جس سے) مریم پر بہتان عظیم لگایا، اور بسبب ان کے اس قول کے کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح ابن مریم کو قتل کردیا حالانکہ (امر واقعہ یہ ہے) کہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب دیا۔ لیکن اس امر میں انہیں اشتباہ ہوگیا۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا وہ اس کے متعلق شک

میں ہیں، اور ان کے پاس اس (واقعہ کا) کوئی علم نہیں (صرف وہ) ظن وگمان کی پیروی کرتے ہیں (حتمی بات یہ ہے) کہ انہوں نے یقینی طور پر اسے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اسے اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا، اور بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے (اور یہ بھی واضح ہو) کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا شخص نہیں رہے گا جو اس (حضرت عیسیٰ) کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا“۔

یہی وہ صاف اور صریح ارشاد ربانی ہے جو یہودیوں اور نصرانیوں کے جھگڑوں اور ان کے ظنوں کا فیصلہ کرنے کے لیے بطور حکم فیصل نازل ہوا، اس ارشاد میں پروردگار عالم نے یہودیوں کے اس دعوے کی تکذیب کردی کہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور صلیب دینے کے معاملہ میں کامیابی حاصل ہوگئی تھی، اور عیسائیوں کے اس ظن کی بھی تغلیط کردی گئی کہ ان کے خداوند کو صلیب دی گئی تھی۔ البتہ اس ارشاد ربانی میں عیسائیوں کے اس بیان کی تصدیق کردی گئی کہ اللہ نے اسے اپنی طرف اُٹھالیا تھا۔

قادیانی ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ سے اپنے حسب دل خواہ یہ معنی نکالنے کے خوگر ہے کہ اس ”رفع“ سے وہ رفع روحانی مراد ہے جو ہر انسان پر موت آنے کے بعد وارد ہوتا ہے۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر عیسائیوں کا یہ عقیدہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ”رفع الی السماء“ کا عقیدہ صلیب وقتل کے عقیدہ کی طرح غلط اور بے بنیاد ہوتا تو پروردگار عالم کو اس جگہ لفظ ”موت“ کا کوئی مشتق استعمال کرنے سے کوئی عیسائی روکنے والا نہ تھا۔ جہاں قرآن پاک نے یہودیوں کے بے شمار عقائد باطلہ کی تردید وتصحیح نہایت صاف اور واضح الفاظ میں کی ہے۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ”رفع الی السماء“ کے عقیدہ کی تغلیط کرتے ہوئے (بشرطیکہ وہ غلط ہوتا) اسے کوئی عار نہیں ہوسکتی تھی۔ جب ہم دیکھتے

ہیں کہ انہی آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے موت کا لفظ صاف طور پر استعمال نہیں کیا گیا ہے تو صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ میں ''رفع'' کا لفظ موت کے معنی میں استعمال نہیں ہوا بلکہ اس کے معنی وہ ہی ہیں جو لفظ ''رفع'' سے سیدھی سادی عربی زبان میں مراد لیے جاتے ہیں۔

عیسائیوں کے دیگر معتقدات کی تکذیب

از بس کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا واقعہ ان کی زندگی کے دوسرے امور اور ان کا آسمان پر اُٹھایا جانا ایسے غیر معمولی واقعات تھے جن سے نوع انسانی کو بہت کم واسطہ پڑا تھا، لہٰذا عیسائیوں میں یہ واقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت یا ابن الٰہی کے عقائد پیدا کرنے کا موجب بن گئے۔ قرآن حکیم نے جہاں ان کے صحیح عقائد کی تصدیق کی، وہاں ان کے غلط عقائد کی تردید بھی کر دی۔ جن میں سب سے بڑی تردید ان کے صلیب دیئے جانے کے واقعہ کے متعلق ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے غیر معمولی اور محیر العقول واقعات سے مرعوب ہو کر انہیں الوہیت کا درجہ دے رہے تھے، اور جسم انسانی میں خدا کے حلول کرنے، نیز حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر خدا کی بیوی ہونے اور خدا پر نکاح کرنے کے اتہام باندھ کر ''تثلیث'' کا عقیدہ قائم کرنے کے مرتکب ہو گئے تھے۔ قرآن حکیم نے انہیں اور ان کے ساتھ تمام نوع انسانی کو بتایا کہ یہ محیر العقول واقعات جن سے تم اس قدر مرعوب ہو رہے ہو محض اللہ کے نشان ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے مظہر نہیں۔ خدا وہی خدائے واحد لاشریک ہے۔ عیسائیوں کے ان عقائد کی تردید قرآن پاک نے بڑے زور اور تحدی کے ساتھ کی اور فرمایا: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ

يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ (المائدہ، رکوع ۳) ''بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہ مسیح ابن مریم ہی تھا (اے محمد) کہہ دے کہ اگر اللہ مسیح ابن مریم ماں اس کی اور جو کوئی بھی زمین میں ہے سب کو ہلاک کرنے پر آ جائے تو اسے کون روک سکتا ہے''۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ﴾ ط (المائدہ، رکوع ۱۰) ''بے شک کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہ مسیح ابن مریم ہی تھا۔ حالانکہ مسیح نے تو کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم (میری نہیں بلکہ) اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے''۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ط وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (المائدہ، رکوع ۱۰) ''بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا ایک ہے حقیقت یہ ہے کہ خدائے واحد کے سوا اور کوئی معبود نہیں''۔

﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ط كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ﴾ (المائدہ، رکوع ۱۰) ''مسیح ابن مریم کچھ نہ تھا مگر رسول تھا ایسا ہی جیسے اس سے قبل اور بہت سے رسول ہو گزرے ہیں، اور اس کی ماں بڑی ایماندار تھی۔ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے''۔

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ o وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِی الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ﴾ (الزخرف، رکوع ۶) ''وہ (ابن مریم) کچھ نہ تھا مگر بندہ۔ اس پر ہم نے انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہم نے اپنی قدرت کا ایک نمونہ بنایا (ہماری قدرت ایسی ہے کہ) اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتہ بنا دیں جو زمین

میں تمہاری جگہ رہیں"۔

نوٹ: اس آیت شریفہ میں پروردگار عالم فرماتا ہے کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، زندگی اور ان کے "رفع الی السماء" کے واقعات پر تعجب کر کے مرعوب کیوں ہوئے جا رہے ہو۔ یہ سب ہماری قدرت کاملہ کے مختلف ظہور ہیں۔ ہم تو اس سے زیادہ حیرت انگیز کام کر کے دکھا سکتے ہیں۔ یعنی تمہیں میں سے تمہارے اخلاف کو فرشتے بنا سکتے ہیں۔ یعنی جو نہ کھائیں نہ پئیں اور عوارض بشری سے بالا ہو کر زندگی بسر کریں۔ پس اگر آج ہمیں کسی انسان کی زندگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے بھی زیادہ محیر العقول نظر آئے تو سچے مسلمان کبھی اس کو الوہیت کا درجہ دینے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ بلکہ یہی سمجھیں گے کہ یہ بھی خدا کی قدرت کاملہ کا ایک مظہر ہے۔ میرے خیال میں یہ آیت نوع انسانی کے ارتقا کی ایک آئندہ منزل کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ جس میں پہنچ کر انسان فرشتہ بن جائیں گے۔ یعنی وہ صفات حاصل کر لیں گے جو فرشتوں کو حاصل ہیں۔

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًاo لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّاo تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّاo اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًاo وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًاo اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ (مریم، رکوع ۵) "کہتے ہیں کہ رحمٰن نے بیٹا بنایا (اے کفار) تم نے تو ایسی بات گھڑ لی کہ عجب نہیں آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں، اس لیے کہ انہوں نے خدا کے لیے بیٹا پکارا۔ خدا کی شان اس سے ارفع واعلیٰ ہے کہ وہ بیٹا بنا لے۔ آسمانوں اور زمین میں جتنے لوگ بھی ہیں سب اس کے سامنے "عبد" یعنی غلام اور ناچیز بندے بن کر آئیں گے"۔

یہ تمام آیات جو اوپر مذکور ہوئیں قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے تذکار کے سلسلہ میں نازل ہوئیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور زندگی کے متعلق جتنی باتیں بھی یہود اور نصاریٰ میں پھیل چکی تھیں ان کی صحت وعدم صحت کا فیصلہ قرآن حکیم نے نہایت صاف اور واضح الفاظ میں کر دیا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کا عقیدہ جو عیسائیوں میں مروج اور عام تھا، غلط یا دین الٰہی کی مسلمات کے خلاف ہوتا، تو قرآن حکیم اس کی اصلاح بھی کر دیتا۔ لیکن قرآن پاک نے عیسائیوں کے ان عقائد کو جو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عفت وعصمت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بلا اب، ان کی زندگی کے معجزات اور ان کے "رفع الی السماء" کے متعلق تھے، برحق قرار دیا، اور ان کے صلیب دیئے جانے، قتل ہو کر دفن ہونے اور ان کی الوہیت کے تمام فسانوں کی تردید کر دی اور بتا دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی خواہ عام انسانوں کی زندگیوں کے اسلوب سے کسی قدر مغائر ہی واقع ہوئی ہے۔ لیکن ان کی ہستی اس سے زیادہ نہ تھی کہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح خدا کے ایک بندے اور اس کے ویسے ہی رسول تھے جیسے ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ وہ خوارق عادات اور معجزے جو ان کی زندگی میں نظر آ رہے ہیں اس سے زیادہ کوئی اور اہمیت نہیں رکھتے کہ وہ خدا کی قدرت کاملہ کے عجائب میں سے اس کا ایک واضح اور بیّن نشان ہیں جو بنی اسرائیل کو حق کی طرف بلانے کے لیے دکھایا گیا۔

قادیانیوں سے ایک سوال

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کی تفسیر میں رفع کو رفع روحانی سے تعبیر کرنے والے قادیانیوں سے میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکانے میں

کامیاب ہوجاتے اوران کی زندگی کا اختتام وہیں ہوجاتا۔یعنی ان کی روح ان کے بدن سے الگ ہوجاتی تو کیا اس صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اوپر نہ اُٹھائی جاتی اور وہ یہیں مقید رہتی ،جس ﴿رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کو﴿مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ﴾ کے بالمقابل لانے کے معنی یہی ہیں کہ جس جسم کو یہودی صلیب پر لٹکانے کے درپے تھے اُسے خدانے اپنی طرف اُٹھالیا۔''رفع ''کو رفع روحانی پر محمول کر کے مطلب نکالنا ہرگز صحیح نہیں۔کیونکہ روح کا جسم سے الگ ہونا خواہ وہ قتل ،صلیب، مرض یا حادثہ کی وجہ سے ہو، ہرصورت میں روح کے''رفع ''اور جسم کے سقوط پر منتج ہوتا ہے اور جو لفظ''توفی ومتوفی'' سے موت کے معانی نکالنے کی کوششیں کی جاتی ہیں، وہ بھی مبنی بر اغراض تکلف کا نتیجہ ہیں، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس زندگی کے خاتمہ کے لیے جوان کی''رفع الی السماء'' سے پہلے گزر چکی ہے لفظ''توفی'' کا استعمال ہی یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ موت سے کچھ مغائر کیفیت کا نام ہے۔کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی وفات کے لیے جو اسلام کے صحیح عقیدہ کے مطابق نزول کے بعد وقوع پذیر ہوگی قرآن حکیم نے''موت'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ان الفاظ اوران کے معانی کی بحث پر قادیانی ماؤل ہمارے علمائے کرام کا کافی وقت ضائع کر چکے ہیں۔لہٰذا مجھے ان جھگڑوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔اپنے استدلال کے لیے میں اسی امر کو مکتفی سمجھتا ہوں کہ قادیانیوں کو دکھادوں کہ قرآن حکیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے''رفع الی السماء'' کی صاف اور صریح الفاظ میں تصدیق کرتا ہے،اور اس زندگی کے خاتمہ کے لیے جو اس''رفع ''کے واقعہ سے پہلے گزر چکی ہے موت کا لفظ استعمال نہیں کرتا بلکہ''توفی ''کو مشتق استعمال کرتا ہے۔جس کے معنی پورا ہونے کے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کے معانی کو رفع جسمانی پر محمول کرنے پر معترضین کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا اور ایسا ہونا ممکنات سے نہیں۔لیکن قدرت خداوندی کی ممکنات کا فیصلہ کرنا میرا اور آپ کا کام نہیں ،ہماری عقلیں تو ان ممکنات مضمر کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں ،جو خدائے قدوس وجلیل نے انسان کے اندرودیعت کر رکھی ہیں اور جن کی طرف نوع انسانی بڑی سرعت رفتار کے ساتھ گامزن ہے۔اگر قرآن پاک کو کلام ربانی سمجھتے ہو تو جان لو کہ اس کے واضح اور بین بیانات کو اپنی رائے کے تابع بنانا ملحدوں کا کام ہے مسلمان کا کام یہی ہے کہ اسے من وعن قبول کرلے اور اس کی روشنی میں اپنی عقل کو چلانے کی کوشش کرے تاکہ منزل مقصود سے نزدیک تر ہوتا چلا جائے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے''رفع الی السماء'' کے بعد ان پر کیا گزری۔اس کا جواب قرآن پاک نے اس سے اگلی آیت میں دیا ہے جو اس کے بالکل متصل آئی ہے۔ارشاد ہوا ہے:﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ (النساء:۱۵۹)

''اہل کتاب میں سے کوئی لازمی طور پر اس (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) کی موت سے پہلے ایمان لائے بغیر نہیں رہے گا اور قیامت کے دن وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ان پر گواہ ہوں گے (کہ ہاں یہ ایمان لے آئے تھے)''

اس آیت شریفہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مستقبل کے متعلق حسب ذیل امور واضح ہوجاتے ہیں۔

۱......ان کا ''رفع الی اللہ'' موت کے مترادف نہ تھا۔

۲......ان کے لیے موت کا وقت معین ہے۔ یعنی اس ''رفع'' ہی پر اس دنیا سے ان کا چھٹکارا نہیں ہوا۔

۳......ان کے مرنے سے پہلے تمام اہل کتاب کا ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۴......حضرت عیسیٰ علیہ السلام اہل کتاب کے ایمان لانے کے واقعہ کی شہادت قیامت کے روز بارگاہ ذوالجلال میں پیش کریں گے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ ان کی زندگی میں ان کی آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہو۔

اب دیکھنا چاہیے کہ آیا اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں؟ اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔ یہود آج تک انہیں جھوٹا نبی قرار دے رہے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے آباواجداد نے انہیں صلیب دلوادی تھی۔ عیسائی آج تک انہیں مصلوب قرار دے کر اور ''اللہ، ابن اللہ، ثالث ثلاثہ'' کہہ کر ان کی رسالت کے منکر ہیں۔ صرف مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہیں جو دیگر انبیائے کرام کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا کا نبی برحق سمجھتی ہے، یعنی ان پر ایمان لا چکی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ابھی وقت نہیں آیا جس کے متعلق خدائے پاک نے متذکرہ صدر آیت میں اشارہ کیا ہے۔ یعنی ابھی اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے۔ چونکہ ان کا ایمان لانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں ﴿لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کی طرف سورۂ آل عمران، ع ۶ کی اس آیت میں بھی ارشاد موجود ہے: ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ

ج ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''جب خدا نے فرمایا اے عیسیٰ میں تیرا عہد پورا کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے ان لوگوں کے (الزامات اور شرارتوں سے) پاک کروں گا۔ جنہوں نے کفر کیا اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی ان کو کفر کرنے والوں پر قیامت کے دن تک غالب رکھوں گا۔ پھر تم سب میری طرف لوٹ آؤ گے اور میں ان امور میں جن میں تم اختلاف کر رہے تھے فیصلہ کردوں گا''۔

﴿مُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ کی آیت اپنے منہ سے بول رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جتنے بہتان بھی تراشے جارہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کو پاک کر کے دکھائے گا اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ قتل اور صلیب کے ذریعے موت کا الزام دینے والے یا مرزائے قادیانی کے متبعین کی طرح طبعی موت وارد ہو چکنے کا بہتان لگانے والے یا ان کو الوہیت کا درجہ دینے والے لوگوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ظاہر ہو کر اتمام حجت کر دیں۔ جب ﴿مُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ کو ﴿لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کے ساتھ رکھ کر حقیقت حال کو جاننے کی کوشش کی جائے تو حضرت عیسیٰ کے ''ظہور ثانی'' کا مقصد بالکل واضح ہو جاتا ہے اور اس امر میں شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے پر ''سورۂ آل عمران'' کی وہ ''میثاق النبیین'' والی آیت بھی گواہی دے رہی ہے۔ اس امر میں تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سورۂ آل عمران کا حصہ غالب عیسائیوں کو دین اسلام کی تبلیغ کرنے کے متعلق ہے۔ اسی سورۃ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ اور عیسائیوں کے عقائد کا تذکرہ زیادہ وضاحت سے پایا جاتا ہے اور اسی تذکار کے سلسلہ میں ''میثاق'' والی آیت مذکور ہوئی ہے۔ جس میں عیسائیوں کو

بتایا گیا ہے کہ ''حضور ختم المرسلین'' سے پہلے جتنے انبیائے کرام علیہم السلام گزر چکے ہیں ان سب سے اس امر کا عہد لیا جا چکا ہے کہ اگر وہ اور (ان کی امتوں کے افراد) اپنی زندگی میں حضور سرور کائنات ﷺ کو پالیں گے تو حضور پر ایمان لائیں گے اور حضور کی مدد کریں گے۔

ظاہر ہے کہ یہ آیت عیسائیوں کے اس شبہ کو دور کرنے کے لیے نازل ہوئی کہ جب ہمارا خداوند زندہ ہے تو ہمیں کسی نبی پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود حضرت رسول اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔

اگر مرسلین سابقین علیہم السلام میں سے کوئی نبی حضور سرور کائنات ﷺ کے زمانہ تک زندہ نہ رہتے اور ان پر ایمان لا کر ان کی مدد نہ کرتے تو خدائے جلیل کے اس فرمان کی جو میثاق والی آیت میں مذکور ہوا۔ اس دنیا میں عملی تصدیق کا سامان کیا تھا۔ حضرت ایزد متعال جل شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو زندہ رکھا ہے تو اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ عملی طور پر انبیائے کرام علیہم السلام کے اس میثاق کی تصدیق ہو جائے جو ان سے خدا نے ان سب کی رسالتوں اور کتابوں کے مصدق رسول خاتم الانبیاء وافضل المرسلین (بِاَبِیْ هُوَ وَاُمِّیْ) پر ایمان لانے اور اس کی مدد کرنے کے لیے لے رکھا تھا۔ یاد رہے کہ جب تک قرآن پاک کے بیان کردہ حقائق کا شوشہ عملی طور پر منکشف اور وارد ہو کر نوع بشر پر اتمام حجت نہیں کر لے گا، اس وقت تک قیامت نہیں آ سکتی۔ میرا عقیدہ ہے کہ ماضی اور مستقبل کے متعلق جتنی باتیں قرآن حکیم میں مذکور ہوئی ہیں۔ ان کی حقیقت اور واقعیت قیامت سے پہلے پہلے نوع بشر پر آئینے کی طرح روشن ہو کر رہے گی اور قیامت ان لوگوں پر آئے گی جو حجت کامل کا اتمام ہو چکنے کے باوجود محض اپنی رعونتوں کے باعث خدا کے دین کے منکر ہو جائیں گے۔

کیا ان نصائص واضح کے علی الرغم کسی شخص کو جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے، یہ کہنے کی جرأت

ہو سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں بلکہ کسی نہ کسی طریق سے کسی نہ کسی مقام پر فوت ہو چکے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ جان لینے کے بعد کہ وہ زندہ ہیں، سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کہاں ہیں؟ قرآن پاک میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اُٹھا لیا۔ ایک مسلمان کے لیے اس نص صریح کے بعد اس کے معانی کے تعمق میں جانے کی ضرورت نہیں کہ خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم و روح کی اس مجموعی حیثیت سے جس میں انہوں نے اپنی زندگی کے حسب روایت انجیل ۳۳ سال اس کرۂ ارضی پر بسر کیے اُٹھا کر کہاں رکھا؟ خدائے قدیر کی کائنات بہت وسیع ہے۔ اس کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ارض کے سوا عوالم سماوی میں کوئی مسکن دے دینا چنداں مشکل امر نہیں۔ انسان اپنی علمی کاوشوں میں ترقی کر کے آج اس نقطہ پر پہنچ چکا ہے کہ وہ ان اجرام فلکیہ کے متعلق جو کائنات کی لامتناہی فضا میں کرۂ ارضی کی طرح تیر رہے ہیں، کچھ کچھ معلومات حاصل کرنے لگا ہے اور اسے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ اجرام فلکی بھی ارض سے مختلف نہیں۔ بعض اس وقت ایسی حالت میں ہیں جو ارض پر کروڑوں سال پہلے گزر چکی ہے۔ بعض ایسی حالت میں ہیں جو کروڑوں سالوں کے بعد زمین پر وارد ہو کر رہے گی۔ بعض ارضی حالت کے اس قدر قریب ہیں اور اس سے اسی قدر مماثل ہیں کہ ان کی فضاؤں میں نباتی اور حیوانی زندگی کو تربیت کرنے کی صلاحیتیں رکھنے کا امکان تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اگر ان علمی تحقیقاتوں سے جو ابھی ۲×۲=۴ کے مطابق واقعیت کی حیثیت حاصل نہیں ہوئی، قطع نظر کر لیا جائے تو بھی

مسلمان کے لیے یہ ماننا ضروری ہے کہ اجرام فلکی میں سے بعض کی کیفیات ارض کے مماثل ہیں اور کائنات میں ارض کے علاوہ اور بھی بہت سے عوالم موجود ہیں، جن میں نباتات، حیوانات بلکہ حیات باشعور کی کوئی نہ کوئی ترقی یافتہ شکل آباد ہے۔ اس حقیقت کو قرآن حکیم نے جا بجا بیان کیا ہے۔ چند آیات مثال کے طور پر ذیل میں درج کی جاتی ہیں: ﴿وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْھِمَا مِنْ دَآبَّۃٍط وَھُوَ عَلٰی جَمْعِھِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ﴾ (الشوریٰ، رکوع ۳) ''اور اس کی نشانیوں میں سے اجرام فلکی اور زمین کا نیز جانداروں کا جو ان میں نشوونما پا کر پھیل چکے ہیں، پیدا کرنا بھی ہے اور وہ ان سب کو یک جا کرنے پر جب چاہے قادر ہے''۔

﴿تُسَبِّحُ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْھِنَّ﴾ (بنی اسرائیل، رکوع ۵)
''سات آسمان اور زمین اور جو ذی شعور ہستیاں ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں''۔
﴿وَرَبُّکَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (بنی اسرائیل، رکوع ۶) ''اور تیرا پروردگار ان سے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں زیادہ باخبر ہے''۔

﴿مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کی ترکیب قرآن پاک میں جا بجا آئی ہے اور ''من'' کی ضمیر عربی زبان میں عام طور پر ذی شعور جاندار ہستی کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ''رفع'' کے بعد کسی ایسے سیارے میں پہنچ گئے ہوں جس کی کیفیات ارض کی کیفیتوں سے متماثل ہیں تو وہاں پر جسم وروح کے اتحاد کے ساتھ زندہ رہنا ایک غیر اغلب امر نہیں، بلکہ عین ممکن ہے۔ یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی دوسرے سیارے پر پہنچانے کے اسباب عالم مادی میں کیا تھے؟ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کے پیچھے انسان کو سرگرداں ہونا پڑے اگر آج انسان کی عقلیں اسے اور اس جیسے دوسرے معجزات کو

سمجھنے سے قاصر ہیں تو ہوا کریں، ایک وقت آئے گا جب نوع انسانی پر یہ سارے اسرار منکشف ہو جائیں گے۔ قرآن حکیم کے بیان کردہ ان حقائق کو جن کے سمجھنے سے ابھی تک انسان کی محدود عقلیں قاصر ہیں، تسلیم نہ کرنا ایک کھلا ہوا الحاد ہے۔ فرد مسلم و مرد مومن کا فرض یہ ہے کہ قدرت خداوندی کے مظاہر کو اپنے علم وفہم کے مطابق سمجھنے کی کوشش جاری رکھے اور جو باتیں اس کی سمجھ میں نہ آئیں اپنے قصور فہم کا اعتراف کرتے ہوئے قبول کرلے اور جان لے کہ ''اعلم و خبیر'' صرف خدا کی ذات ہے۔ ﴿وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا﴾

حضرت عیسیٰ کا نزول اور اس کی غرض وغایت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور زندگی کو قرآن حکیم نے جا بجا آیت اللہ سے تعبیر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس زندگی کے محیر العقول واقعات جو نوع انسانی کے عام طریق سے بہ ظاہر مختلف ومتغائر نظر آتے ہیں، محض اس لیے ہیں کہ انسان ان میں خدائے لایزال کی قدرتوں کا مطالعہ کرے اور جان لے کہ اس کی قدرت کاملہ سے بڑی سے بڑی حیرت زا واردات کا ظہور بھی بعید از قیاس امر نہیں۔ میں لکھ چکا ہوں کہ قرآن حکیم نے عیسائیوں کے اس عقیدہ کی تکذیب وتغلیط کی ہے جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے محیر العقول واقعات کی بنا پر ان کی الوہیت کے متعلق قائم کیا تھا۔ قرآن پاک نے نوع انسانی کو بتایا کہ جن عجیب مظاہر پر تم حیرت زدہ اور خوف زدہ ہو کر اپنی عبدیت کی گردنیں غیر اللہ کے آگے جھکانے پر آمادہ ہو رہے ہو وہ مظاہر سولہ آنے صحیح ہیں لیکن یہ سب آیات اللہ ہیں، اللہ نہیں۔ اس کی قدرت کاملہ کے ظہور ہیں جن کو ضرورت سے زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے بلکہ ان کی ندرت کو عرفان کبریائی سے قریب تر جانے کا ایک وسیلہ سمجھنا چاہیے۔

قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ''رفع و نزول'' کے متعلق عیسائیوں کے عقیدہ کی تکذیب نہیں کی بلکہ اس عقیدہ کی تغلیط کی جو اس ''رفع'' اور متوقع نزول کی بدولت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے متعلق ان میں پیدا ہو گیا تھا۔

اب دیکھنا چاہیے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ''رفع و نزول'' کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ قرآن حکیم ان کے بیان کے کس حصہ کی تردید کرتا ہے اور کسے صحیح قرار دے کر امر واقعہ کے طور پر تسلیم کر رہا ہے۔ متی کی انجیل، باب ۲۴ میں مذکور ہے۔

''اور جب وہ زیتون کے درخت پر بیٹھا تھا تو اس کے شاگرد الگ اس کے پاس آ کر بولے۔ ہمیں بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ خبردار کوئی تمہیں گمراہ نہ کر دے۔ کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار گھبرا نہ جانا۔ کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے۔ لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا۔ کیونکہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے۔ لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی اس وقت لوگ تمہیں تکلیف دینے کے لیے پکڑوائیں گے اور ایک دوسرے سے عداوت رکھیں گے اور بہت سے جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور بہتیروں کو گمراہ کریں گے اور بے دینی کے بڑھ جانے کے سبب بہتیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائے گی، مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا اور بادشاہت کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی۔ تاکہ سب قوموں کے لیے گواہی ہو اور اس وقت خاتمہ ہوگا۔

بس جب تم اس اجاڑنے والی مکروہ چیز کو جس کا ذکر دانیال نبی کی معرفت ہوا

مقدس مقام میں کھڑا ہوا دیکھو تو جو یہودیہ میں ہوں وہ پہاڑوں پر بھاگ جائیں جو کوٹھے پر ہو وہ اپنے گھر کا اسباب لینے کو نیچے نہ اُترے اور جو کھیت میں ہو وہ اپنا کپڑا لینے کو پیچھے نہ لوٹے۔ مگر ان پر افسوس ہے جو ان دنوں میں حاملہ ہوں اور جو دودھ پلاتی ہوں۔ پس دعا مانگو کہ تمہیں جاڑوں میں یا سبت کے دن بھاگنا نہ پڑے۔ کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی ہے، نہ ہوگی اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا۔ مگر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں، دیکھو میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔ پس اگر تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا دیکھو وہ کوٹھریوں میں ہے تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا۔ جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہو جائیں گے۔

اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس سرے سے اس سرے تک جمع کریں گے۔

بعض دوسری اناجیل میں بھی اسی قسم کے بیانات آئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا

ہے کہ آثار قیامت اور نوع انسانی کی موجودگی کے خاتمہ کی علامات کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ''اپنی آمد ثانی'' کا بھی ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی جھوٹے نبیوں اور دجال مسیحوں سے بچنے اور ان کے دھوکے سے محتاط رہنے کی تاکید بھی کر دی ہے۔ نیز بتا دیا ہے کہ ان کی آمد معمولی واقعہ نہ ہوگی۔ بلکہ جس طرح مشرق سے مغرب کی طرف کوندنے والی بجلی کو دیکھنے والی آنکھیں دیکھتی اور پہچانتی ہیں۔ اس طرح انسان کی نگاہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو دیکھیں گی اور پہچان لیں گی۔

قرآن حکیم نے اناجیل کے اس بیان کی کہیں تغلیط نہیں کی، بلکہ انہیں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی **علامۃ من علامات القیامۃ** تسلیم کیا ہے۔ ''سورۃ الزخرف'' رکوع ٦ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ کہتا ہے: ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ○ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ○ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ○ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ○﴾ ''(پس) وہ تو ہمارا ایک بندہ تھا جس پر ہم نے اپنا انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کا نمونہ بنایا، (تم اس زندگی کے محیر العقول حالات پر حیران کیوں ہوتے ہو۔ ہماری قدرت تو وہ ہے) کہ اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتے پیدا کر دیں جو زمین میں تمہارے وارث بن جائیں۔ اور وہ (عیسیٰ علیہ السلام) البتہ الساعۃ (قیامت) کے لیے (بمنزلہ) علم کے ہے، (جو تمہیں دیا جائے گا) پس تم قیامت کے آنے میں شک نہ کرو اور میری (محمد ﷺ کی) پیروی کرو۔ یہی صراط مستقیم ہے، (دیکھنا کہیں) شیطان تمہیں اس راستے سے گمراہ نہ کر دے۔ بیشک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے''۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھانے اور زندہ رکھنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انہیں قیامت کے قرب اس ساعت کے آنے کے نشان کے طور پر نوع انسانی کے سامنے پیش کیا جائے۔ جس کی خبر تمام انبیائے کرام نے اپنے صحائف میں دی ہے اور جس کے متعلق قرآن پاک میں جابجا تذکرے موجود ہیں، آثار قیامت اور بھی بہت سے قرآن پاک میں مذکور ہوئے ہیں جو تمام کے تمام بڑے ہی حیرت افزا ہیں۔ تاہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا غائب ہو کر صدیوں کے بعد نوع انسانی پر نمودار ہو جانا ایسا واقعہ ہوگا۔ جس کے ظہور کے بعد قرآن کے ماننے والوں کو قیامت کے نزدیک آ جانے کا کلی طور پر یقین ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حیثیت از روئے قرآن کریم ''علم للساعۃ''، یعنی علامت ظہور قیامت سے زیادہ نہیں اور اناجیل کا دعویٰ بھی صرف اسی قدر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی آمد ثانی کو قیامت کی خبر کے طور پر بیان فرمایا تھا۔ پس ایمانی حیثیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا انتظام اور انہیں ایک نئے پیغمبر کی حیثیت سے جو گمراہوں کو راہ راست پر لانے کے لیے مبعوث ہوا ہو، قبول کرنے کا لزوم اسلام کی اساس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ قرآن ہمیں صرف اتنا بتاتا ہے کہ قیامت کے قریب قیامت کی علامت کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے اور یہ علامت اسی صورت میں علامت کہلائی جاسکے گی، جب نوع انسانی جان لے کہ نازل ہونے والی شخصیت وہی ہے جو صدہا سال بیشتر فلسطین میں باپ کے بغیر پیدا ہوئی تھی اور جسے دشمنوں کے نرغہ سے بچا کر آسمانوں کی طرف اٹھا لیا گیا تھا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اس وقت کسی قسم کا مابہ النزاع مسئلہ نہیں رہے گی بلکہ ان کے موافق و مخالف سب جان لیں گے کہ یہ وہی ابن مریم ہیں جو زندگی کا کچھ عرصہ پہلے اس کرۂ ارضی پر بسر کر چکے ہیں۔ اس

علامت کے ظہور کے بعد جو لوگ حق کی طرف رجوع کر لیں گے۔ وہ ''ناجی'' ہوں گی اور جو اپنے کفر وطغیان پر مصر رہیں گے، ان پر قیامت آ جائے گی۔

آیت کے ظہور کا وقت

کہا جائے گا کہ خدائے بزرگ و برتر نے اس قسم کی واضح آیت کے ظہور کا وقت قرب قیامت کیوں مقرر کیا۔ اس وقت سے پہلے آنے والے انسانوں کو اس قسم کا کوئی واضح اور بین نشان کیوں نہ دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے نزدیک زمانہ کے حالات سے ایسے دگرگوں ہو جائیں گے کہ اس وقت اس قسم کے بیّن نشان کے ظہور کی اشد ضرورت پیش آ جائے گی۔ مسیحیت اور نبوت کا دعویٰ کرنے والے اشخاص جن کو کئی قسم کی طاقتیں حاصل ہوں گی، ظاہر ہونے لگیں گے جو نوع انسانی کے لیے زبردست فتنہ کا موجب بن جائیں گے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود ظاہر ہو کر ان سب کے قصوں کو پاک کر دیں گے خدا کی آیتیں اپنے موقع ومحل پر ظاہر ہوتی ہیں اور جس دور میں جیسی آیت کی ضرورت ہو، ویسی ہی ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔ اگر ہم غور سے دیکھنے والی نگاہیں پیدا کر لیں تو ہمیں اپنے گردوپیش اور تحت وفوق ہر سمت خدا کی آیات نظر آئیں گی، جو زمانے کے حسب حال ہوں گی اور جان سکیں گے کہ خدا کے بڑے بڑے نشان جو کتب سماوی میں مذکور ہو چکے ہیں۔ اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوتے آئے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ ایسی ہی ایک آیت بیّن کو نوع انسانی ۱۹۰۸ء میں ملاحظہ کر چکی ہے۔ قرآن حکیم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر چار، پانچ ہزار سال پہلے کے واقعہ یعنی آل فرعون کی غرقابی کا ذکر کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ: ﴿فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ اٰیَةً ط وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ﴾ ''(اے فرعون) پس آج ہم نے تیرے بدن کو (غرقابی سے) بچا لیا۔ تاکہ اس

کے لیے جو تیرے بعد آ رہا ہے آیت کا کام دے اور تحقیق اکثر لوگ ہماری نشانیوں کی طرف سے غافل ہیں''۔

فرعون کی لاش بعد میں آنے والے فرعونوں کی عبرت کے لیے آیت کے طور پر بچالی گئی اور یہ لاش عصر حاضر میں جب انسان پھر خدائی دعویٰ کرنے کے نزدیک جا رہا ہے۔ لندن کے عجائب گھر میں پڑی اپنے آیت اللہ ہونے کا اعلان کر رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا کی یہ آیت جس کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے۔ چار، پانچ ہزار سال کے بعد نوع انسانی پر اس وقت ظاہر ہوئی ہے، جب اس کی ضرورت تھی۔ اسی طرح نزول عیسیٰ علیہ السلام کی آیت بھی اس وقت ظاہر ہو کر رہے گی۔ جب نوع انسانی کو اس کے ظہور کی ضرورت ہوگی۔

وفات ونزول مسیح کے متضاد عقائد

قرآن حکیم کے اور نصائص جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے اور اپنی عمر کے آخری دور میں نوع انسانی کے ساتھ واسطہ پیدا کرنے کے متعلق استشہاد کیا جا سکتا ہے یہ ہیں: ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ ط اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَکَهْلًا﴾ (المائدہ، رکوع ۱۵) ''جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم میری اس نعمت کو یاد کر جو میں نے تجھ پر اور تیری ماں پر کی۔ وہ جب میں نے روح القدس سے تیری مدد کی۔ (نیز) تجھے پنگورے میں اور عمر رسیدہ ہو کر لوگوں سے باتیں کرنیوالا بنایا''۔

﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ٥ وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَکَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ (آل عمران، رکوع ۵) ''جب فرشتوں نے کہا

اے مریم تحقیق اللہ تجھے اپنے ایک کلمہ (نشان) کی خوشخبری دیتا ہے۔ جس کا نام مسیح ابن مریم ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں بڑے مرتبے والا اور خدا کے مقربوں میں سے اور وہ لوگوں سے پنگوڑے میں اور عمر رسیدہ ہو کر باتیں کرے گا۔ اور صالح بندوں میں سے ہوگا''۔

ان آیات میں قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پنگوڑے میں اور عمر رسیدہ لوگوں سے باتیں کرنے کو انعام خداوندی میں سے مخصوص طور پر بیان کیا ہے۔ کیونکہ دونوں محیر العقول باتیں ہونے والی تھیں۔ پیدا ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پنگوڑے میں لیٹے لیٹے اپنی والدہ کی عصمت وعفت کی شہادت دینا دوسرے مقامات پر بھی مذکور ہوا ہے۔ لہٰذا عمر رسیدہ ہو کر لوگوں سے باتیں کرنے کا واقعہ بھی اسی صورت میں تکلّم فی المھد کی طرح محیر العقول ہو سکتا ہے۔ جب اس میں کوئی ندرت ہو اور وہ ندرت یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صدہا سال کے بعد زمین پر نازل ہو کر از سر نو زندگی شروع کریں گے اور عمر کے اس حصہ تک پہنچیں گے۔ جسے عربی زبان میں کھل کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لوگ ان کے اس کلام کرنے پر اسی طرح حیران ہوں گے جس طرح بنی اسرائیل کے افراد انہیں گود میں باتیں کرتے دیکھ کر بھونچکے رہ گئے تھے۔

آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ قرآن حکیم کی آیات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آئی ہیں، کس طرح ایک دوسری کی تائید کرتی ہوئی یہ ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محیر العقول زندگی از ابتدا تا انتہا آیت اللہ واقع ہوئی ہے، جس کا اظہار قرآن حکیم کا مقصد نظر آتا ہے، اگر ان میں سے کسی ایک شے کو اپنی محدود اور ناقص عقلوں کے مطابق بنانے کی سعی میں کھینچ لیا جائے اور تاویلات لاطائل کے دروازے کھول دیئے جائیں تو آیت اللہ کا یہ سارا قصر دھڑام سے زمین پر آرہتا ہے۔ اس صورت میں فرقہ مرزائیہ کے لاہوری ملاحدہ

کی طرح قرآن حکیم کی بیّنات کے علی الرغم یہ کہنا پڑے گا کہ نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیات اعمالنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں کسی قسم کی ندرت نہ تھی اور وہ یوسف نجار کا فرزند تھے۔ زندگی میں ان سے کسی قسم کے معجزہ کا ظہور نہیں ہوا اور وہ صلیب پر لٹکائے گئے تھے یا صلیب پر بچا لیے گئے تھے۔ لیکن دنیا سے روپوش رہ کر زندگی بسر کر گئے۔ اس صورت میں ان کے ﴿عِلْمٌ لِلسَّاعَة﴾ اور تکلم فی المھد و کھلاً کی بھی بے سروپا تاویلیں کرنی پڑیں گی اور جو اہل کتاب کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لانے کے متعلق پیش گوئی مذکور ہوئی ہے اس کی بھی کوئی نئی توجیہہ لانی پڑے گی۔ گویا قرآن حکیم کو بالائے طاق رکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا ایک سراسر نیا اور متغائر تار و پود اپنے اوہام کی بنا پر بننا پڑے گا۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑی معصیت انسان کے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتی، کہ قرآن پاک کی صریح آیات کی تکذیب کرے اور ایک نبی کی زندگی پر طرح طرح کے اتہام باندھے۔ یہ میں لکھ چکا ہوں کہ جن لوگوں کو جھوٹی مسیحیت اور دجالی نبوت کے قیام کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مسئلہ گھڑنا پڑا ان کے پیر و مرشد نے تو استعارہ کے رنگ میں مریم بن کر حاملہ ہونے اور اس حمل کے نتیجہ کے طور پر خود پیدا ہو کر مسیح کہلانے کی بیہودہ سی تاویلیں گھڑنے میں بھی تامل سے کام نہیں لیا چہ جائے کہ ان سے قرآن پاک کی آیات کو صحیح طور پر سمجھنے کی امید رکھی جائے۔

کہا جاتا ہے کہ ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر اقبال اور اسلام کے بعض دیگر متقدم و متاخر اشخاص وفات مسیح کے قائل ہیں۔ ہوں گے، لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ وفات مسیح کے قائل کسی مسیح کی آمد کے منتظر بھی نہیں۔ لہٰذا مرزائیوں کا جو اپنے متنبّی کو ''مسیح موعود'' کہتے ہیں اور نزول و آمد مسیح کی روایات کے قائل ہیں۔ ایسے علماء کے اقوال سے استشہاد کرنا بے معنی

ہے۔ اے ضلالت وگمراہی کی پیروی کرنے والو! اگر تم ان اخبار کو جو مسیح کی آمد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق ہیں درست خیال کرتے ہو تو انہی کی آمد کا انتظار کرو اور محض تاویلات کے بل پر کسی مدعی کو ابن مریم ثابت کرنے کی کوشش سے باز آجاؤ۔ جس پر صریح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ ''بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں''۔ نیز حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی حدیث پاک جو تیس جھوٹے نبیوں کے خروج کے متعلق ہے، وارد ہوتی ہے۔ اگر مسیح ابن مریم علیہ السلام کو فوت شدہ تصور کرتے ہو تو کہہ دو کوئی مسیح آنے والا نہیں اس صورت میں تمہیں جھوٹ کا جواز ثابت کرنے کے لیے تاویلیں گھڑنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور جب مسیح ابن مریم علیہ السلام آجائیں گے تو سب کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ آگئے۔ کیونکہ ان کی آمد کوئی معمولی آمد نہ ہوگی۔ جس کے ثبوت کے لیے تاویل واستدلال کی ضرورت پیش آئے گی۔ وہ خدائے جلیل وقدیر کا ایک بیّن نشان ہوگا۔ جسے موافق ومخالف سب کی آنکھیں دیکھ سکیں گی اور سب کی عقلیں جان لیں گی کہ یہ وہی مسیح ابن مریم ہیں جو صدہا سال پہلے فلسطین میں پیدا ہوئے تھے۔ جنہوں نے گود میں لیٹے لیٹے اپنی ماں کی پاک دامانی کی شہادت دی تھی۔ جنہیں یہودیوں نے مصلوب کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن جنہیں خدائے جلیل وقدیر نے اپنی قدرت کاملہ سے بچالیا اور محفوظ کر لیا تھا۔ تاکہ ﴿عِلْمٌ لِلسَّاعه﴾ کے طور پر قیامت کے قریب اپنا نشان بنائے۔

دیگر آثار قیامت اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام

میں لکھ چکا ہوں کہ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت ''علم للساعة'' یعنی قیامت کے قرب کی ایک علامت سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ مخبر صادق حضور سرور کائنات ﷺ

کی احادیث میں بھی جہاں جہاں ابن مریم کے نزول کا ذکر آیا ہے۔ علامات قیامت ہی کے ضمن میں مذکور ہوا ہے، لہٰذا مسیح کے نام سے دینی رخنہ اندازیوں کی جتنی کوششیں بھی اس وقت تک بروئے کار آچکی ہیں یا آئندہ ظاہر ہوں گی۔ وہ سب باطل اور جھوٹے مدعیوں کی اس فہرست کے تحت میں آتی ہیں۔ جس کی طرف خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ارشاد کر چکے ہیں اور حضرت ختمی مرتبت ﷺ بھی اپنی امت کو ان سے ہوشیار رہنے کی تاکید فرما چکے ہیں۔ احادیث نبوی میں آثار وعلامت قیامت کے سلسلہ میں ''مسیح الدجال'' کے ایک بہت بڑے فتنہ کا ذکر بھی آیا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے قریب ایک شخص جسے بڑی محیر العقول قدرتیں حاصل ہوں گی۔ حتیٰ کہ ایسا معلوم ہوگا کہ مصنوعی جنت وجہنم کی کلیدیں بھی اس کے ہاتھ میں ہیں۔ جن میں وہ اپنے ماننے اور نہ ماننے والوں کو ڈالتا چلا جائے گا۔ نیز اسے مردوں کو زندہ کرنے اور بظاہر انسانوں کے مرے ہوئے آباؤاجداد سے باتیں کرانے کی قدرتیں بھی حاصل ہوں گی۔ یہ شخص جس کی دونوں آنکھیں یکساں نہ ہوں گی۔ اپنی محیر العقول قدرتوں کے بل پر مسیح اور خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ یعنی عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت کی تصدیق کرتے ہوئے یہ کہے گا کہ میں ہی وہ مسیح ابن اللہ ثالث من ثلثہ ہوں۔ جس کی عبادت تم صدیوں سے کرتے آئے ہو۔ ازبس کہ اس کی طاقتیں بہت محیر العقول ہوں گی اس لیے نوع بشر کا ایک حصہ غالب اس کے سامنے اطاعت وعبدیت کی گردنیں جھکانے لگے گا۔ اسی ''مسیح الدجال'' کو قتل کرنے اور اس کے فتنہ کا سدباب کرنے کا کام ایزد متعال عزاسمہ کی قدرت کاملہ نے حقیقی مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے لیے مقدر کر دیا، تاکہ اس وقت کی نوع بشر کو دجال کے دجال ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے اور مسیح علیہ السلام کے نام سے انسانوں کو مختلف قسم کے دھوکے دینے والوں کا سارا پول کھل جائے۔

اخبار صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ''مسیح الدجال'' کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہوگا اور ارشادات نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مسلمانوں کی تاکید کی گئی ہے کہ اس فتنہ سے بچنے کے لیے ہر وقت ایزد متعال کی بارگاہ میں پناہ مانگتے رہیں اور اس امر کا خیال رکھیں کہ ''مسیح الدجال'' کو خود حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما والسلام قتل کریں گے، لہٰذا مسلمانوں کے لیے ہر ایسے مدعی کو جو استعارہ کے رنگ میں مریم بن کر حاملہ ہونے اور اس کے نتیجہ میں خود پیدا ہو کر مسیح کہلانے کا خواہاں ہو مفتری و کاذب سمجھنا ایک لازمی امر ہے۔ کیونکہ اس مضمون پر احادیث شریفہ اس قدر واضح ہیں کہ ان میں تاویل و تحریف کی قطعاً گنجائش نہیں۔

''مسیح الدجال کے خروج'' اور ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول'' کے سلسلہ میں مخبر صادق علیہ السلام نے جس قدر ارشادات اپنی امت کی آگاہی کے لیے بیان فرمائے ہیں وہ سب آثار قیامت کے طور پر مذکور ہوئے ہیں اور بتا دیا گیا ہے کہ اُمت مسلمہ پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے۔ جب غیر مسلم قومیں علی الخصوص نصاریٰ ان پر غالب آ جائیں گے۔ تا آنکہ کفار کے لشکر اس سرزمین کو جس میں بیت المقدس واقع ہے فتح کر لیں گے اور ان کی یلغاریں جزیرۃ العرب کی پاک سرزمین پر اس حد تک تجاوز کر جائیں گی کہ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی حالت بھی مخدوش ہو جائے گی۔ مسلمان سخت مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔ جنگ ہو رہی ہوگی اور اس وقت کا امیر المومنین شہید ہو جائے گا۔ اس وقت ساری دنیائے اسلام میں کوئی شخص مسلمانوں کی امارت و قیادت کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھانے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ امت مسلمہ امیر کے انتخاب کے معاملہ میں پریشان ہوگی۔ امت کے صلحاء مکہ معظّمہ میں حج کے لیے جمع ہوں گے۔ وہیں ایک شخص کو جو طواف کر رہا ہوگا اس کے انکار کے باوجود اپنا امیر بنا لیں گے اور اس کے ہاتھ پر کفار سے جنگ کرنے کے لیے بیعت

کریں گے۔ یہی وہ مہدی آخر الزمان ہوں گے۔ جن کے انتخاب کی خبر غیبی آواز کے ذریعے ساری دنیا کو سنا دی جائے گی۔ حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کا لشکر لیکر کفار کا مقابلہ کریں گے اور انہیں شکست دیتے ہوئے شام کی سرزمین تک پہنچ جائیں گے۔ اسلامی لشکر دمشق کے مقام پر ہوگا کہ ''مسیح الدجال'' کے خروج کی اطلاع ملے گی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے سہارے مشرقی مینار پر نازل ہوں گے ظہر کی نماز تیار ہوگی۔ حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے کہ امامت کے فرائض آپ انجام دیجیے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ کہہ کر انکار فرمائیں گے کہ امامت آپ ہی کا حق ہے آپ ہی مسلمانوں کے امیر ہیں۔ میرا کام تو فقط دجال کا قتل ہے جس کے زیر قیادت کفار کے لشکر مسلمانوں کے بالمقابل صف آرا ہیں۔ دجال اور اس کے لشکروں سے مقابلہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو کر ان سے جنگ کریں گے اور دجال کو اپنے نیزے سے قتل کر دیں گے۔

ان جنگوں کے واقعات احادیث نبوی میں اس تفصیل کے ساتھ بطور پیش گوئی بیان ہوئے ہیں کہ ان میں کسی قسم کے التباس کی گنجائش نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ بعض لوگ ان پیش گوئیوں کے بعض اجزا کو لیکر ان کی تاویلیں کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں اور یہ کہنے لگتے ہیں کہ مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری الزمان کا ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اس وقت کی امت مسلمہ کے سیاسی اور بین الاقوامی حالات سے مختلف کیفیات کے حامل ہیں۔ ان اخبار کی حیثیت جو قرب قیامت کے فتن کے متعلق مذکور ہوئے ہیں محض اخبار اور پیش گوئی کی ہے اور ان سے یہ استنباط نہیں کیا جا سکتا کہ مہدی و مسیح دین اسلام میں کسی قسم کی تجدید و اصلاح کی خدمت انجام دیں گے۔ ظاہر ہے کہ صرف سچے مسلمان ہی ان فتن میں

مہدی و مسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام کا ساتھ دیں گے اور اس غزا اور جہاد میں شامل ہو کر جو کفر و اسلام کا آخری معرکہ ہوگا۔ شہادت یا فتح کے درجے حاصل کر سکیں گے۔ کسی ایسے مسیح کاذب کے پیرو جس نے جہاد کو منسوخ قرار دے دیا ہو اس سعادت میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔ کیونکہ وہ اپنے عقیدہ کے مطابق اس وقت کے دجالی حکومت کے جو روئے زمین پر پھیل جائے گی، وفادار رہنے پر مجبور ہوں گے۔

میں نے ظہور مہدی اور نزول مسیح علیہ السلام کے ان واقعات کو جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں اختصار اور اجمال کے ساتھ اوپر بیان کر دیا ہے اگر ان تمام احادیث کو جو اس آنے والے زمانہ کے فتن کے متعلق مذکور ہوئے ہیں، یک جا جمع کیا جائے تو اس کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ یہ واقعات احادیث شریفہ میں جس شکل میں بیان ہوئے ہیں۔ اسے جان لینے کے بعد کوئی مسلمان ایک لحہ کے لیے کسی مفتری یا مدعی کاذب کے دام فریب کا شکار نہیں ہوسکتا۔ سچے مسلمان جو مسیح الدجال جیسے صاحب قدرت و اختیار شخص کے مقابلہ میں جانیں لڑائیں گے، قادیان کے کسی متنبی کے پھانسے میں نہیں آ سکتے۔ جس کی پٹاری میں لاطائل تاویلوں وار بیہودہ دعووں کے سوا اور کوئی شے نہیں۔ جس نے نہ مکہ دیکھا، نہ بیت المقدس کی سیر کی، نہ میدان جنگ کی لذتوں سے شناسا ہوا، نہ جہاد کے ثواب سے بہرہ مند ہوا۔ کیا تو یہ کیا کہ جہاد بالسیف کی تنسیخ کا اعلان کر کے ان تمام احادیث پاک کی تکذیب کر دی جو کفر و اسلام کے اس آخری معرکہ کے متعلق بیان ہوئی ہیں اور دین فروشوں کی ایک ایسی جماعت کھڑی کر دی جس کا کام مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے اور آزاد اسلامی ممالک کو کفار کی ان سلطنتوں کے زیر نگیں لانے کی کوشش کے سوا اور کچھ نہیں، جو شائد آئندہ چل کر ''مسیح الدجال'' کی پشت پناہ بننے والی ہیں۔ لیکن دعویٰ یہ کر دیا

کہ میں ہی مہدی مسعود و مسیح موعود ہوں۔ شعر

عاشق نہ شدی محنت الفت نہ کشیدی
کس پیش تو غم نامۂ ہجراں بکشائد

احادیث واخبار کی غلط تاویلات

مرزائیت کی قادیانی لاہوری شاخوں کے امرا اور متبعین غیر عیسیٰ علیہ السلام کو عیسیٰ اور نا مسیح کو مسیح ثابت کرنے کے لیے ان اخبار کے تذکار و تاویل میں جو علامات قیامت کے طور پر بیان ہوئیں۔ اس قدر بددیانتی سے کام لینے کے عادی ہیں کہ سب کو یک جا نہیں لیتے۔ بلکہ صرف ایسی احادیث کو جن کے معانی میں وہ تاویل و تحریف کر کے اپنے متنبی کی ذات پر چسپاں کر سکتے ہیں، بیان کرتے اور ان احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں، جن میں صاف اور صریح الفاظ میں کفار کے ساتھ پیہم جنگیں کرنے اور دجال کے خلاف ''جہاد بالسیف'' کرنے کی خبریں دی گئی ہیں۔ ان لوگوں اور ان کے پیشوا کا سب سے بڑا دجل یہ ہے کہ وہ ان تمام احادیث کو جو آمد حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مذکور ہوئی ہیں۔ امت مسلمہ کی دینی ضرورت کے لیے ظاہر کر کے پہلے یہ منوانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان کے لیے مہدی و مسیح کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ حالانکہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں۔ جس کی حیثیت پر ان کے زندہ ہونے یا دوبارہ امت مسلمہ میں آنے سے کوئی زد نہیں پڑتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلام کے پیغمبر ہیں اور حضرت رسول کریم ﷺ پر اسی وقت سے ایمان لا چکے ہیں۔ جب ان کو نبوت و رسالت کا منصب عطا کرتے وقت پروردگار عالم نے ان سے

حضرت ختمی مرتبت ﷺ پر ایمان لانے اور بشرط زندگی ان کی مدد کرنے کا وعدہ لیا تھا۔ (ملاحظہ ہو آیہ میثاق النبیین جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) اور حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اللہ کا نبی یا رسول ہونے کی کوئی خبر نہیں دی گئی۔ ان کی حیثیت صرف اس امیر المومنین کی ہے جو آخری زمانہ کے فتن میں جب کفار چاروں طرف سے مسلمانوں پر ہجوم لا چکے ہوں گے اور یہ خطرہ پیدا ہو چکا ہوگا کہ حرمین الشریفین پر کفار کا علم بلند ہونے والا ہے۔ مسلمانوں کے لشکروں کی قیادت کرتے ہوئے کفار سے ''قتال بالسیف'' کریں گے۔

احادیث جو اس زمانہ کے واقعات کے متعلق آئی ہیں محض پیش گوئی کی حیثیت رکھی ہیں اور اس قدر واضح ہیں کہ ان میں کسی قسم کی تلبیس وتدلیس کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ پس جب یہ واقعات جن کی خبر احادیث میں دی گئی ہے، رونما ہوں گے، تو مسلمان اور نا مسلمان سب سمجھ لیں گے کہ وہ وقت آگیا جسے قیام قیامت کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیے۔ باقی رہی یہ بات کہ کون سے مسلمان اس دور فتن میں حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دیں گے، سو اس کے متعلق بھی چنداں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہی مسلمان حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دیں گے جو اس وقت اسلام کی حفاظت ومدافعت کے لیے صدق دل سے کوشاں ہوں گے۔ احادیث صحیحہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ بعض لوگ جو مسلمان کہلاتے ہوں گے، یہ جان لینے کے باوجود کہ مہدی کا ساتھ دینے والے مسلمان اسلام کی صحیح خدمت کر رہے ہیں۔ اپنی دنیوی اغراض کے لیے کفار کا ساتھ دیں گے۔ اس کی مثال بعینہ وہ ہے جو گزشتہ جنگ عظیم میں ممالک اسلامی میں دیکھی گئی۔ ''ترکی خلیفۃ المسلمین'' نے جہاد کا علم بلند کیا۔ لیکن اکثر ممالک کے مسلمان کہلانے والے لوگ محض اپنے دنیوی فوائد کی خاطر ترکوں کے خلاف جا کر لڑے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ اسلام سے صریح غداری کے

مرتکب ہو رہے ہیں۔

احادیث میں مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسیح دجال اور یاجوج ماجوج وغیرہ کے متعلق پیش گوئیاں علامات قیامت کے طور پر بیان ہوئی ہیں۔ وہ اس قدر واضح بین اور جامع ہیں کہ انہیں جان لینے کے بعد کسی کے دل میں آنے والے واقعات کے متعلق کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ علی الخصوص ایسے دور میں جب ہم اپنی آنکھوں سے دنیا کی سیاست کا رنگ ایسا دیکھ رہے ہیں جو احادیث کے بیان کردہ حالات کے نزدیک جا رہا ہے، جب کہ حرمین الشریفین کے شمال جنوب اور مشرق ومغرب میں مغربی اقوام کے استعمار کے بڑھتے ہوئے قدم پہنچ چکے ہیں اور یورپین اقوام سیاسیات تہذیب اور تمدن میں سارے کرۂ ارض پر حاوی ہو چکی ہیں اور صاف نظر آرہا ہے کہ آنے والی جنگوں کا نقشہ غالباً احادیث کے بیان کردہ ان حالات کے مطابق ہوگا جو کفر واسلام کے آخری معرکہ کے متعلق مذکور ہوئے ہیں اور اسی آخری معرکہ میں مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظہور، دجال کے خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی پیش گوئیاں پوری ہونے والی ہیں۔

حضور سید المرسلین ﷺ کی شان میں گستاخی

قادیان کی دجالی مسیحیت اور جھوٹی مہدویت کا ڈھونگ رچانے کے لیے مرزائی بدبختوں اور ان کے پیشواؤں نے اس حد تک کفر صریح اور الحاد دین سے کام لیا ہے کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ''مسیح الدجال'' اور ''یاجوج ماجوج'' کو فتنوں کے متعلق ان ممسوخ الفطرت انسانوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیأت اعمالنا. حضرت ختمی مرتبت ﷺ (فداہ

ابی و امی) ان فتنوں کی حقیقت سمجھنے سے قاصر تھے اور ان کی صحیح کیفیت اگر کسی نے بھی
ہے تو وہ قادیان کا وہ نیم ملا متنبی تھا جس کو بات تک کرنے کی تمیز نہ تھی۔ متنبی قادیان اپنی
کتاب ''ازالہ اوہام'' صفحہ ۶۹ پر کس دلیری کے ساتھ لکھتا ہے۔ ''آنحضرت ﷺ پر ابن
مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی اور نہ
دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصلی کیفیت کھلی اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی
نے اطلاع دی اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ظاہر فرمائی گئی''۔

از بس کہ متنبی قادیان کو اپنی مسیحیت اور مہدویت کا ڈھونگ کھڑا کرنے کے لیے
احادیث [illegible] میں تحریف وتاویل کرنے کی ضرورت درپیش تھی۔ لہٰذا اس بدزبان نے
حضور سرور کائنات ﷺ پر یہ [illegible] جن امور کے [illegible] کی خبر
اپنی امت کو سنائی تھی، ان کی ماہیت وحقیقت سمجھنے سے وہ خود قاصر تھے۔ حالانکہ ان
احادیث میں ایک ایک واقعہ کو اس تفصیل اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس میں
تاویل کو کوئی گنجائش نہیں۔ یہاں تک بتادیا گیا ہے کہ آخری جنگ میں مہدی کے زیر کمان
ستر ڈویژن ہوں گے، جن میں سے ہر ڈویژن میں بارہ ہزار کی نفری ہوگی۔ نیز یہ بھی بتادیا
گیا کہ مہدی کو بلاد وامصار کے مسلمان مندوبین جنہیں ابدال کہا گیا ہے کس مقام پر اور کن
حالات میں امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین منتخب کریں گے۔ یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کس مقام پر اور کن حالات میں نازل ہوں گے۔ تاآنکہ احادیث میں لکھا
ہے کہ:

''مہدی (حصول فتح کے بعد) ملک کے بندوبست ہی میں مصروف ہوں گے
کہ افواہ اڑے گی کہ دجال نے مسلمانوں پر تباہی ڈالی ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی حضرت

امام مہدی شام کی طرف مراجعت فرمائیں گے اور اس خبر کی تحقیق کے لیے پانچ یا نو سوار جن
کے حق میں حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں انکے ماں باپ اور قبائل کے نام اور
ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں۔ وہ اس زمانے کے روئے زمین کے آدمیوں میں سے
بہتر ہوں گے لشکر کے آگے، پیچھے بطور طلیعہ روانہ ہوکر معلوم کرلیں گے کہ یہ افواہ غلط ہے''۔

(صحیح مسلم صفحہ ۳۹۶ مطبوعہ انصاری)

حضور سرور کائنات ﷺ تو اپنی امت کے آنے والے حالات سے اس قدر
جامعیت اور ہمہ گیری کے ساتھ واقف ہونے کا دعویٰ فرماتے ہیں کہ اپنے سربازوں کے
گھوڑوں کے رنگ تک جانتے ہیں۔ لیکن قادیان کا متنبی اپنی جھوٹی نبوت کے قیام کے لیے
یہ کہہ رہا ہے کہ حضور کے ضمیر پرنور پر یہ حالات کماحقہ منکشف نہیں ہوئے تھے۔ اس سے
زیادہ بدبختی اور کیا ہوسکتی ہے اور اس کے بعد ایسے دیدہ دلیر کو کس لحاظ سے مسلمان سمجھا
جاسکتا ہے۔

دجال کی شناخت اور دجال کی اطاعت

مرزائی بڑے فخر سے یہ کہنے کے عادی ہیں کہ ان کے ''حضرت'' ہی اس دور کے
پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے اقوام یورپ کے استعمار کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا کہ دجال کے
جس فتنہ کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ وہ یہی یورپین اقوام کے غلبہ واقتدار کا فتنہ ہے۔
اور میاں محمد علی امیر جماعت لاہوری نے ''المسیح الدجال'' کے نام سے ایک رسالہ لکھ کر یہ
ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دجال سے مراد انگریز قوم ہے جسے شناخت کرنے کا سہرا
قادیان کے مرزا غلام احمد کے سر ہے۔
مقام تعجب ہے کہ ''مسیح موعود'' اور ''مہدی مسعود'' بننے کا مدعی یہ پہچان لینے کے

باوجود کہ انگریز دجال ہیں اسی دجال کی جاسوسی کرنے کو اپنے لیے موجب فخر سمجھتا ہے۔ (تبلیغ رسالت، جلد۵، صفحہ۱۱) اس کے تسلط واقتدار کو اپنے لیے اور اپنی امت کے لیے آیۃ رحمت قرار دیتا ہے۔ (ازالہ اوہام، صفحہ۵۶و۵۰۹ وتبلیغ رسالت، جلد ہشتم، صفحہ۶۹و۷۰) اپنے خاندان اور اپنی امت کو اسی دجال کا خودکاشتہ پودہ ظاہر کرتا ہے۔ (تبلیغ رسالت، جلد ہشتم، صفحہ۲۰)، اپنی امت کو ہر حال میں اسی دجال کے فرمانبردار رہنے کی تاکید فرماتا ہے۔ (کتاب البریہ، صفحہ۹) اوراس دجال کو یقین دلاتا ہے کہ جوں جوں میرے مرید ترقی کریں گے۔ مسلمانوں میں سے جہاد کی روح اُڑتی چلی جائے گی۔ (تبلیغ رسالت، جلد ہشتم، صفحہ۱۷)، نیز اسی دجال کی خدمات بجالانے کے بڑے بڑے دعوی کرکے اس سے نوازشات وعنایات کا متمنی ہوتا ہے۔ (تریاق القلوب، صفحہ۳۵، تبلیغ رسالت، جلد ۷، صفحہ۱۱و۲۰، جلد۱۰، صفحہ۲۸) کیا ان تمام امور سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ قادیان کا مدعی مسیحیت اس مسیح الدجال کا ایک ظل تھا، جو دنیا میں فتنہ برپا کرنے کے لیے خروج کرنے والا ہے۔ اور جس کے ساتھ مسلمانوں کے جہاد بالسیف کرنے کی پیش گوئیاں احادیث اور اخبار میں مذکور ہوئی ہیں۔ مسلمان اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسیح الدجال اپنے خروج کے بعد کن طریقوں سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا اور ازبس کہ اسے کرۂ ارضی پر شاہی اقتدار حاصل ہوگا اور انسان کی علمی ترقیات کے باعث جس کے دروازے کھل چکے ہیں۔ وہ محیر العقول کارنامے انجام دے گا۔ دنیا کے سامنے الوہیت کا دعوی کرکے سامنے آئے گا اور متنبّی قادیان اور اس کی امت کے افراد کی نوع کے لوگ حصول دنیا کی خاطر اس کی اطاعت کریں گے۔ جس طرح کہ وہ آج انگریزوں کو دجال کہنے کے باوجود ان کی اطاعت کو اپنا مذہبی فریضہ قرار دیتے ہیں۔

باقی رہا میاں محمد علی کا یہ دعوی کہ یورپ کے استعماری سیلاب کے فتنہ کو ''فتنہ المسیح

الدجال'' سمجھنے کا سہرا صرف اس کے ''حضرت مرزا صاحب'' کے سر پر ہے۔ اس دعوی کو بھی اگر واقعات کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو سراسر بے بنیاد ثابت ہے۔ کیا میاں محمد علی کو معلوم نہیں کہ حضرت محمد المہدی السودانی نے جب اس استعماری سیلاب کے مقابلہ میں جہاد کا عَلَمْ بلند کیا تھا اور اپنے کو مہدی قرار دیا تھا تو ان کے پیش نظر بھی یہ حقیقت تھی کہ استعمار کا یہ سیلاب جو یورپ کی سرزمین سے اُٹھا ہے فتن آخر الزمان ہی کا ایک حصہ ہے۔ اگر ان کا خیال یہ نہ ہوتا تو وہ ہرگز مہدی کا لقب اختیار نہ کرتے یا ان کے پیرو انہیں مہدی کے لقب سے منسوب نہ کرتے۔ اسکے علاوہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں یورپی استعمار کے مقابلہ میں اپنے کو عاجز پاکر ساری دنیا کے مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہوا چلا تھا کہ وہ دور فتن جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ آ گیا ہے اور ظہور مہدی اور نزول مسیح کا وقت قریب ہے۔ اسی عام خیال سے قادیان کے متنبّی نے فائدہ اُٹھانے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی اور جو طاقتیں اسے مہدی اور مسیح بنانے کے لیے پس پردہ تار ہلا رہی تھیں۔ ان کا مقصد ومدعا یہ تھا کہ مسلمانوں کے دماغوں سے صاحب سیف و سنان مہدی کے ظہور کا خیال نکال دیا جائے۔ تاکہ یورپین استعمار کے مقابلہ میں عالم اسلامی کے کسی خطہ پر مہدی سوڈانی کا کوئی مثیل پیدا ہو کر اس فتنہ آخر زمان کے استیصال کے لیے کوشاں نہ ہوسکے۔ پس اگر قادیان کے متنبّی نے اقوام یورپ کے سیلاب استعمار کو آخری زمانہ کے دجالی فتنہ قرار دیا تو اس نے کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں کی بلکہ وہی کہا جو اس دور کے مسلمانوں کی زبانوں پر عام ہو چکا تھا۔ اس کا نیا اور انوکھا کارنامہ تو یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کو اس دجالی فتنہ کی اطاعت وامداد کرنے کی تلقین کی اور دین فروشوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کردی جس کا مذہب اس دجالی فتنہ کی تائید واطاعت کرنا اور اس کی جاسوسی کے

فرائض انجام دینا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یورپین اقوام کا موجودہ استعماری سیلاب وہی فتنہ آخر الزمان ہے یا نہیں جس کی خبر دی گئی ہے۔ اس کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بہت ممکن ہے کہ یہی فتنہ ترقی کر کے ان حالات کی شکل اختیار کر لے جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔ حالات جو ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد پیدا ہو چکے ہیں۔ احادیث کے بیان کردہ حالات سے بہت مماثلت رکھتے ہیں اور اس امر کا قوی امکان ہے کہ انہی حالات کا ارتقاء خوفناک صورت اختیار کر لے جن میں مسیح الدجال کا خروج واقع ہوگا۔ کیونکہ گزشتہ جنگ عظیم میں ''القدس'' اور ''دمشق'' مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔ فلسطین میں یہودیوں کا وہ ستر ہزار کا لشکر جو دجال کا معاون بنے گا پرورش پا رہا ہے۔ حرمین الشریفین کے چاروں طرف اقوام یورپ کا سیلاب استعمار گھیرا ڈال چکا ہے اور علمی ترقیات وایجادات کا سیلاب یورپ کی اقوام کو اس نقطہ کی طرف لے جا رہا ہے جہاں پہنچ کر وہ خدائی قدرتوں کی دعوے دار بننے والی ہیں۔ پس اگر ان حالات میں کفر و اسلام کے درمیان کوئی جنگ وقوع پذیر ہوگئی تو کچھ عجب نہیں کہ احادیث کی بیان کردہ پیش گوئیاں حرف بحرف اس کے حالات پر چسپاں ہونے لگیں اور اسی جنگ کے دوران میں مسلمان اپنے عسکری قائد سے محروم ہو جائیں جو شہادت کا رتبہ حاصل کر لے گا کسی موزوں ہستی کو حرم کعبہ میں طواف کرتے پا کر اپنا امیر و قائد منتخب کر لیں۔ ساری دنیا آلات نشر صوت پر کسی اور طریقہ سے یہ سن لے کہ مسلمانوں کو خلیفۃ المہدی یعنی امیر اور قائد مل گیا لیکن ان امور کے متعلق قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جب وقت آئے گا تو احادیث کے بیان کردہ حالات حرف بحرف پورے ہو جائیں گے۔ خواہ وقت کل آ جائے۔ بہر حال مسلمانوں کو اس کے متعلق

پریشان ہونے یا پریشان رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہیں صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ وقت حاضر میں وہ ان فرائض سے کس حد تک عہدہ برآ ہو رہے ہیں، جو دینی اور ملی حیثیت سے ان پر عائد ہوتے اور انہیں عمل کی دعوت دے رہے ہیں۔

تثلیثی مسیحیت اور دجالی مسیحیت کے اعتراضات

راقم الحروف نے مرزائیوں کے استفسارات کے جواب میں یہ سلسلہ مضامین شروع کیا اور اس کی چند اقساط کی براہین قاطعہ نے مرزائیوں کے دجالی کیمپ میں کھلبلی ڈال دی، تو قادیان کی دجالی مسیحیت نصاریٰ کی تثلیثی مسیحیت کا نقاب اوڑھ کر سامنے آ کھڑی ہوئی اور قادیانیوں کے اخبار ''الفضل'' نے اپنی ۱۰، اور ۱۱ جنوری ۱۹۳۵ء کی اشاعتوں میں ''راقم الحروف'' سے ایسے سوالات کیے جو مرزائیوں کے خیال میں عیسائیوں کی طرف سے اسلام کے صحیح عقائد پر وارد کیے جاتے ہیں۔ قادیانی چاہتے تھے کہ ''راقم الحروف'' کو اصل بحث سے ہٹا کر یکسر دوسرے مسائل میں الجھا دیں۔ اس لیے میں نے اس وقت اعلان کر دیا کہ ''الفضل'' کے ان سوالات کا جواب حسب موقع دیا جائے گا۔ ''الفضل'' کے سوالات اگرچہ تحقیق حق کے لیے نہیں۔ بلکہ حسب عادتِ مرزائیہ جدال طلبی ان کی محرک ہے۔ تاہم چونکہ یہ لوگ کم فہم اور کم علم لوگوں کے دلوں میں اسی قسم کے شکوک و شبہات پیدا کر کے انہیں گمراہ کرنے کے عادی ہیں۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ لگے ہاتھوں انکا جواب بھی لکھ دوں۔ ان سوالات کا ماحصل یہ ہے کہ اگر مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت زندگی اور ان کے رفع و نزول کے متعلق ان تمام حقائق پر ایمان رکھتے ہیں جو قرآن پاک میں مذکور ہوئے اور جن کا مجمل سا تذکرہ اقساط ماقبل میں آ چکا ہے تو ان کے پاس عیسائیوں کے ان اعتراضات کا کیا جواب ہے کہ اس محیر العقول زندگی کے باعث ان کی

الوہیت وابن اللّٰہیت مسلم ہوجاتی ہے۔ میں مناسب مواقع پر اس امر کی تشریح کر چکا ہوں کہ قرآن پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، زندگی اور رفع کی محیر العقول واقعات کی تصدیق کرنے کے باوجود نوع انسانی پر یہ حقیقت منکشف کر رہا ہے کہ وہ انسان اور اللہ کے ایک برگزیدہ بندے تھے۔ ان کی زندگی کے جتنے واقعات زمانہ کی روش سے متغائر نظر آتے ہیں ان کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ اللہ نے انہیں اپنی بعض مصلحتوں کے پیش نظر اپنی آیت بنایا۔ اللہ کی آیات اور بے شمار ہیں جو ہر دور اور ہر زمانہ میں ظاہر ہوتی رہی ہیں۔ انہی میں سے ایک آیت یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس قسم کی زندگی بخشی گئی۔ نصاریٰ نے ان کی زندگی کے واقعات سے متاثر ہوکر انہیں خدا اور خدا کا بیٹا بنالیا۔ قرآن پاک نے اس غلط عقیدہ کی تصحیح کردی اور کہہ دیا کہ وہ اللہ کے بیٹے نہ تھے بلکہ اس کے لاکھوں برگزیدہ بندوں اور رسولوں میں سے ایک تھے۔ مرزائیوں کا دعویٰ ہے کہ مرزائیت عیسائیوں کے ان لغو اعتراضات کا جواب دینے کے لیے معرض وجود میں لائی گئی اور عیسائی افراط کے مقابلہ میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنارہے تھے، قادیانی تفریط کا ڈھونگ کھڑا کیا گیا۔ جس کے پیشوا نے حضرت مسیح علیہ السلام کو گالیاں دیں اور ان کی جگہ چھیننے کی کوشش کی۔ لہٰذا وہ یعنی قادیانی یہ تاثر دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ عیسائیوں کی افراط کی ضد میں آکر ان کی یعنی قادیانیوں کی اس تفریط کو قبول کرلیں۔ (خواہ ایسا کرنے میں وہ قرآن کی دی ہوئی صحیح تعلیم سے منحرف ہونے پر مجبور ہوجائیں)۔

ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

دجالی مسیحیت کے سوالات

اب ان سوالات کو ملاحظہ فرمائیے جو قادیان کی دجالی مسیحیت نے تثلیثی

مسیحیت کی طرف سے نمائندہ ہوکر کیے ہیں۔

پہلا سوال: ”خداوند یسوع مسیح از روئے قرآن چونکہ ”کلمۃ اللہ“ اور روح اللہ ہیں اور از روئے احادیث پیغمبر اسلام۔ صرف وہ اور ان کی والدہ محترمہ مس شیطانی سے پاک ہیں، اس لیے ان کا ثانی کوئی نہیں ہوسکتا اور نہ کسی مذہب میں یہ طاقت ہے کہ خداوند جیسی اوصاف والی ہستی معرض وجود میں لاسکے۔“

الجواب: ”اسی سوال کے جواب میں قادیانی فی الفور یہ کہہ دے گا کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ نہیں کہا گیا اور حدیث نبوی (ﷺ) میں انہیں اور ان کی والدہ محترمہ کو مس شیطانی سے پاک ظاہر نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ قرآن پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہتا ہے اور خدا کی بین آیت ظاہر کرتا ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو معصوم یعنی مس شیطانی سے پاک قرار دیتے ہیں، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا کے نزدیک کسی اور بشر کا درجہ وہ یا اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا۔ اسلام کے نزدیک تمام انبیاء معصوم یعنی مس شیطان سے پاک ہیں اور اگر قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ”کلمۃ اللہ“، ”روح اللہ“ یعنی آیت اللہ ہونے کا درجہ دیا ہے تو حضور سرور کائنات ﷺ کو ﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ اور ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ اور اسی قسم کے دیگر خطابات سے نوازا ہے۔ جس کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں“۔

دوسرا سوال: ”اسلام خداوند مسیح تو کیا ان کے حواریوں جیسے اوصاف والی مقدس ہستیاں بھی پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا قرآن کے رو سے یہ ثابت ہے کہ حواریان

خداوندوحیِ الٰہی سے مستفیض فرمائے گئے۔ جیسے ﴿وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيِّيْنَ﴾ کی آیت سے ثابت ہے‘‘۔

جواب: یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواری بھی اسلام ہی کے پیرو تھے۔ اس اسلام کے جو حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے عہد میں آ کر پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ لہٰذا عیسائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں پر مسلمانوں سے زیادہ حق جتانے کے اہل نہیں۔ باقی رہا حواریوں پر وحی کے نزول کا معاملہ سو عام وحی کا نزول تو حیوانات وجمادات پر بھی قرآن میں ثابت ہے۔ وحی نبوت ووحی رسالت حضرت ختمی مرتبت پر پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔

ایک واقعہ

میں اس سلسلہ میں ایک واقعہ قلمبند کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو راقم الحروف کو لڑکپن میں پیش آیا۔ عاجز ہائی کلاس میں جالندھر کے امریکن مشن ہائی اسکول میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اسی ماحول میں رہنے کے باعث مجھے تحقیق مذاہب کا شوق لاحق ہوا۔ پادری صاحب ایک روز انجیل پڑھا رہے تھے اور پولس رسول کی کتاب سے اس واقعہ کو پڑھ کر سنا رہے تھے۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر روح القدس کے نزول کا تذکرہ بیان کیا گیا ہے۔ شیطان نے جو آج ’’الفضل‘‘ قادیان کی شکل میں متذکرہ صدر سوال کر رہا ہے۔ میرے دل میں وسوسہ ڈال دیا کہ امت عیسوی علیہ السلام پر تو روح القدس نازل ہو، لیکن امت محمدی ﷺ جو ’’خیر الامم‘‘ اور ’’افضل الملل‘‘ ہے۔ اس برکت ونعمت سے محروم رہ جائے۔ چند لمحے اس وسوسہ نے میری طبیعت کو خلجان میں مبتلا رکھا۔ لیکن معاً مجھے سورۃ القدر یاد آ گئی۔ اور میں نے دل ہی دل میں پڑھنا شروع کیا ﴿اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا

اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝﴾ ’’بے شک ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اُتارا۔ اے پیغمبر تجھے کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے۔ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کی اجازت لیکر اترتے ہیں اور ہر امر سے سلام بھیجتے ہیں۔ تاآنکہ صبح پھوٹ پڑتی ہے‘‘۔

جب میں تنزل الملئکۃ والروح پر پہنچا تو یہ حقیقت کبریٰ میرے دل پر منکشف ہوگئی کہ امت محمدیہ پر ملائکہ اور روح القدس کا نزول ہر سال ’’لیلۃ القدر‘‘ میں ہوتا ہے اور امت عیسوی میں ایسی مثال صرف ایک دفعہ ملتی ہیں، پس اس قسم کے وساوس جو مرزائی شیاطین کی طرف سے مسلمانوں کے قلوب میں عام طور پر ڈالے جارہے ہیں، یکسر بے حقیقت ہیں۔ جن میں محض لفظی ہیر پھیر اور کتمان حقیقت سے کام لیا جاتا ہے۔

قادیان کی دجالی مسیحیت کے نمائندہ ’’الفضل‘‘ کا تیسرا سوال حسب ذیل ہے:

تیسرا سوال: ’’وہ طاقتور ہستی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی اصلاح فرمانے کے لیے ظہور فرمایا۔ اسی خداوند کو خدا باپ نے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی امت کی اصلاح وامداد کے لیے آسمان سے نازل کرنے کا بزبان پیغمبر اسلام بقول محمدیاں وکتب محمدیاں پیغام سنایا اور پیغمبر اسلام کے اس پیغام پر محمدی حضرات صدق دل سے ایمان لاکر تا ایں دم خداوند کی امداد اور آسمان سے نازل ہونے کے منتظر ہیں۔ پیغمبر اسلام نے ہمارے خداوند کو نہ صرف اصلاح کرنے اور امداد دینے والا ہی فرمایا بلکہ ان کی مقدس ذات کو حکم اور عدل بھی اپنے ان اقوال میں کہا جن کو حدیثیں کہتے ہیں اور یوں خداوند کے کام کی محمدیوں میں منادی کی‘‘۔

جواب: حیران ہوں کہ اس بے معنی سوال کا مطلب کیا ہے؟ کیا ''الفضل'' یہ چاہتا ہے
چونکہ عیسائی مسلمانوں کو طعن دے رہے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے درجہ کی تعریف کی ہے اور انہیں حکم وعدل بتایا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے مبارک کام کی محمدیوں میں منادی کی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ قرآن پاک اور
حدیث شریف کے ارشاد کو بالائے طاق رکھ کر مرزائے قادیانی کی طرح حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کو گالیاں دینے لگ جائیں۔ جنہیں خدا تعالیٰ ﴿وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾
کہہ رہا ہے۔

باقی رہا یہ قصہ جو اس سوال میں مذکور ہوا ہے اور جسے مرزائی بھی بڑے زور سے اپنا
رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کی دینی اصلاح کے لیے اس وقت آئیں گے
جب امت محمدی گمراہ ہو چکی ہوگی، اس کی سند احادیث وقرآن سے کہیں نہیں ملتی۔ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کا نزول علامت قیامت کے طور پر ہے۔ جس کے سلسلہ میں حسب ذیل کام
ان کے ہاتھوں پورے ہوں گے۔

قتل دجال، کسر صلیب، قتل خنزیر، رفع جزیہ ان میں کہیں مذکور نہیں کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ کی (جو گمراہ ہو چکی ہوگی) دینی اصلاح کریں گے۔ ان کا نزول
یہودیوں اور عیسائیوں پر ہر طرح سے اتمام حجت کرنے کے لیے ہوگا اور امت محمدیہ کے
صادقین ان کے نزول سے پہلے ہی اپنے فرائض انجام دے رہے ہوں گے۔ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام یقیناً اسلامی لشکر میں شامل ہو کر دجالی لشکر سے جنگ کریں گے اور اس طرح
اسلام اور مسلمانوں کی امداد فرمائیں گے۔ وہ پہلے بھی اسلام ہی کے پیغمبر تھے اور نبوت لیتے
وقت بارگاہ ایزدی میں یہ میثاق کرچکے تھے کہ میں بشرط زندگی آخری نبی پر ایمان لاؤں گا اور

اس کی مدد کروں گا۔ مرزائیوں کا یہ طرز عمل کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسلام سے متغائر
بلکہ اس کا مدمقابل بنا کر مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ ان کے صحیح درجہ کو
قبول کرنے سے انکار کردیں۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بھی ہمارے جیسے یعنی
مسلمانوں کی طرح تھے اور جب آئیں گے تو بھی مسلمانوں میں ہوں گے۔ عیسائی جو انہیں
خداوند کہہ کر پکار رہے ہیں۔ ان پر کسی قسم کا حق نہیں رکھتے۔

قادیان کی دجالی مسیحیت کے نمائندہ ''الفضل'' کا

چوتھا، پانچواں اور چھٹا سوال: یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق
متذکرہ صدر عقائد رکھنے سے حضور سرور کائنات ﷺ پر ان کے درجہ کی برتری ثابت ہوتی
ہے۔ یعنی ان کا آسمان پر اٹھایا جانا۔ اتنی لمبی عمر پانا، پھر زمین پر نازل ہونا اور بقول ان کے
اس امت کی اصلاح کرنا جسے حضور سید المرسلین ﷺ کی تربیت وتعلیم بھی راہ راست پر نہ
رکھ سکی۔ ایسے امور ہیں جن سے حضرت ختمی مرتبت پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برتری ظاہر
ہوتی ہے۔

اس سے زیادہ لغو سوال اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ خدا کے نزدیک انبیائے کرام علیہم
السلام کی تفضیل کا معیار یہ نہیں جو اوپر بیان ہوا اور نہ دنیا میں انسان کسی انسان کو روحانی طور
پر اس بنا پر برتر خیال کرسکتا ہے کہ فلاں کو موٹر یا طیارہ مل چکا ہے، یا فلاں مریخ کی سیر کر آیا
ہے یا فلاں کی عمر زیادہ ہے۔ اس سوال کا جواب کہ خداوند کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کو کفار کے ہاتھوں بچا کر آسمانوں پر اٹھالیا۔ لیکن حضرت ختمی مرتبت ﷺ کو ایسی حالت
میں ہجرت کا حکم دیا۔ انہیں آسمانوں پر کیوں پناہ نہ دی۔ وہ واقعات شہادت دے رہے ہیں
جو ہجرت کے بعد ظہور پذیر ہوئے اور جنہوں نے نوع انسانی کی تقدیر پلٹ کر رکھ دی۔

مسلمان اگر حضرت ختمی مرتبت ﷺ کا درجہ دیکھنا چاہیں تو انہیں قرآن پاک اور اس کی ان آیات کو پیش نظر رکھنا چاہیے جن میں تکمیل دین، ختم رسالت، معراج اور میثاق النبیین کا ذکر کیا گیا ہے اور اگر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت کا قصہ لے بیٹھیں تو ان کے ساتھ بحث کرنے اور اس بحث کے سلسلہ میں مرزائے قادیانی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دینے کی بجائے انجیل ہی دکھا دینی چاہیے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے متعلق کیا کہہ گئے ہیں، ''یوحنا'' کی انجیل باب ۱۴ میں لکھا ہے۔ ''اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار (وکیل اور شفیع) بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی سچائی کا روح جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی''۔ (آیت ۱۶ اور ۱۷) ''میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کیں۔ لیکن مددگار (وکیل اور شفیع) یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا۔ وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا'' (مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ)''۔ (آیت ۲۵ و ۲۶) ''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار (سرور کونین ﷺ) آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں''۔ (آیت ۳۰) ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار (وکیل و شفیع) تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راست بازی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن وہ یعنی سچائی (دین کامل) کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے۔ ﴿وَمَا

يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى﴾ (آیت ۷، تا آیت ۱۴)

انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان ارشادات کی موجودگی میں اگر عیسائی حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے فیضان رحمت سے محروم رہیں تو ان کی مرضی۔ مسلمان مرزائیوں اور ان کے پیشوا کی طرح یہ نہیں کر سکتے کہ عیسائیوں کی ضد میں آ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بُرا بھلا کہنے لگیں اور اسی طرح مردود ہو جائیں۔ جس طرح عیسائی اور مرزائی ایک یا دوسرے اولوالعزم نبی کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہو کر مردود ہو چکے ہیں۔ عیسائیوں کی تثلیثی مسیحیت اور مرزائیوں کی دجالی مسیحیت میں اسلام کی تخریب کے لیے جو چولی دامن کا ساتھ ہے اور جو خفیہ معاہدہ ہو چکا ہے۔ اس پر اس سلسلہ مضامین کے آخر میں روشنی ڈالی جائے گی۔

لاہوری مرزائیوں کی منطقی موشگافیاں

استفسارات کے سلسلہ میں ایک لاہوری مرزائی نے بھی راقم الحروف سے چند سوالات کیے ہیں۔ جن کی حیثیت منطقی موشگافیوں سے زیادہ نہیں یہ سوالات اور ان کے جواب ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

سوال نمبر۱: ہمارا ایمان ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہو گیا۔ اب قیامت تک وحی رسالت اور باب نبوت بند ہو چکا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف اور احادیث شریف سے ثابت ہے تو:

۱..... یہ آپ کس طرح مانتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم دوبارہ تشریف لائیں گے جب کہ نبوت اور وحی رسالت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے اور قرآن ''خاتم الکتب'' سماوی ہے۔

الجواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے سلسلہ میں جو نصائص قرآن حکیم میں ملتے

ہیں اور جو خبریں احادیث صحیحہ میں دی گئی ہیں ان میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اجرائے وظیفہ نبوت کے لیے ہوگی اور ان پر قرآن پاک کے علاوہ کوئی اور نئی آسمانی کتاب نازل ہوگی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا مقصد قرآن کی رو سے ﴿عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ سے زیادہ نہیں۔ جیسا کہ میں اسی سلسلہ مضامین قرآن حکیم کے نصوص بیان کر کے دکھا چکا ہوں۔

سوال (ب): حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرآن مجید اور احادیث شریف، ائمہ اور مجتہدین کے اقوال سے ثابت ہے اور ہندوستان کے مشہور حضرات مثلاً ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر محمد اقبال، خواجہ حسن نظامی اور یوسف علی وغیرہ وغیرہ وفات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔

الجواب: میں لکھ چکا ہوں کہ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ متقدمین ومتاخرین میں کون کون سے علماء وفات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے، یا ہیں، لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں مسیح کے زندہ ہونے اور دوبارہ آنے کی خبر دی ہے اور قرآن کریم کی آیات سے بھی یہی ثابت ہے۔ اگر بعض حضرات وفات مسیح کے قائل ہیں تو ہوا کریں، مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں۔

سوال (ج): اگر حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ آسمان سے نزول فرمائیں۔ تو لامحالہ ان کو قرآن شریف کی تعلیم پر چلنا اور پڑھنا ضروری ہوگا۔ اگر ان کا یہ فعل خدا کے حکم کے ماتحت ہوگا جو جبرئیل کے ذریعے ان کو ملے گا تو یہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔ کیونکہ وحی رسالت کا دروازہ بند ہے۔

الجواب: میں اس امر کی تشریح کر چکا ہوں کہ جس دین کی تبلیغ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور

دیگر انبیائے کرام نے اپنے اپنے عہد رسالت میں کی، وہی دین حضرت ختمی مرتبت ﷺ نے پایۂ تکمیل کو پہنچایا، لہٰذا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن حکیم پر عمل کریں گے تو یہ ان کی شان نبوت کے خلاف امر کیوں ہوگیا۔ باقی رہا یہ سوال کہ وہ ایسا کیوں کریں گے۔ آیا ان کو وحی کے ذریعے ایسا کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم انہیں اور دیگر انبیا کو اسی روز دیا گیا۔ جس روز ان کو اکرام ذوالجلال نے نبوت ورسالت کے منصب سے نوازا تھا اور ان سے وعدہ لے لیا تھا کہ اگر وہ ظہور ختم المرسلین ﷺ کے عہد کو پائیں تو ان کی رسالت یعنی ان کی لائی ہوئی کتاب پر ایمان لا کر ان کی مدد کریں۔ اسی مقصد کے لیے ان پر کسی تازہ وحی کے نزول کی ضرورت نہیں۔

اسی سوال کے ضمن میں یہ بھی پوچھا گیا ہے کہ اگر آپ کہیں کہ وہ امتی ہو کر آئیں گے تو صاحب شریعت اور مستقل نبی کو کس جرم کی بنا پر معزول کیا جائے گا، اگر وہ اس عہد جلیلہ سے اتار کر ایک امتی بنائے جائیں گے تو یہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ کسی رسول کو مطیع بنانے کے لیے نہیں بھیجتے بلکہ مطاع بنانے کے لیے بھیجتے ہیں۔

اس منطقی موشگافی کا جواب بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا ”میثاق النبیین“ والی آیت اس امر پر شاہد دال ہے کہ تمام انبیائے کرام بشرط زندگی حضرت ختمی مرتبت ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے یعنی ان کی امت میں شامل ہونے کا وعدہ کر چکے ہیں۔

سوال (د): ہر رسول سے قیامت کے دن اس کی امت کے بارے میں سوال ہوگا۔ کیا امت محمدیہ کے متعلق حضرت محمد ﷺ کافی نہیں کہ آپ اور حضرت مسیح دونوں سے سوال کیا جائے گا۔ حالانکہ قرآن شریف میں ”سورۂ مائدہ“ کے آخر میں صاف درج ہے کہ

''مسیح'' سے صرف اس کی امت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

الجواب: یہ آپ سے کس نے کہا کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ کے متعلق بھی مسئول ہوں گے۔ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ ان سے امت محمدیہ کے متعلق کوئی سوال کیا جائے گا۔ البتہ وہ اپنی امت کے گمراہ ہوجانے اور ان پر آخری دور میں یعنی قیامت کے قریب ایمان لانے کے متعلق شہادت دیں گے۔

سوال(س): ایک طرف آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح قیامت سے کچھ پہلے آئیں گے اور دنیا سے کفر کو مٹادیں گے اور کافر ان کی پھونکوں سے ہلاک ہوجائیں گے۔ دوسری طرف قرآن شریف میں موجود ہے ﴿وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ﴾ کہ قیامت تک یہود اور نصاریٰ میں عداوت رہے گی۔

الجواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے مقاصد احادیث شریف میں بالتشریح مذکور ہیں اور ان کے ساتھ ہی یہ بھی بتادیا گیا کہ قتل دجال کے بعد مسلمانوں کو کفار پر ایک دفعہ غلبۂ کامل حاصل ہوجائے گا لیکن کچھ عرصہ کے بعد کفار میں سے ایک قوم پھر خروج کر کے مسلمانوں کو پریشان کردے گی اور مسلمان پہاڑوں پر پناہ لینے کے لیے مجبور ہوجائیں گے۔ جہاں وفات پاجائیں گے۔ اس کے بعد خدا کو ماننے والا ایک متنفس بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا اور کفار جو یقیناً آپس میں بغض وعداوت رکھیں گے۔ اس کرۂ ارضی کو اپنے ظلم سے معمور کردیں گے انہی پر قیامت آئے گی۔

سوال(ص): کیا آپ کے موہومہ مسیح کے بعد بھی مجدد دین آتے رہیں گے، جیسا کہ اس امت کے لیے وعدہ ہے۔

الجواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد جیسا کہ میں تشریح کرچکا ہوں تجدید واحیائے

دین سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ یہ آمد محض ''علم للساعة'' کے طور پر ہے۔ جس کے بعد قیامت آجائے گی۔ لہٰذا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال(ض): قرآن شریف (سورۂ نور، رکوع ۷) ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ دین کی اشاعت کے لیے خلیفہ بھیجتا رہوں گا اور حضور ﷺ نے اس کی یوں تفسیر فرمائی ہے کہ **إن الله يبعث فی هذه الامة علی رأس کل مائة سنة من يجدد لها دينها،** اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک ایسا شخص بھیجتا رہے گا جو اس دین کو تازہ کرے گا۔

اگر قرآن شریف کی مندرجہ بالا آیت شریف اور حدیث شریف کے مطابق تیرہ سو سال سے مجدد آتے رہے اور جو آج بھی مجدد کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس صدی کے نصف سے زائد گزر جانے پر مجدد کا نام ونشان بھی نہیں۔ اب تو پندرھویں صدی کے مجدد کا زمانہ قریب آرہا ہے۔ کیا چودھویں صدی خالی ہی جائے گی اور (نعوذ باللہ رب العالمین) اس کے رسول مقبول کا وعدہ پورا نہ ہوگا؟

الجواب: امت مسلمہ میں ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' کرنے والے صلحاء ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور کسی قسم کی شہرت کی خواہش یا دعوے کے بغیر اپنا کام کرجاتے ہیں۔ کوئی لمحہ خدا کے بندوں سے خالی نہیں گزرتا۔ باقی رہا ہر صدی کے سرے پر مجدد کی آمد کا مسئلہ تو اس سے ہر مسلمان کے لیے مجدد وقت کو پہچاننا اور اس پر ایمان لانے کی شرط اسلام قرار دینا ضروری اور صحیح نہیں۔ مجدد آتے اور اپنا کام کرجاتے ہیں۔ لہٰذا تیرھویں صدی ہجری کے سرے پر بھی حسب فرمودۂ رسول اللہ ﷺ ضرور کوئی شخصیت دنیائے اسلام میں پیدا ہوئی ہوگی، جس کے ظاہری اور باطنی فیضان سے چودھویں صدی ہجری کے مسلمان مستفیض

ہو رہے ہیں۔ یہ سوال کہ وہ مجدد کون تھا؟ چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔

ایک اور لاہوری مرزائی جناب محمد صادق صاحب ہیڈ ماسٹر سنوری گیٹ پٹیالہ نے ''پیغام صلح'' میں راقم الحروف سے یہ استفسار کیا ہے:

''مکرمی خان صاحب! السلام علی من اتبع الهدیٰ۔ میں آپ کے اخبار ''احسان'' کا تقریباً روزانہ مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ جماعت قادیان کی مخالفت کی وجہ تو میری سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے اپنے امام کی وصیت کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے سید المرسلین ﷺ کے بعد آں حضور کے ایک متبع کو نبی بنا دیا اور اس طرح سے اس سید الانبیاء ﷺ کی ہتک کے مرتکب ہوئے اگر ''جماعت احمدیہ'' قادیان کے ساتھ آپ کی مخالفت کی بنا اجرائے نبوت کے عقیدہ ہے تو پھر جماعت احمدیہ لاہور کی مخالفت کے لیے آپ کے پاس کون سے وجوہ ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور کے معزز اراکین بار بار اپنے عقائد کا اعلان کر چکے ہیں اور ان میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی وجہ اسلام میں کسی قسم کا فتنہ پیدا ہوتا ہو۔ آپ اور ہم سب کا خدا ایک، سب کا رسول ایک، سب کا قرآن ایک، سب کا ملائکہ اور یوم آخرت پر ایمان۔ ان باتوں پر تو ایمان لا کر ایک دہریہ بھی پکا مسلمان ہو جاتا ہے، تو پھر اس جماعت سے آپ کی بنائے مخاصمت کیا ہے؟

الجواب: اگر سچ پوچھتے ہو تو لاہوری مرزائیوں سے میری بنائے مخاصمت یہ ہے کہ یہ لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی کو اسلام کی تعلیم کے منافی سمجھ لینے اور جان لینے کے باوجود اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ اسے نہ صرف مسلمان بلکہ ایک برگزیدہ مسلمان ثابت کریں۔ لاہوری مرزائیوں کے اکثر لوگ سمجھ چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی مفتری اور کذاب تھا۔ ان میں کے بعض لوگ اپنے دلوں میں اسے مخبوط الحواس قرار دیتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود محض ہٹ دھرمی کی بنا پر دجل وزور کی اس دکان کو چمکانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، جس کے فریب خوردہ گاہک وہ بن چکے ہیں۔ لاہوری مرزائی کہتے ہیں کہ ''مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات'' میں جو دعاوی انبیائے کرام علیهم السلام کی توہین اور صلحائے امت کی تذلیل پر مشتمل ہیں۔ وہ محض شطحیات یعنی مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور نبی، رسول یا تشریعی نبی ہونے کے متعلق اس کے جتنے دعاوی ہیں۔ وہ بطور مجاز واستعارہ استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن محدث، ملهم من الله، مامور من الله اور مسیح موعود ہونے کے متعلق جو دعاوی ہیں، وہ صحیح ہیں۔ یہ پوزیشن عقلی حیثیت سے کس قدر فرومایہ استدلال ہے۔ اگر تم مرزائے قادیانی کے دعاوی نبوت ورسالت کو مجاز یعنی بناوٹ پر محمول کرتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ اس کے محدث، ملہم، مجدد، مامور اور مسیح ہونے کے دعاوی کو بھی بناوٹ نہیں سمجھتے اور موخر الذکر دعاوی کو تسلیم کرنا شرط ایمان قرار دیتے ہو اور ان دعاوی کے جواز کے لیے قرآن پاک اور احادیث کے معانی میں تحریف وتاویل کرنے سے بھی محترز نہیں رہتے اگر اس شخص کے دعاوی کا ایک حصہ اس کے دماغی توازن کی خرابی کا نتیجہ تھا، یا مجاز واستعارہ تھا تو اس کے دعاوی کا دوسرا حصہ کس طرح واجب التسلیم ہوگا۔ سوال یہ نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ سوال یہ ہے کہ جس شخص کو تم نے اپنا پیشوا بنا رکھا ہے۔ اس کے اقوال واعمال شریعت غرائے اسلامیہ کی روشنی میں کیسے تھے؟ تم کہتے ہو کہ تم یعنی لاہوری مرزائی خدا کی وحدانیت، محمد عربی ﷺ کی رسالت کاملہ، قرآن پاک، ملائکہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے اشخاص کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے۔ لیکن تمہارا عمل یہ ہے کہ مستفسر نے اسی استفسار میں ''راقم الحروف'' کو اسلامی طریق سے سلام کہنے کے بجائے ''والسلام علی من اتبع الهدیٰ'' کا وہ جملہ لکھا ہے، جو مسلمان کفار کے لیے استعمال

کرتے ہیں۔تم کہتے ہو کہ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھنے ان کے جنازوں میں شامل ہونے اوران کے ساتھ رشتہ ناطہ کے تعلقات قائم رکھنے میں کوئی عذر نہیں۔لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ تم نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ تعمیر کررکھی ہے اور کبھی مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیتے۔اسی لاہور میں عیدین کی نماز تم مسلمانوں سے الگ ہو کر ادا کرتے ہو۔تم کہو گے کہ اہل حدیث بھی تو ایسا کرتے ہیں۔ اگر وہ کرتے ہیں، تو وہ بھی غلطی کے مرتکب ہورہے ہیں۔باقی رہا یہ سوال کہ تمہارے عقائد جو تم ظاہر کرتے ہو، آیا تمہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں، یا نہیں؟ اس کا فیصلہ تمہیں دین اسلام کے جید علماء کے سامنے اپنے عقائد پیش کر کے حاصل کرنا چاہیے اور سب سے پہلے تمہیں مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق اس کے اقوال واعمال کی بناء پر فتویٰ حاصل کرنا چاہیے۔ اگر تم یہ نہیں کرتے تو مسلمان تمہارے متعلق یہی سمجھنے پر مجبور ہیں کہ تم بھی ذرا مختلف رنگ میں تخریب دین اسلام کا وہی وظیفہ بجالارہے ہو جس کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنا ایمان اغیار کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا اور امت مسلمہ میں ایک ایسے فتنہ کی بنیاد رکھ دی جس کی جان کو ہم آج تک رو رہے ہیں اور نہ معلوم کب تک روتے رہیں گے۔

قادیانی تحریک اوراس کا پس منظر

قادیانیت کی تحریک جو کسی قدر ترقی پاکر اسلام اور دنیائے اسلام کے لیے ایک زبردست خطرہ بن چکی ہے۔آج کل مسلمانان عالم کے تمام چھوٹے بڑے طبقات کی توجہات کو اپنی جانب جلب کررہی ہے۔علمائے دین قیم نے اس مذہب کے بانی کے ملحدانہ دعاوی کو اسی روز بھانپ لیا تھا، جس روز کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کا اعلان کیا تھا۔ علمائے کرام کا کام یہی تھا کہ ایک نئے فتنے کو دین حقۂ اسلام کی مسلمات کے معیار پر پرکھ کر

اس کے کھرے یا کھوٹے ہونے کا اعلان کردیتے اوراس فتنہ کا سد باب کرنے کے لیے ارشاد وتبلیغ کے حربہ کا استعمال کرتے۔ ہندوستان کے حالات اس سے زیادہ ہمت یا اقدام کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔حکومت کا اقتدار سات سمندر پار سے چل کر آنے والی غیر مسلم قوم کے ہاتھ میں تھا۔حکومت اسلامی کے زوال کے باعث احتساب شرعی کا کوئی محکمہ موجود نہ تھا، جو الحاد وارتداد کے اس فتنہ کو سیاستاً دبا سکتا۔لہٰذا علمائے اسلام کی مساعی کے باوجود مرزائیت کے ''دجل'' کی یہ دکان چل نکلی اور لوگ جو اس کے منافی اسلام تعلیم کو دیکھتے اور جانتے تھے حیران ہو ہو کر کہنے لگے کہ آیا مرزا غلام احمد اور اس کے متبعین نے محض دکانداری اور جلب منافع دنیوی کے لیے یہ نئی قسم کی ایک گدی قائم کرلی ہے، یا اس کی تہہ میں کوئی اور محرکات کام کررہے ہیں۔عام طور پر یہی سمجھا گیا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے زمانہ کی الحاد پرور فضا سے فائدہ اٹھا کر حصول دنیا کے لیے یہ ڈھونگ کھڑا کیا اور سادہ لوح اور حقیقت دینی سے ناآگاہ اشخاص کو اپنے دام فریب میں پھنسا کر ایک گروہ پیدا کرلیا۔ جس کا داخلی نظم کس قدر باقاعدہ بنالیا گیا۔مرزا غلام احمد جو طرح طرح کے ملحدانہ دعاوی کرنے سے پہلے اپنے وقت کے عام مولویوں کی طرح ایک مولوی تھا۔ وعظ کہنے اور عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کے ساتھ مناظرے کرنے کے باعث خاص شہرت حاصل کرچکا تھا اور کچھ لوگ اس کی ان کوششوں کو استحسان کی نظروں سے دیکھتے اور اس کے متعلق حسن ظن رکھتے تھے۔جب تک مرزا صحیح خطوط پر کام کرتا رہا اس وقت کے عالمان دین نے اس کا ساتھ دیا۔اس کے کام کو سراہا اور اس کی مساعی کی تعریف کی۔لیکن جونہی اس نے نیا بھیس بدل کر تخریب دین پر کمر ہمت باندھ لی۔علماء اسلام نے اپنے فرض کو پہچانا اور اس سے الگ ہوگئے۔لیکن اس دور کے علماء ومصرین مرزائے قادیانی کے اس عصیان کو محض اس کی ذاتی

حرص وہوا کا نتیجہ سمجھتے رہے اور خیال کرتے رہے کہ مقصد محض منافع دنیوی کے حصول کے لیے ایک گدی کا قائم کرنا اور بیوقوفوں کی ایک جماعت حاصل کرنا ہے۔اس سے زیادہ اس تحریک کی تہہ میں اور کوئی محرکات کام نہیں کررہے۔

علمائے اسلام نے قادیان کی گدی قائم ہونے اور قادیانی جماعت کے ظہور پذیر ہونے کو اس دور کے لوگوں کی علم دین سے بے خبری پر محمول کیا، جو انگریزی حکومت اور انگریزی تعلیم کے باعث مسلمانان ہند میں عام ہو چکی تھی۔ لہٰذا اس تحریک کی حقیقی اہمیت عوام وخواص کی نظروں سے ایک طویل عرصہ اوجھل رہی تا آنکہ یہ فتنہ اور اس فتنہ کے پس پردہ کام کرنے والی محرکات اپنی حقیقی شکل میں سامنے آنے لگیں اور ہر جگہ کے مسلمان محسوس کرنے لگے کہ جس پودے کو آج سے پچاس سال پہلے ”قادیان“ ایسے گمنام گاؤں میں لگایا گیا تھا۔اس کے برگ وبار کا نشوونما مسلمانان عالم کے دین ودنیا کے لیے کیا معنی رکھتا تھا اور اس پودے کی کاشت، آبیاری اور نگہداشت کن مقاصد کے پیش نظر کی جارہی تھی۔ نیز اس کی ترقی، اس کے زیر سایہ آنے والوں کے داخلی نظم اور ان کے حد سے بڑھے ہوئے حوصلوں اور ان کے امراء وقائدین کی بے سروپا تعلیوں کے حقیقی اسباب وعلل کیا تھے؟ ان امور کو سمجھنے کے لیے اس پس منظر کا نقاب اُلٹ کر ایک نظر دیکھنا ضروری ہے، جو اس تحریک کے لیے بمنزلہ اساس کے ہے۔اس پس منظر کی حقیقت سمجھے بغیر کوئی صاحب ہوش وخرد انسان اس استعجاب کا شکار نہ رہے گا کہ مرزائی مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام کے اس قدر دشمن کیوں ہیں اور یہ دیکھنے کے باوجود کہ مرزا غلام احمد کے اقوال نفی اسلام ہونے کے علاوہ نہایت مضحکہ خیز اور عقل انسانی کی بیّن توہین ہیں، وہ کیوں اسی کا دم بھرتے ہیں اور اس سلسلہ میں شامل رہنے پر مصر ہیں۔اس مذہب کو ہندوستان میں جو تھوڑا بہت فروغ حاصل

ہوا۔اس کی وجہ کیا ہے؟ اور مرزائیت کی تبلیغ کے بہانہ سے خارجہ ممالک میں جو مشن بھیجے جارہے ہیں ان کی حقیقی غرض وغایت کیا ہے؟ اس میں شک نہیں کہ اس گروہ میں کچھ فریب خوردہ لوگ بھی شامل ہیں۔لیکن پڑھے لکھے آدمیوں کی اکثریت کے اس تحریک میں شامل ہونے کے وجوہ یکسر دوسرے ہیں، جو ان اسباب وعلل کو جان لینے کے بعد پوری طرح منکشف ہو جاتے ہیں۔جو خفیہ طور پر اس فتنہ کو کھڑا کرنے کا موجب بنے۔

قادیانی فتنہ کی حقیقت واہمیت معلوم کرنے کے لیے سب سے پہلے ان حالات وکوائف پر ایک نگاہ ڈالنا ضروری ہے جو انیسویں صدی مسیحی اور اس کے نصف آخر میں تمام ممالک اسلامی کو اور مسلمانان ہند کو عام طور پر پیش آتے رہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں یورپ کی استعمار جو قوموں نے ایشیا اور افریقہ کی ان سرزمینوں پر جن میں مسلمان آباد تھے۔ ہلا بول رکھا تھا اور اسلامی ممالک یکے بعد دیگرے ان مسیحی اقوام کے زیر نگین ہوتے چلے جارہے تھے، مسلمانوں کی دوازدہ صد سالہ تاریخ میں پہلا موقع تھا، جب عیسائیت نے ان پر دنیوی اقتدار حاصل کرنا شروع کیا۔اس سے پہلے عیسائیوں اور مسلمانوں میں جس قدر جنگیں ہوتی رہی، ان میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہتا تھا اور یورپ کی مسیحی دول کئی دفعہ صلیبی جنگیں کر کے مسلمانوں کے مقابلہ میں ناکامی ونامرادی کا منہ دیکھ چکی تھیں۔اس صدی کے تصادم اور اس میں عیسائیوں کا پلّہ بھاری رہنے کے باعث یورپ کی مسیحی دول کے مدبروں کے ان مسائل پر غور کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو انہیں آزاد اسلامی ممالک یا مفتوح مسلمان قوموں کے مقابلہ میں اپنا اقتدار قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لیے پیش آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ہر جگہ مسلمانوں کی مذہبیت ان کے مقاصد کی راہ میں حائل ہورہی ہے۔ مسلمانوں کا جذبہ جہاد ان کے اقدام کے لیے زبردست خطرہ ہے اور مسیحیت کا مذہبی پیغام

جو افریقہ کی غیر مسلم اقوام کو نہایت آسانی سے مغربی استعمار کا مطیع و منقاد بنانے میں کامیاب ہو رہا ہے۔ اسلام کے مقابلہ میں کامیاب ہوتا نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ تھی کہ انگلستان کا وزیر اعظم مسٹر گلیڈ اسٹون اور فرانس و روس کے بعض مدبروں اور پادریوں نے صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ جب تک قرآن حکیم موجود ہے مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں کے مذہبی اور دنیوی اقتدار کو خطرہ لاحق رہے گا۔ یورپ والے دیکھتے تھے کہ اسلامی ممالک میں جہاں جہاں وہ اپنے استعمار کا پرچم لے کر پہنچتے ہیں۔ مسلمانوں کا مذہبی جذبہ ان کی مخالفت پر کمر بستہ نظر آتا ہے۔ اگر افغانستان محمد اکبر خاں اور ہندوستان مغل مرزا اور بہادر شاہ ظفر ایسے مجاہد پیدا کرتا ہے، تو سوڈان اور سمالی لینڈ میں محمد المہدی اور ملائے کبیر ایسے قائدین پیدا ہو کر ان کی استعماری اسکیموں پر ضرب کاری لگاتے ہیں اور تیونس، الجزائر، مراکش، مصر، طرابلس، غرض ہر جگہ انہیں ایک ہی قسم کے خیالات اور ایک ہی نوع کے جذبات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ ان حالات میں انہوں نے مسلمانوں کے دلوں سے مذہبیت کا اثر زائل کرنے اور ان کے درمیان طرح طرح کے دینی فتنے کھڑے کرنے اور ترقی دینے کی تجاویز سوچنی شروع کر دیں۔ جس کا ایک نمایاں اثر ہم اس دنیوی طریق تعلیم میں دیکھ رہے ہیں، جو ہر جگہ مسلمانوں کو مذہب سے بیگانہ بنا رہا ہے اور اس قسم کی کوششوں کا دوسرا نتیجہ مختلف قسم کی ملحدانہ تحریکات کی شکل میں رونما ہوا، جو تخریب دینی کے لیے معرض ظہور میں لائی گئیں۔ ایسی ہی تحریکات میں سے ایک تو ''بہائیت اور بابیت'' کی وہ تحریک ہے جس نے روسی ڈپلومیسی سے ہر قسم کا فیض حاصل کر کے ایران کی وحدت ملی کو خراب کرنا شروع کر دیا تھا اور دوسری تحریک یہی فتنہ قادیان کی ہے جس کے مقاصد کی تشریح میں آگے چل کر کروں گا۔

''مرزائیت'' کی تولید کی حقیقت سے شناسا ہونے کے لیے یہ جان لینا ضروری ہے کہ عہد زار کے روسی استعمار نے ایران میں نفاق کا بیج بونے کے لیے محمد علی باب کو پیدا کیا۔ جس نے ایران میں ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈال دی اور روسی خزانہ کی امداد کے بل پر اپنے پیرووں کی ایک قومی جماعت کھڑی کر لی۔ جس نے ایران میں بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ ایرانی مسلمان اس فتنہ کا سر بزور شمشیر کچلنے میں کامیاب ہو گئے اور اس تحریک کے سرغنے بھاگ کر دولت عثمانیہ کے ممالک میں پناہ گزیں ہوئے۔

مملکت عثمانیہ کی فضا نبوت و مہدویت اور الوہیت کے دعوے داروں کے لیے ساز گار نہ تھی۔ لہٰذا وہاں کچھ عرصہ نظر بند رہنے کے بعد انہوں نے ''مالٹا'' اور ''قبرص'' کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور یورپ و امریکہ کے مختلف بلاد و امصار کا چکر لگاتے رہے۔ ''بہائی مذہب'' کے عقائد و مسلمات اور ''بہائی تحریک'' کے نشو و ارتقا کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آ جائے گا کہ مرزائیت نے اسی تحریک سے ہندوستان میں نیا فتنہ برپا کرنے کا خیال حاصل کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے اکثر دعاوی اور اس کا طریق استدلال تمام تر ''بابیوں'' اور ''بہائیوں'' کے دعاوی اور ان کے طریق استدلال کا چربہ تھا۔ اگر ''بہائی'' اور ''بابی تحریک'' کا مقصد روس کے استعماری مقاصد کے لیے ایران کی قومی اور ملی وحدت کو برباد کرنا تھا تو قادیانی تحریک کا مقصد ہندوستان میں برطانیہ کے استعماری مقاصد کے قیام و دوام کے لیے راستہ صاف کرنا ہے۔ ایران کے مسلمانوں نے اس خطرۂ عظیم کو جلد محسوس کر لیا۔ لیکن ہندوستان کے مسلمان جو محکوم ہو چکے تھے قادیانیت کے خطرہ کے سیاسی پہلو سے غافل رہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اس فتنہ کی سیاسی حیثیت کے متعلق کچھ کہنے سے معذور بھی تھے اور انیسویں صدی مسیحی کے نصف آخر میں ۱۸۵۷ء کے ناکام جہاد آزادی کے

باعث وہ اس قدر دبا دیئے گئے تھے کہ حکمرانوں کے خوف کے باعث کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔
سوڈان، سمالی لینڈ، افغانستان اور ہندوستان کے تجارب نے برطانیہ کے استعماری خواہ
مدبروں کے دلوں میں یہ اندیشے پیدا کر دیئے تھے کہ مسلمان اپنے صحیح عقائد پر قائم رہے تو
کسی نہ کسی وقت اس استعمار کے لیے زبردست خطرہ بن سکتے ہیں۔ ان کے سامنے بابی اور
بہائی تحریک کا تجربہ بھی تھا جو روس کی استعماری ریشہ دوانیوں نے ایران میں کیا تھا۔ وہ اس
تاک میں تھے کہ اس قسم کی کوئی تحریک ہندوستان میں شروع کرائی جائے۔ اس مقصد کے
لیے برطانی استعمار کے ایجنٹوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کار برآری کے لیے منتخب کیا۔
جس نے ان ایجنٹوں کا اشارہ پا کر ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھ دی۔ اس امر کا ثبوت کہ
مرزائے قادیانی برطانیہ کی استعماری خواہشات کا ایجنٹ تھا۔ خود اس کی تحریرات سے پیش کیا
جائے گا۔

مرزائیت کی تعلیم

سیاسی حیثیت سے برطانی استعمار کو مسلمانوں کے جذبہ جہاد میں ایک خوفناک سد
سکندری اپنے مقاصد کی راہ میں حائل نظر آتی تھی ۱۸۵۷ء کے بعد حکومت نے اس جذبہ کو
دبانے کے لیے قدغن کر رکھی تھی کہ کوئی شخص انگریزوں کو نصاریٰ کی اسلامی اصطلاح سے یاد
نہ کرے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی قبیل کے دین فروش اور دنیا پرست مولویوں سے مذہبی
حیثیت میں بادشاہ وقت کی اطاعت فرض قرار دینے کے لیے پروپیگنڈا کرایا گیا اور
﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ کی نئی نئی تفسیریں سامنے
آنے لگیں۔ وہابیوں کو جن میں مذہبی تقشف زیادہ نمایاں تھا، باغی کا مرادف سمجھا گیا۔ جس
زمانہ میں مرزائے قادیانی اپنے عجیب وغریب دعاوی کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے آیا۔

اس وقت تک ہندوستان کے ایسے مسلمان امرا اور علما جنہیں اسلامی حکومت کی بربادی کا
احساس تھا ناپید ہو چکے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے حادثہ کے بعد جس میں مسلمانوں کو خوفناک
تباہی کا سامنا ہوا۔ کامل ایک پشت ایسے دور میں سے گزری جو دینی اور دنیوی تعلیم سے یکسر
بیگانہ تھا۔ گویا نئے خیالات اور نئے اثرات کو قبول کرنے کے لیے زمین ہموار ہو چکی تھی۔
ان حالات کے اندر مرزا غلام احمد قادیانی نے اس مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ جس کے پیش
نظر مسلمانوں کے عقائد کی دنیا میں حسب ذیل انتشار پیدا کرنا تھا۔ مرزائیت کی تعلیم کی
نمایاں خصوصیات جیسا کہ میں اس سلسلہ مضامین تشریح کر چکا ہوں حسب ذیل ہیں۔

’’حضرت محمد مصطفی ﷺ پر دین کی تکمیل اور نعمت خداوندی کے اتمام کا عقیدہ
صحیح نہیں اور نبوت و رسالت کے دروازے تاقیام قیامت کھلے ہیں، یعنی ایسے پیغمبر مبعوث
ہو سکتے ہیں جو نوع انسانی کو دینی حیثیت سے نئے نئے پیغامات سنائیں گے۔ ایسے ہی
پیغمبروں میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہے جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان
نہیں ہو سکتا۔ حج کے لیے مکہ معظمہ میں مسلمانوں کا اجتماع ضروری نہیں۔ یہ ثواب قادیان کی
ارض حرم میں منعقد ہونے والے سالانہ جلسہ میں جا کر حاصل ہو سکتا ہے۔ اس نئے پیغمبر نے
کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے دین و دنیا کی حفاظت و مدافعت کے لیے جہاد بالسیف کو
منسوخ قرار دے دیا ہے (اگرچہ غیر مسلم ابھی تک اسلام کے مقابلہ میں تلوار استعمال
کر رہے ہیں) مسلمانوں کی امیدیں جو وہ مہدی آخر الزمان کے ظہور اور حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے سلسلہ میں لگائے بیٹھے ہیں بے بنیاد ہیں۔ کیونکہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے تھے اور مہدی آخر الزمان کے متعلق آنے والی پیشین گوئیوں کی
حقیقت امت مسلمہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خروج سے پہلے نہیں سمجھی۔ انگریز حکمرانوں

کی غیر مشروط اطاعت اور سلطنت برطانیہ کی خیر خواہی و خدمت نئے دور کے مسلمانوں کا
مذہبی فرض ہے۔ از بس کہ روئے زمین کے تمام مسلمان اس نئے پیغمبر کی نبوت پر ایمان نہ
لانے کے باعث بارگاہ الٰہی میں مقہور و مغضوب ہو چکے ہیں لہٰذا کسی قسم کی ہمدردی کے مستحق
نہیں۔ ترکی مٹتا ہے تو مٹ جائے، ایران فنا ہوتا ہے تو ہو جائے، عرب پر اغیار قبضہ جمارہے
ہیں تو جمالیں اور ان ممالک میں بسنے والی مسلمان قومیں غلام بنتی ہیں تو بنتی چلی جائیں، اس
نئے اسلام اور اس کے پیروؤں کو ان سے کسی قسم کا سروکار نہیں“۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کی تعلیم دینے والے مذہب کے پیش نظر صرف ایک ہی مقصد
ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان تمام عقائد کو اور ان کے دماغوں سے ان تمام
خیالات کو دور کرنے کی سعی کی جائے، جو انہیں کسی نہ کسی موقع پر برطانیہ کی استعماری
کوششوں سے متصادم کرنے کے امکانات کے حامل تھے۔ جہاد، مہدی آخر الزمان کے
ظہور کا انتظار، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی امید غرض ہر وہ شے جو مسلمان کے دل میں
اس مغربی استعمار سے استخلاص کی امید پیدا کر رہی تھی۔ محو کرنے کی کوشش کی گئی اور اخوت
اسلامی کے اس جذبہ کو جو مراقشی مسلمان کو چینی مسلمان کی تکلیف کا ساجھی بنانے والا ہے۔
دور کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ ان تمام امور کا اعتراف مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی
تحریرات میں موجود ہے۔ جنہیں پڑھنے کے بعد کسی شخص کو اس امر میں شبہ کی گنجائش نہیں رہ
سکتی کہ قادیان کا یہ متنبّی حکومت برطانیہ کا سرکاری نبی تھا اور جو کچھ اس نے کیا وہ دین کی
خاطر نہیں کیا، اللہ اور اس کے رسول کی خاطر نہیں بلکہ اس سرکار کی خوشنودی حاصل کرنے
کے لیے کیا۔ جس کے زیر سایہ اسے اتنا بڑا فتنہ پھیلانے کا موقع مل گیا تھا۔ حکومت برطانیہ
کے کارندے جو مہدی سوڈانی کے مقابلہ میں لشکر بھیجتے اور اسے اس قدر خطرناک سمجھتے ہیں

کہ اس کی ہڈیاں تک قبر سے نکال لیتے ہیں لیکن اس قادیانی مہدی کو ہر قسم کی سہولتیں بہم
پہنچاتے ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سوڈان کا مہدی مسلمانوں کے ان عقائد کی ایک جیتی
جاگتی مخلوق تھا، جو آخری زمانہ کے فتن کے متعلق ان میں موجود ہیں اور قادیان کا مہدی اس
سرکار کی اس خواہش کی پیداوار تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے مہدی آخر الزمان کے ظہور کی
امیدیں محو ہو جائیں تاکہ ان کے لیے برطانیہ کے دنیوی استعمار پر انحصار کرنے کے سوا کوئی
چارہ کار باقی نہ رہ جائے۔

قادیانیت کا سیاسی پہلو

یہ حقیقت تو اظہر من الشمس ہے کہ قادیانی مذہب کی کوئی کل دین حقہ اسلام کے
مسلمہ معیار پر پوری نہیں اترتی اور اس امت کے بانی کی پٹاری میں بے سروپا تاویلوں اور
عقل انسانی کی تذلیل کرنے والی دلیلوں کے سوا اور کچھ نہیں۔ نئے عقائد جن پر مرزائے
قادیانی نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔ متذکرہ ذیل شقوں کے ماتحت بیان کیے جاسکتے
ہیں۔

۱..... نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ یعنی محمد عربی ﷺ کی ارادت وعقیدت کا دامن اس مضبوطی
کے ساتھ تھامنے کی ضرورت نہیں جو مسلمانوں میں تیرہ سو سال سے چلی آرہی ہے اور ان
کے ایمان کی صحت کی شرط اولیں ہے۔

۲..... جہاد بالسیف منسوخ کر دیا گیا۔ یعنی مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں اپنے دینی اور
دنیوی شئون کی حفاظت کے لیے جہاد نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ نئے متنبّی یعنی مرزا غلام احمد کے
جہادِ لسانی پر اعتماد رکھنا چاہیے۔ جس کی امت محض مناظروں اور لفظی مجادلوں کے بل پر
ساری دنیا کو فتح کرلے گی۔

۳......حج کے لیے کعبۃ اللہ تک جانے کی ضرورت نہیں یہ ثواب قادیان جا کر بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مکہ اور مدینہ کی برکات اب اس نئی ارض پر نازل ہونے لگی ہیں۔

۴......ایسا مہدی آخر الزمان جس کے متعلق مسلمانوں کے اندر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ وہ اس وقت اسلامی لشکروں کی قیادت کرے گا جب کفار نے چاروں طرف سے ہجوم کر کے مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ پر چڑھائی کر رکھی ہوگی، پیدا نہ ہوگا۔ کیونکہ احادیث میں جس مہدی کے آنے کا تذکرہ موجود تھا وہ قادیان میں آچکا اور اس نے جہاد کرنے کے بجائے اسے منسوخ قرار دے دیا۔

۵......حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دجال کو قتل اور اس کے فتنہ کا استیصال فرمائیں گے فوت ہو چکے۔ لہٰذا وہ بھی نہیں آسکتے۔ اس ابن مریم کی جگہ قادیان کا ''ابن چراغ بی بی'' آگیا اور اس نے دجال کو اس کی اطاعت اپنے پیرووں پر فرض قرار دے کر ''قتل'' بھی کر دیا۔

۶......دولت بہیہ برطانیہ کی اطاعت، فرمانبرداری، خیر خواہی اور خدمت ہر حال میں اس نئے مذہب کے پجاریوں کا مذہبی فرض ہے۔

ان ''ارکانِ ستہ'' پر مرزائیت کے قصر کا سارا ڈھانچ قائم ہے اور اس پس منظر کو ایک ایک آنکھ دیکھ لینے کے بعد جس کا تذکرہ میں اقساط ماسبق میں کر آیا ہوں۔ معمولی سے معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی جان سکتا ہے کہ اس نئے مذہب کی تخلیق کے سارے ڈھونگ کا مقصد کیا ہے۔ حکومت برطانیہ کے مدبروں کو اس دور میں اپنے مقاصد کے لئے آلۂ کار بننے والے اشخاص کی ہی ضرورت تھی، یہ ضرورت مرزائے موصوف نے بطریق احسن پوری کر دی، یہ اور بات ہے کہ حکومت کی مخفی وعلنی توجہات کے باوجود مسلمانانِ ہند کا

ایک نہایت ہی ناقابل ذکر طبقہ مرزائے قادیانی کے اس دام فریب کا شکار ہو سکا اور جن مقاصد کے لیے یہ تحریک شروع کرائی گئی تھی، وہ دوسرے طریقوں سے حاصل ہو گئے۔ کوشش تو یہ تھی کہ مسلمانوں سے دنیا کے ساتھ دین کی دولت بھی چھین لی جائے۔ لیکن مسلمانوں کی اکثریت نے دین کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا اور یکسر معاند و مخالف فضا کے باوجود اسے محفوظ رکھا۔ اب ذرا قادیانی سیاست نہیں بلکہ برطانی سیاست کے اس قادیانی کارنامہ کی کسی قدر تفصیل خود مرزائے قادیانی کی زبانی سن لیجئے۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ قادیانیت دراصل کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک سیاسی فتنہ ہے، جو اغیار نے مسلمانوں کو صحیح اسلام سے دور تر لے جانے اور اسلام کو برباد کرنے کے لیے کھڑا کیا تھا۔ مرزائے قادیانی نے ایک جگہ اپنی شانِ نزول اور اپنے مشن کے مقاصد یوں بیان کیے ہیں۔ ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں''۔ (''تریاق القلوب'' مصنفہ مرزا، صفحہ ۱۵)

اس نثر کے ساتھ نظم میں ارشاد ہوتا ہے:

''اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
تم میں سے جس کو دین و دیانت سے ہے پیار
اب اس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقت مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے''

(درثمین)

گویا اس متنبی نے بیک جنبش قلم محمد المہدی سوڈانی، شیخ سنوسی اور اس دور کے سیکڑوں دوسرے مجاہدین اسلام کو ''خدا کا دشمن اور نبی کا منکر'' اس لیے بنا دیا کہ ان کی مساعی مغربی استعمار کے پھیلنے کی راہ میں حائل ہوئیں۔

قادیانی جماعت کن مقاصد کے لیے تیار کی جارہی تھی۔ اس کے متعلق مرزائے قادیانی کے ایک اشتہار کی عبارت کتاب ''الہامی قاتل'' سے نقل کی جاتی ہے۔

''میرا باپ اور بھائی غدر ۱۸۵۸ء میں گورنمنٹ کی خدمت اور گورنمنٹ کے باغیوں کا مقابلہ کر چکے ہیں اور میں بذات خود سترہ برس سے گورنمنٹ کی یہ خدمت کرتا رہا ہوں کہ بیسیوں کتابیں عربی فارسی اور اردو میں یہ مسئلہ شائع کر چکا ہوں کہ گورنمنٹ سے مسلمانوں کو جہاد کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور میں گورنمنٹ کی پولیٹکل خدمت وحمایت کے لیے ایسی جماعت تیار کر رہا ہوں جو آڑے وقت میں گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلے میں نکلے گی''۔ (الہامی قاتل، نمبر ۱، جلد ۱۸، صفحہ ۵)

غرض مرزائے قادیانی اپنی کتب میں جا بجا گورنمنٹ کے احسانات کا تذکرہ کرتا

اور اس گورنمنٹ پر اپنا یہ احسان جتاتا ہے کہ میں نے مسلمانوں کے عقیدہ جہاد کی تردید پر اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے اور ایک درخواست میں جو مرزائے قادیانی نے اپنے وقت کے لفٹنٹ گورنر کو لکھی۔ اس امر کا صاف طور پر اعتراف بھی کر لیا کہ وہ اور اس کا خاندان اور اس کی جماعت یعنی اس کے سلسلہ کا سارا تار و پود گورنمنٹ کا خود کاشتہ پودا ہے، لکھا ہے۔

''التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے۔ اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو ارشاد فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے''۔

(تبلیغ رسالت، جلد ہفتم، صفحہ ۲۰)

اپنی جماعت کے قیام کا مقصد ایک اور مقام پر بدیں الفاظ ظاہر کیا گیا ہے۔

''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے''۔ (تبلیغ رسالت، جلد ہفتم، صفحہ ۱۷)

''اب اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ میں نے اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کیے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ میں سرکار انگریزی کا بدل و جاں خیر خواہ ہوں اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔ چنانچہ

پرچہ ''شرائط بیعت'' جو ہمیشہ مریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔اس کی دفعہ چہارم میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے''۔ (ضمیمہ کتاب البریہ،صفحہ۹)

ان خدمات کے علاوہ جو مرزا غلام احمد قادیانی نے مسئلہ جہاد کی مخالفت اور اسلامی عقائد کی تخریب کے سلسلہ میں سرکار کے لیے انجام دیں۔ایک اور نمایاں خدمت کا اظہار مرزائے موصوف نے بالفاظ ذیل کیا ہے۔

''قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیرخواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کیے جائیں جو درپردہ اپنے دلوں میں ''برٹش انڈیا'' کو دارالحرب قرار دیتے ہیں۔ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی۔ایسے لوگوں کے نام مع پتہ ونشان یہ ہیں''۔ (تحریر مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد پنجم،ص۱۱)

ان کھلے ہوئے اعلانات واعترافات کے بعد کون شخص ہے جو مرزائے قادیانی کو ایک سچا مبلغ دین یا مصلح قوم خیال کرسکتا ہے اور اس کے ایک نہایت ہی خطرناک سرکاری ایجنٹ ہونے میں شبہ کرسکتا ہے۔جو اقتباسات میں نے مرزائے قادیانی کی تحریرات سے اوپر درج کیے ہیں، وہ مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔اس کی کتابیں اس قسم کے اظہارات سے بھری پڑی ہیں۔لہٰذا ان مسائل کو جو مرزائے قادیانی نے مسلمانوں کے عقائد کی تخریب کے لیے محض اس نیت سے وضع کیے کہ حکومت کی اس وقت کی پالیسی کو کامیاب کرے، دینی مسائل قرار دینا اور ان کی صحت وعدم صحت کی بحث میں پڑنا لاحاصل ہے۔مرزا غلام احمد کی حیثیت گورنمنٹ کے ایک فریب کار ایجنٹ سے زیادہ تحقیق نہیں کی جاسکتی۔لہٰذا جو لوگ مذہبی حیثیت سے اس کے دام فریب کا شکار ہوچکے ہیں۔انہیں اپنی اپنی عاقبت کی فکر کرلینی

چاہیے اور ان لوگوں کو جو خوشنودی سرکار کی خاطر عمداً اس گروہ میں شامل ہوچکے ہیں اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔کیونکہ وہ ہر طرح سے اتمام حجت ہونے کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہیں گے۔کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو عقبیٰ کو دنیا کے لیے فروخت کرچکے ہیں اور مذہب کی ضرورت سے بے نیاز ہوچکے ہیں۔﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا کَانُوْا مُهْتَدِیْنَ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی۔پس ان کی تجارت نے انہیں کچھ بھی نفع نہ پہنچایا، نہ انہیں ہدایت ملی''۔

خاتمہ کلام

قادیانیت کے دعاوی ومسلمات کو دین حقہ اسلام کے اصول ومبانی کے بالمقابل رکھ کر پرکھا جائے تو معمولی سے معمولی فراست رکھنے والا انسان بھی اس حقیقت نفس الامری کو جان لیتا ہے کہ قادیانیت نہ صرف ایک ''نفی اسلام'' تحریک کا نام ہے بلکہ یہ ڈھونگ ''تخریب الاسلام والمسلمین'' کے لیے خاص مقاصد کے ماتحت رچایا گیا ہے۔اسی امر کے پیش نظر راقم الحروف نے امت مرزائیہ کے افراد کو مخاطب کرکے یہ صلائے عام دی تھی کہ ان میں کے بہت سے اشخاص اس دجالی فتنہ کے فریب وزور کا شکار ہیں۔لہٰذا اگر وہ دین حقہ اسلام کے کھلے ہوئے حقائق سے آگاہی حاصل کرنے کے متمنی ہیں تو اپنے اشکالات پیش کریں۔جن کے بارہ میں ان حضرات کی قلبی تسلی اور روحانی تسکین کا بعون ایزد متعال انتظام کردیا جائے گا۔اس صلائے عام کے جواب میں متعدد مرزائیوں کی طرف سے استفسارات موصول ہوئے۔جن کا جواب دینے کے لیے یہ سلسلہ مضامین شروع کیا گیا۔الحمدللہ وبمنہ کہ مرزائیوں کے تمام موصول شدہ سوالات کا جواب قرآن حکیم اور احادیث نبوی ﷺ سے دیا جاچکا۔جس کے دوران ان منطقی پیچیدگیوں کا تجزیہ کرکے حق کو باطل

سے ممیّز کر کے دکھانے کی کوشش کی گئی۔ راقم الحروف کی یہ کوشش کس حد تک کامیاب رہی۔ اس کا اندازہ ان مرزائی اور غیر مرزائی اصحاب کے دل کر رہے ہوں گے۔ جنہوں نے اس سلسلہ مضامین کی اقساط کو بالالتزام وبالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ ’’اسلام‘‘ کھلی ہوئی حقیقتوں کا نام ہے۔ اس کے تمام دعاوی بینات یعنی واضح حقائق ہیں۔ جن کی شناخت کے لیے دور از کار تاویلوں اور فلسفیانہ بحثوں میں الجھنے کی مطلقاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے مقابلہ میں مرزائیت جس دین کو پیش کرنے کی مدعی ہے۔ اس کا سارا تار و پود بے سروپا تاویلات کی الجھنوں پر مشتمل ہے، جو انسان کے دماغ کو طرح طرح بھول بھلیوں میں پھنسا دیتی ہے۔ میں جس طرح روز روشن کے آفتاب کی موجودگی کا یقین رکھتا ہوں اسی طرح اس امر واقعہ سے بھی آگاہ ہوں کہ قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے اکثر اکابر اپنے سلسلہ کے دجالی ڈھونگ ہونے کی حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں۔ ازبس کہ اس تحریک کا مقصد ہی مسلمانوں کے عقائد کی تخریب ہے۔ لہٰذا اس کے رہنما ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ تاویلات کتمان حق اور طرح طرح کے اشتباہات کے بل پر دین اسلام میں رخنہ اندازی کرنے کے لیے طرح طرح کے مسائل گھڑتے رہیں اور اس طریق سے ایسے لوگوں کو جو مسلمات دینی سے پوری طرح آگاہ نہیں گمراہ کر کے اپنے دام فریب کا شکار بناتے رہیں۔ کسی نے مرزائی قادیانی ایسے اشخاص کو مخاطب کر کے کیا خوب کہا ہے۔ شعر

بنمائے بصاحب نظر سے گوہر خود را   عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

راقم الحروف نے یہ سلسلہ مضامین شروع کیا اور اس کی چند اقساط نے قادیانی کیمپ میں کھلبلی ڈالنی شروع کر دی، تو ’’الفضل‘‘ قادیان نے جس کا صحیح نام ’’الدجل‘‘ ہے یہ لکھا کہ کسی مرزائی نے مجھ سے یہ استفسارات نہیں کیے بلکہ میں نے اپنی طرف سے یہ

سوالات گھڑ کر ان کا جواب لکھنا شروع کر دیا ہے۔ مجھے ’’الدجل‘‘ کے اس الزام کا جواب دینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ اسے خود ہی اپنی غلطی کا احساس ہوگیا اور دجالی مسیحیت کا یہ نمائندہ تثلیثی مسیحیت کا چولہ پہن کر خود بھی مستفسرین کی صف میں آ بیٹھا۔ ابتدائی اقساط کے اشاعت پذیر ہو جانے کے بعد غالباً مرزائیوں ہی کے اصرار و مطالبہ پر ’’الدجل‘‘ نے جواب لکھنا شروع کیا، لیکن وہی مدعی کاذب جو میرے سلسلہ مضامین میں جبری تعویق ہو جانے کو میرے دماغ اور اعضاء و جوارح کے شل ہو جانے پر محمول کر رہا تھا۔ خود لاجواب ہو کر بیٹھ گیا۔ اسلام کے اس البرز شکن گرز کے پیہم ضرب رسانی نے قادیانیوں کو اتنا بدحال کر دیا کہ انہوں نے اس کے مقابلہ میں اٹھنے کی متعدد کوششیں کیں۔ لیکن ہر کوشش میں ناکام و نامراد گر کر رہ گئے، جو مضامین اس سلسلے مضامین کی بعض اقساط کے جواب میں ’’الدجل‘‘ یا دوسرے قادیانیوں نے لکھے۔ وہ اپنی بے سروپا تاویلات کے باعث اپنی تغلیط آپ کر رہے تھے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ میرے اس استدلال کے جواب میں جو میں نے آیۃ: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ (النساء، رکوع ۲۲) سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے کے متعلق بیان کیا تھا۔ ’’الفضل‘‘ نے یہ لکھا کہ قرآن پاک میں ﴿قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ کی جگہ ’’قبل موتهم‘‘ پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ ’’ابن جریر‘‘ کی روایت کے مطابق اس آیت کی قرأت ’’هم‘‘ کے ساتھ بھی آئی ہے۔ گویا قادیانی دعاوی کی خاطر قرآن پاک کے الفاظ میں بھی تحریف کر لی جائے۔ جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود ذات باری تعالیٰ پر ہے۔ نیز یہ کہ اگر قرأت صحیحہ برقرار رکھی جائے تو ﴿قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ کے معنی ’’قبل موتهم‘‘ کرنے چاہئیں کیونکہ صحیح معانی سے قادیانیت کے ڈھونگ کا سارا قصر دھڑام سے زمین پر آرہتا ہے۔

اس قسم کی بے سروپا تاویلیں اور موشگافیاں جو ایک خاص مقصد کے پیش نظر کی جا رہی ہیں، جاری رہیں گی۔ لیکن راقم الحروف نے قادیانیوں پر جس اتمام حجت کے لیے قلم اُٹھایا تھا، وہ ہو چکا یہ اتمام حجت ہندوستان کے بہت سے علمائے کرام جو راقم الحروف کی بہ نسبت علم دین پر زیادہ نظر رکھتے ہیں بار ہا کر چکے ہیں۔ لیکن حق بات کو صرف وہی طبایع قبول کر سکتے ہیں جو حق کے جویا ہوں، جو لوگ جان بوجھ کر طاغوت کے گروہ میں شامل ہو چکے ہیں اور جن کی زندگیوں کا مقصد ہی دین اسلام کی تخریب ہے ان کے متعلق ہدایت کی راہ پر آنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ یہ سلسلہ مضامین مرزائیوں کے ان افراد کے لیے سپرد قلم کیا گیا تھا جو فریب خوردہ ہیں اور فریب دہندہ نہیں اور پروردگار عالم کا لاکھ شکر ہے کہ بہت سے فریب خوردہ مرزائیوں کی آنکھیں اس سلسلہ مضامین کے مطالعہ سے کھل گئیں اور متعدد اشخاص ان توضیحات کی بدولت جو راقم الحروف نے کیں، راہ راست پر آ گئے۔ ایسے لوگوں کے لیے جن کے قلوب میں ابھی کسی قسم کے شکوک و شبہات باقی ہوں۔ میری خدمات بدستور حاضر ہیں اور جس نکتہ یا اشکال کے متعلق وہ توضیح کے طالب ہوں۔ اس میں ان کی تشفی و تسکین کا سامان مہیا کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ان لوگوں کے لیے جو جان بوجھ کر اس ضلالت پر قائم ہیں۔ اللہ کی بطش شدید کے سوا میرے پاس کوئی دلیل نہیں، وہ جس کا شکار ہو کر رہیں گے۔

تشکر واعتراف

مجھے اپنی کوتاہیوں اور ہیچ مرزائیوں کا پورا پورا اعتراف ہے۔ میں اس موقع پر ابو الحسنات، مولانا حکیم سید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خاں، مولانا عبدالحنان صاحب خطیب مسجد آسٹریلیا، مولانا احمد علی صاحب خطیب مسجد دروازہ شیرانوالہ کی توجہات کریمانہ

کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے بعض مسائل کی توضیح اور بعض حوالوں کی فراہمی میں اس ہیچ میرز کی امداد فرمانے سے دریغ سے کام نہیں لیا۔ اس امر کا اعتراف و اعلان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس سلسلہ مضامین کا یہ تاریخی عنوان یعنی ''قادیانیت کے کاسہ سر پر اسلام کے البرز شکن گرز کی ضرب کاری'' میرے اپنے تصرفات کا نتیجہ نہیں، بلکہ مولانا ظفر علی خاں صاحب امتیاز ''زمیندار'' کا قائم کردہ ہے جو انہوں نے میرے ایک مضمون پر جو میں نے صوفیائے کرام کے شطحیات اور مرزائے قادیانی کی خرافات کے موضوع پر ''زمیندار'' کے لیے لکھا تھا۔ اظہار پسندیدگی کے طور پر جمایا تھا۔

صوفیائے عظام کی شطحیات اور مرزائے قادیانی کی اقوال

فرقہ ضالہ مرزائیہ کی طرف سے عموماً اور اس کی شاخ لاہور کی طرف سے خصوصاً مرزا غلام احمد قادیانی کی ان شطحیات کے متعلق جن میں مرزا صاحب آنجہانی نے اپنے کو اولوالعزم انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام پر فضیلت دے کر مختلف قسم کی شیخیاں بگھاری ہیں اور جو ان کی منثور و منظوم تصنیفات میں جابجا پائی جاتی ہیں، جواز کی یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ اس قسم کی باتیں اکثر ذی مرتبت صوفیائے کرام کے ساتھ بھی منسوب ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان ایسے بیہودہ اقوال کو سن کر مرزا صاحب پر زندیق وضال ہونے کا فتویٰ صادر کر دیتے ہیں اور ان صوفیائے کرام کو ہمیشہ عزت واحترام کے جذبات سے یاد کرتے ہیں۔

پچھلے دنوں مدیر بہرہ فکاہات چراغ حسن حسرت اور مرزائیوں کی شاخ لاہور کے اخبار ''پیغام صلح'' کے مابین برسبیل تذکرہ یہی بحث چھڑ گئی تھی اور چراغ حسن صاحب نے لکھا تھا کہ ان اقوال میں جو صوفیائے کرام کی طرف منسوب کیے جا رہے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کی یاوہ گوئی میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ مقتدر صوفیائے کرام کی طرف جو

باتیں منسوب کی جا رہی ہیں وہ شاذ، غیر معتبر اور غیر مصدقہ ہیں۔ نیز ان کے متعلق خود ذی بصیرت و ذی علم صوفیائے کرام کی یہ رائے ہے کہ اگر بفرض محال ان اقوال کی صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو ان کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ اقوال ان صوفیا کی زبانوں سے عرفان الٰہی کی جستجو کی راہ میں سیر سلوک کی بعض پست منازل پر غلبہ جذب وسکر کے عالم میں سرزد ہوئے یا شیطان کے تصرف نے عالم بیخودی میں ان سے وہ الفاظ کہلائے جن پر سکر سے صحو میں آنے کے بعد انہوں نے توبہ کر لی جو صوفیا اسی حال میں گرفتار رہے اور کفر طریقت کی حالت میں مر گئے۔ ان کا معاملہ بروز محشر خداﷻ کے ساتھ ہے۔ ان حضرات نے کبھی اس امر پر اصرار نہیں کیا، کہ عامۃ المسلمین سے اپنی الوہیت یا ربوبیت، نبوت یا مجددیت و مسیحیت تسلیم کرائیں یا اپنے ان اقوال کو مستقل دعاوی کی شکل دے کر لوگوں میں اپنی برتری اور فضیلت قائم کرنے کے لیے انہیں اپنی زندگی کا مشن قرار دے لیں۔ اس کے برعکس مرزا غلام احمد کے ہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اس شخص نے بقائمی ہوش وحواس خمسہ ایسے ایسے دعاوی کئے ہیں اور زندگی بھر ان کی صداقت پر اور انہیں دوسروں سے منوانے کے لیے پیہم اصرار کیا ہے۔ جن میں سے ہر ایک بجائے خود انسان کو اسلام سے بعید اور ایمان سے دور لے جانے والا ہے۔ ان میں سے چند ایک جن سے عامۃ المسلمین کا بچہ بچہ آگاہ ہو چکا ہے حسب ذیل ہیں۔

۱......"انت منی وانا منک وانت منی بمنزلة اولادی، یعنی تو مجھ سے اور میں تجھ سے، اور تو مجھے میری اولاد کی مانند ہے"۔

۲......

اینک منم کہ حسب بشارت آمدم   عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

۳......

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو   اس سے بہتر غلام احمد ہے

۴......

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا   منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

۵......جو کوئی میری جماعت میں داخل ہوا۔ درحقیقت وہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں داخل ہوا۔

۶......آسمان سے کئی تخت اترے سب سے اونچا میرا تخت بچھایا گیا۔

۷......لولاک لما خلقت الافلاک۔

۸......انت اسمی الاعلی۔

۹......پس اے ناظرین میں قصر نبوت کی وہی آخری اینٹ ہوں۔

۱۰......ہر نبی میں جو الگ الگ کمالات تھے۔ وہ سب مجموعہ مجھ میں ہے۔

۱۱......

آنچہ داد ست ہر نبی را جام   داد آں جام را مرا بہ تمام

۱۲......میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہو بہو اللہ ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔ پھر میں نے ایک آسمان بنایا اور زمین بنائی۔ وغیر ذٰلک من الھفوات والخرافات والھذیانات، جن سے مرزا کی تصانیف پٹی پڑی ہیں۔

مرزائے قادیانی کی اس یاوہ گوئی کے مقابلہ میں صوفیائے کرام کے جو اقوال پیش کئے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک تو منصور حلاج کا نعرہ "انا الحق" ہے دوسرے حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کا قول ہے "لیس فی جبتی سوی اللہ" حضرت بایزید بسطامی

علیہ الرحمۃ کا قول ''سبحانی ما اعظم شانی'' حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کیا ہوا فقرہ ''لوائی رفع من لوائی محمد'' اور اسی قسم کے دوسرے اقوال ہیں۔ جن کے متعلق صوفیائے کبیر و عارفین حقیقت کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اس قسم کے اقوال ان حضرات سے جذب کے عالم میں سرزد ہوئے۔ سیر سلوک کی راہ کے مخاطر و مہالک سے باخبر بزرگ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوبات میں جا بجا صوفیائے کرام کی ایسی عبارات پر تبصرے کئے ہیں۔ جن میں سے چیدہ چیدہ عبارتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

مکتوب ۴۳ دفتر اول: اگر کوئی یہ کہے کہ متقدمین مشائخ میں سے بعض کی عبارتوں میں بھی ایسے الفاظ واقع ہیں جن سے صاف طور پر توحید وجودی ثابت ہوتی ہے، تو وہ اس بات پر محمول ہیں کہ ابتداء میں علم الیقین کے مقام میں ان سے اسی قسم کے الفاظ سرزد ہوئے ہیں اور آخر کار ان کو اسی مقام سے گزار کر عین الیقین تک لے گئے ہیں۔

مکتوب ۲۰۲ دفتر اول: دوسرے یہ کہ وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانے اس کا امر دو حال سے خالی نہیں۔ یا وہ زندیق محض ہے یا جاہل۔

مکتوب ۸۰ دفتر دوم: آپ نے ''تمہید عین القضات'' کی عبارت کے معنی پوچھے تھے کہ اس میں ہے کہ جس کو تم خدا جانتے ہو۔ وہ ہمارے نزدیک محمد (ﷺ) ہے اور جس کو تم محمد ﷺ جانتے ہو وہ ہمارے نزدیک خدا ہے۔

میرے مخدوم اس قسم کی عبارتیں جو توحید و اتحاد کی خبر دیتی ہیں، مشائخ قدس سرہم سے بہت صادر ہوتی ہیں۔ اس وقت دوئی اور تمیز ان کی نظر سے دور ہو جاتی ہے۔

مکتوب ۹۵ دفتر دوم: آپ کا صحیفہ شریفہ پہنچا جس میں صوفیہ کی بعض باتوں کی نسبت استفسار

درج تھا۔

ان تمام سوالوں کے حل میں مجمل کلام یہ ہے کہ جس طرح شریعت میں کفر و اسلام ہے۔ طریقت میں بھی کفر و اسلام ہے۔ جس طرح شریعت میں کفر سراسر شرارت و نقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے۔ اسی طرح طریقت میں بھی کفر سراسر نقص اور اسلام سراسر کمال ہے۔

اگر کوئی شخص اس حال کے حاصل ہونے اور درجہ کمال اول تک پہنچنے کے بغیر اس قسم کا کلام کرتا ہے اور سب کو حق اور صراط مستقیم پر جانتا ہے اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتا تو ایسا شخص زندیق و ملحد ہے۔

مکتوب ۴۳ دفتر سوم: قول ''انا الحق'' قول ''سبحانی'' قول ''لیس فی جبتی سوی اللہ'' وغیرہ شطحیات سب اس مرتبہ جمع کے درخت کے پھل ہیں۔ اس قسم کی باتوں کا باعث محبوب حقیقی کی محبت کا غلبہ ہے۔ یعنی سالک کی نظر سے محبوب کے سوا سب کچھ پوشیدہ ہو جاتا ہے اور محبوب کے سوا اس کو کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ اس مقام کو ''مقام حیرت'' بھی کہتے ہیں۔

مرزائے قادیانی کی ہفوات

اس کے بالکل برعکس مرزائے قادیانی کی ہفوات اول تو اس جذب کا پتہ نہیں دیتیں، جن سے ان کا مغلوب الاحوال ہونا اور اس قسم کے کلمات بولنا ظاہر ہو۔ کیونکہ ان میں انبیاء کرام علیہم السلام پر جا بجا اپنی فوقیت ظاہر کی گئی ہے جو صوفیاء کی شطحیات میں نظر نہیں آتی۔ وہاں معاملہ ہی دوسرا ہے اور یہاں محض نقالی اور حد سے بڑھی ہوئی نقالی ہے۔ جو عامی سے عامی شخص کو بھی صاف نظر آ رہی ہے۔ اس کے علاوہ مرزائے قادیان کے ہاں

ان زندیقانہ دعاوی پر اصرار اور انہیں اپنے مریدوں سے منوانے کی پیہم کوشش نظر آ رہی ہے۔ جو صوفیائے کرام کے ہاں موجود نہیں صوفیائے عظام کے احوال ان کی ذات تک تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ مخلوق خداوندی سے اپنی ''الوہیت، نبوت'' یا ''مسیحیت'' کا اعتراف کرائیں، نہ انہوں نے ان شطحیات کے مطالب کی تبلیغ کو اپنی زندگی کا مشن بنایا ہے جو مرزا صاحب کے ہاں بدرجہ اتم موجود ہے۔ لہٰذا مرزا کی ہفوات کو صوفیائے کرام کی شطحیات سے تطبیق دینا کسی لحاظ سے بھی جائز نہیں۔

مقام سکر و مقام صحو

ممکن ہے کہ مرزائی حضرات یہ کہیں کہ مرزا کی یہ ہفوات بھی ان کے عالم سکر کا نتیجہ ہیں۔ لیکن ان کا یہی قول مرزا کے تمام دعاوی نبوت و مسیحیت و مجددیت کے قصر کو دھڑام سے زمین پر گرا دینے کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ مرزا کے متعلق یہ کہا جاتا ہے اور خود اس کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ وہ فرائض نبوت کی تکمیل کے لیے مامور ہوا ہے۔ اپنے دعاوی کے لحاظ سے وہ ان مردان خدا کی صف میں آنے کا خواہاں نہیں، جو محبوب حقیقی کے ساتھ انفرادی طور پر واصل ہونے کے مقصد بلند پر اپنی زندگیاں وقف کر دیتے ہیں اور اس سیر میں انہیں جذب وسلوک سے ہی واسطہ پڑتا ہے۔ سکر و بیخودی میں سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ فنا و بقا کی منزلیں بھی طے کرنی پڑتی ہیں۔ جن سب کے احوال و مشاہدات جدا جدا ہیں اور بہر حال ان کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ مرزا بندگان خدا کی ہدایت و رہنمائی کا مدعی ہے۔ اور ایسے شخص کے لیے صحو از بس لازمی ہے۔ مجذوب اور سکر زدہ صوفی دوسروں کی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ خود دریائے حیرت میں غرق ہوتا ہے اور بعض ایسے کلمات بھی اس کی زبان سے نکل جاتے ہیں۔ جن پر اس کے مرفوع الحال ہونے کے باعث نہ شریعت مواخذہ

کرتی ہے اور نہ بندگان خدا کو ان سے تعرض کی ضرورت ہے جو بزرگ فرائض نبوت کو انجام دیتے ہیں۔ ان کا کوئی حال ان کا کوئی کلمہ ان کی کوئی حرکت و جنبش شریعت سے باہر نہیں ہو سکتی۔ چہ جائیکہ وہ اپنے آپ کو بیک وقت حضرت باری تعالیٰ کا باپ اور فرزند بھی ظاہر کریں اور اپنے کو اولوالعزم انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل بھی جتائیں۔ نیز اس پر اصرار سے کام لیں۔ سکر مقام ولایت کی خصوصیت ہے اور صحو فرائض نبوت کی تکمیل و بجا آوری کے لیے لازمی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوب ۹۵ دفتر اوّل میں سکر و صحو کے مقامات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''جاننا چاہیے کہ جو کچھ احکام سکر یہ سے ہے مقام ولایت سے ہے اور جو کچھ صحو سے ہے مقام نبوت سے تعلق رکھتا ہے کہ انبیائے علیہم السلام کے کامل تابعداروں کو بھی تابعداری کے طور پر صحو کے باعث اس مقام سے حصہ حاصل ہے''۔

پس مرزائے قادیانی کے متبعین اگر اپنے پیر و مرشد کے ادعائے نبوت و مسیحیت کو ظل و بروز کا مقام دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ امت محمدیہ میں منشائے نبوت و رسالت کی تکمیل کا فرض بجا لا رہے تھے تو وہ یہ کہہ کر اپنا اور اپنے مرشد کا دامن نہیں چھڑا سکتے کہ اس کی ہفوات سکر کا نتیجہ تھیں۔ کیونکہ ایسے شخص کے لیے صحو اور صحو مستمر نہایت ضروری ہے۔ اگر مرزا ان کے عقیدہ کے مطابق مجذوب تھا تو اسے اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیے اور اس کی ہفوات کی پیروی کر کے جن کے لیے وہ زندگی بھر تائب نہیں ہوا اور کفر شریعت و کفر طریقت کے حال میں مرا۔ اپنے ایمان کو خراب نہیں کرنا چاہیے۔ حقیقت حال تو یہ ہے کہ مرزا نہ مجذوب تھا، نہ سالک۔ اسے ان راستوں کی ہوا تک نہیں لگی۔ اس نے محض نقالی کر کے اپنے ایمان کو بھی برباد کیا اور دوسروں کے لیے بھی ضلالت و گمراہی کی راہیں کھول دیں۔ مرزا کی ہفوات کی

کیفیت اوران کی کثرت ادعا کاتحکم اوران گمراہیوں پر اصرار ہی یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے کہ وہ مفتری اور کذاب تھا اور اسے شریعت غرائے اسلامیہ کے مواخذہ سے بچانے کے لیے کسی قسم کی تاویلات کام نہیں دے سکتیں۔

بندگان خدا کا مسلک

اس موقعہ پر اس مشہور داستان کی طرف اشارہ کرنا بیجا نہ ہوگا جس میں حضرت غوث علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اور جگراؤں، ضلع لدھیانہ کے ایک (مست) میاں محکم الدین کی ملاقات کا حال درج کیا گیا ہے۔اس سے واضح ہو جائے گا کہ طالبان معرفت و حقیقت کا مسلک ایسی شطحیات کے متعلق کیا ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟

روایت کی گئی ہے کہ حضرت غوث علی شاہ صاحب میاں محکم الدین کی شہرت سن کران کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے ان کا اسم گرامی دریافت کیا۔ کیونکہ میاں صاحب موصوف مجذوب تھے اور کسی کوان کے نام کا علم نہ تھا، انہوں نے جواب دیا کہ کہ میرا نام ''خدا'' ہے، اس پر شاہ صاحب خاموش ہو گئے، چند لمحہ کے بعد میاں محکم الدین نے شاہ صاحب سے سوال کیا کہ تمہارا نام کیا ہے، جس کا جواب شاہ صاحب نے اپنے مخصوص ظریفانہ انداز میں یہ دیا کہ ''اچھے خدا ہو جو اپنے بندوں کے ناموں سے بھی واقف نہیں''۔اس پر میاں محکم الدین نے بڑانا شروع کر دیا کہ تمہارا نام غوث علی، باپ کا نام یہ، پردادا کا نام یہ۔شاہ صاحب نے میاں محکم الدین کو ایک اور ایسی ہی چبھتی ہوئی بات کہہ کر روک دیا کہ صاحب رہنے دیجئے! معلوم ہو گیا کہ آپ رملی خدا ہیں۔ جب تک رمل نہیں پھینکتے آپ کو کچھ معلوم نہیں ہو سکتا۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد میاں محکم الدین نے شاہ صاحب سے اپنی

رسالت کا اقرار لینا چاہا۔ کیونکہ الوہیت تسلیم کرانے کے امتحان سے وہ صاف نکل گئے تھے اور کہا کہ محکم الدین رسول اللہ کہو۔اس پر شاہ صاحب نے جو جواب دیا وہ ہر مسلمان کو اپنے لیے مشعل راہ بنانا چاہیے۔شاہ صاحب نے کہا کہ حضرت! کرم فرمایئے۔رسول تو مدینے والے ہی کو رہنے دیجئے۔وہاں آپ کی دال نہیں گل سکتی۔وہی خدائی کا دعوئی کیجئے۔کیونکہ آپ سے پہلے بہتیرے فرعون، نمرود اور شداد یہ دعوی کر چکے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ کوئی شخص خواہ وہ کسی حال میں ہو، الوہیت کا دعوئی کرنے سے ویسا ہی مردود ہو جاتا ہے جیسے کہ ''فراعنہ'' اور ''نمارده'' مردود ہو چکے ہیں۔لیکن نبوت کا دعویدار اور وہ بھی حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی نبوت کے بعد اور اس کے علی الرغم

چہ از روئے شریعت و چہ از روئے طریقت

مرزا کو جو مسیح وکلیم ومحمد واحمد ہونے کا مدعی ہے، اضل واکفر نہ سمجھا جائے تو اور کیا سمجھا جائے۔

مادی عوامل پر انسان کی روحانیات کا اثر

مرزائے قادیان کی پیش گوئیوں پر ایک تنقیدی نظر

ایک عامی سے عامی مسلمان جو قرآن پاک کے مطالب ومضامین کو دور از کار تاویلوں اور موشگافیوں کے بغیر سیدھے سادے طریق سے سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ان قوموں اور آبادیوں کے عبرت ناک انجام کا عصیان وطغیان عذاب وعتاب الٰہی کو جوش میں لانے پر منتج ہوا اور جن کے انجام تک پہنچانے کا سبب بنیں کہ اُجڑی ہوئی بستیوں کے مٹی اور ریت کے نیچے دبے ہوئے آثار اور ان کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشیوں کے بکھرے ہوئے افسانوں کے سوا ان کی یاد تک دلانے والی کوئی چیز باقی نہ رہی اور بھی اس لیے کہ نوع

انسانی کی بعد میں آنے والی نسلیں ان کے احوال پر غور کر کے درس عبرت حاصل کر سکیں اور اگر انہیں اپنی فلاح و بہبود منظور ہو تو تمدن و عمران کی اس شاہراہ پر گامزن ہوں جو انہیں دنیوی اور اخروی سعادتوں تک پہنچانے والی ہے اور جیسے جاننے کے لیے کوئی بہت زیادہ عمیق فکر اور الجھے ہوئے استدلال کی ضرورت نہیں۔

اسلام کے نام لیوا جانتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ کی رسی کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ شرک اور بت پرستی کی گمراہیوں میں پڑ کر معمورہ عالم کو طرح طرح کے فسق و فجور سے معمور کر دیا اور پکارنے والے کی پکار کو نہ سنا تو اس پر زمین کے شگاف اور آسمان کے دروازے کھول دیے گئے، جن کی راہوں سے پانی کے ایک ہیبت ناک طوفان نے حملہ کر کے تمام انسانی آبادیوں کو ڈھانپ لیا اور خدا کی ہستی سے انکار اور اس کے احکام سے سرکشی کرنے والے لوگوں کو نیست و نابود کر دیا۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ قوم عاد کو ان کی سرکشی اور فتنہ انگیزی کی بنا پر سزا دینے کے لیے خدائے ذوالجلال کا قہر آٹھ دن مسلسل چلنے والی تیز آندھی کی شکل میں نازل ہوا۔ جس نے اس قوم کے تمام گردن فرازوں کو ناگہانی موت کی نیند سلا دیا۔ اس کے بعد جب ثمود کی قوم کو ان کے اعمال کی سزا دینے کا وقت آیا تو ان کی پیٹھ پر قدرت کا تادیبی تازیانہ خوفناک گرج اور بجلی کی صورت میں لگا۔ جس نے آناً فاناً ان سب کو بے جان کر کے رکھ دیا۔ سدوم اور عمورہ کے لوگوں نے جب فسق و فجور میں یہاں تک غلو سے کام لیا کہ خلاف وضع جرائم کے مرتکب ہونے لگے، تو ان کی بستیاں زلزلہ کے ہلاکت خیز جھٹکوں اور آتش فشاں پہاڑ کے دہانہ سے اچھل اچھل کر گرنے والے سنگریزوں کی بے پناہ بارش سے تباہ ہو گئیں۔ مدائن کے لوگوں کی بد معاملگی جب نا قابل علاج ثابت ہوئی تو ان کو دھوئیں اور ابر کی گھنگھور گھٹاؤں نے گھیر لیا اور زلزلہ نے آ کر ان

کی عمرانی اور انفرادی زندگیوں کا خاتمہ کر دیا۔ سبا والوں کی بستیاں پہاڑوں پر سے امنڈ امنڈ کر آنے والے سیل رواں کے سامنے بہہ گئیں اور وہ ملک جو سرسبزی اور شادابی میں نظیر نہ رکھتا تھا۔ لق و دق صحرا بن کر رہ گیا۔ جس میں باغوں اور کھیتوں کی جگہ بیریاں اور جھاڑیاں اگ آئیں۔ فرعون مصر کو اس کی سرکشی کی سزا یوں ملی کہ دریائے قلزم کا وہی پانی جس نے پایاب ہو کر بنی اسرائیل کو گزرنے کے لیے راہ دے دی تھی اس کے لشکروں کو اپنی ہولناک لپیٹ میں لینے کے لیے منہ تک چڑھ گیا۔

غرض نوع انسانی کی تاریخ کے یہ عبرت انگیز اور ہولناک واقعات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ انسان کو اس کی بداعمالیوں کی سزا دینے کے لیے قدرت کے ظاہری اور مخفی عوامل میں سے کوئی ایک عامل وقت پر جوش میں آجاتا ہے اور اپنا کام کر جاتا ہے، عوامل قدرت کے ہاتھوں تباہ ہونے والی اقوام کی خدا ناترسی اور ان کے اخلاقی تسفل کے حالات ہمیں صحائف آسمانی کے علاوہ دوسرے تاریخی شواہد سے بھی مل رہے ہیں۔ اور تحقیقات سے عصر حاضر کی دلچسپیاں جس قدر بڑھ رہی ہیں اسی قدر ان کی سیہ کاریوں اور فتنہ پردازیوں اور ان کے مظالم و مصائب کے حالات روشنی میں آ رہے ہیں اور عصرِ حاضر کا انسان اس بے لوث صداقت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو رہا ہے، جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل خدائے وحدہ لاشریک نے حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی وساطت سے نوع انسان پر پوری پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دی تھی کہ دنیا میں قوموں کے عروج و زوال اور ان کے فنا و بقا کا راز کس چیز میں مضمر ہے؟

اس کے علاوہ ”القدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ“ پر ایمان رکھنے والی امت کے افراد جانتے ہیں کہ آفات ارضی و سماوی کے نزول میں سرکشوں کو سزا دینے کے

علاوہ خدائے لایزال کی بعض دوسری مصلحتیں بھی مضمر ہوتی ہیں جن کا تعلق نیک بندوں کے امتحان ان کے ایمان کے استحکام ان کے مدارج روحانی کی ترقی اور غفلت شعار بندوں کے لیے انتباہ کا سامان مہیا کرنے سے ہے اور جس پر قرآن کریم کی آیت: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝﴾

نفسی اور آفاقی مصائب سے انبیائے کرام علیہم السلام اور امت محمدیہ کے صلحائے عظام کو بسا اوقات سامنا ہوا ہے اور امت مسلمہ کو اجتماعی حیثیت سے بھی بارہا خدائے بزرگ و برتر کے بھیجے ہوئے امتحانوں اور ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑا ہے۔ لیکن حضرت ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت اس فنا آموز تباہی و بربادی سے اس لیے محفوظ ہے کہ اس نے ہادی برحق ﷺ کے پیغام پر لبیک کہا اور ان سرکش اقوام کی طرح خدا کے احکام سے روگردانی نہیں کی جو اپنے کفران وعصیان کے باعث صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہوگئیں۔ کیونکہ عوامل قدرت کی ہمہ سوز قہر پاشیاں تو ان لوگوں کے لیے مختص تھیں۔ جنہوں نے پکارنے والوں کی پکار کو سنا۔ لیکن اس کی تکذیب کے مرتکب ہوئے۔ قرآن حکیم کے خدا کا آخری پیغام اور رسول کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے معنی یہی ہیں کہ تا قیام قیامت ان دو صداقتوں پر ایمان رکھنے والے لوگ ناپید نہ ہوں گے اور اسی لیے کسی اور بشیر و نذیر کے آنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی اور جب خدا کے آخری نبی کے توسط سے ملنے والے خدا کے آخری پیغام پر ایمان رکھنے والا ایک شخص بھی باقی نہ رہے گا تو سب دستور سابق خدا کو کسی مرسل کے بھیجنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ بلکہ اس نوع انسانی کو اس آخری امتحان سے دوچار کر دیا جائے گا جس کو ''زلزلۃ الساعۃ'' ''قیامۃ'' ''طامۃ

الکبریٰ'' ''جاثیۃ'' ''واقعۃ'' ''قارعۃ'' اور اس قسم کے دوسرے ناموں سے پکارا گیا ہے اور جس کے نزدیک آنے کی خبر پورے پورے وثوق اور وضاحت کے ساتھ صرف خدائے ذوالجلال کے امی النبی نے دی ہے جو ''خاتم المرسلین'' ہے۔

(۲)

یہی وہ اسلامی معتقدات ہیں جن کی طرف میں نے گاندھی اور ٹیگور کی اس فلسفیانہ بحث کو درج اخبار کرتے ہوئے ایک مختصر سے تمہیدی نوٹ میں اشارہ کیا تھا جو ان کے درمیان زلزلۂ بہار اور اس کے اخلاقی روحانی اور مادی اسباب وصل کے بارے میں شروع ہوگئی تھی۔ میں نے لکھا تھا:

''مہاتما گاندھی نے ''زلزلۂ بہار'' کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ زلزلہ اہل ہند کے ان گناہوں کا نتیجہ ہے جو ان سے چھوت چھات کی شکل میں انسانی حقوق کو پامال کرنے کے باعث سرزد ہو رہے ہیں۔ اس پر بنگالی شاعر ڈاکٹر ٹیگور نے فلسفیانہ خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مادی عوامل ومظاہر کو انسان کے اخلاق سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ایسے حادثات محض قوائے قدرت کے غیرمعمولی اجتماع کا اتفاقی نتیجہ ہوتے ہیں، اس کے جواب میں گاندھی نے اپنے عقیدہ پر اصرار کرتے ہوئے ایک مضمون لکھا ہے جسے ہم قارئین ''زمیندار'' کی خدمت میں اس لیے پیش کرتے ہیں کہ وہ دیکھیں کہ قرآن پاک کے مطالعہ نے گاندھی کے خیالات کو اسلام سے کس قدر قریب کر دیا ہے۔ زلزلہ کی نوع کے حوادث اور ارضی وسماوی بلاؤں کے نزول کے متعلق خواہ وہ نفسی ہو یا افاقی، انفرادی ہوں یا اجتماعی ایک معمولی سے معمولی مسلمان بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ قدرت کی طرف سے انسان کے لیے سزا یا انتباہ یا آزمائش یا تزکیہ نفس وترقی مدارج روح کے لیے ایک تازیانہ کی

حیثیت رکھتے ہیں اور کائنات کی کوئی بات یونہی بے مقصد واقع نہیں ہوتی۔ جیسے کہ ٹیگور کا خیال ہے۔ بلکہ ہر جنبش اور ہر حرکت میں خدائے ذوالجلال کا کوئی مقصد پوشیدہ ہوتا ہے۔ جسے سمجھنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ گاندھی نے اسی اسلامی عقیدے پر اصرار کیا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ایمان وحکمت کے جو موتی ہمارے ہاں عوام الناس میں ارزاں ہو چکے ہیں۔ ان پر غیر مذاہب کے فلاسفر ابھی تک فلسفیانہ بحثیں کر رہے ہیں اور انہیں سمجھنا چاہتے ہیں۔

(۳)

میرے اس شذرہ پر لاہوری مرزائیوں کے اخبار ''پیغام صلح'' میں مرزائے قادیانی کے ایک مقلد خان صاحب چودھری محمد منظور الٰہی نے ''زلزلہ بہار'' کو مرزا کی صداقت کا نشان قرار دیتے ہوئے ایک مضمون سپرد قلم کیا ہے۔ جس کا عنوان ''زمیندار اینڈ کو گاندھی کے قدموں میں'' دیا گیا ہے۔ مرزائے قادیانی کی امت کو جھوٹ بولنے اور واقعات کو توڑ مروڑ کر بیان کرنے اور لاطائل تاویلوں سے کام لینے میں جو مہارت حاصل ہے۔ وہ کسی پڑھے لکھے انسان سے مخفی نہیں۔ میرا مقصد جیسا کہ شذرہ مذکورہ بالا کی عبارت سے ظاہر ہے۔ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انسان کے روحانی ترفع وتسفل سے کائنات کے مادی عوامل کا گہرا تعلق ہونے کے مسئلہ پر ٹیگور کی نسبت گاندھی کے خیالات اسلامی عقائد سے زیادہ قریب ہیں، کیونکہ گاندھی نے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا ہے۔ گاندھی نے لکھا تھا کہ میرا ایمان ہے کہ مادی دنیا میں کوئی حادثہ خدا کی مرضی اور اس کے ارادہ کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوسکتا اور خدا انسان کو بلاوجہ سزا یا مصیبت میں مبتلا نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ہر کام میں کوئی حکمت مضمر ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں ذاتی طور پر ''زلزلہ بہار'' کو ہندوؤں کے ان گناہوں کا نتیجہ سمجھ رہا ہوں جو چھوت چھات کی بدولت نوع انسانی

کے ایک طبقہ پر ظلم کرنے کی شکل میں ان سے سرزد ہو رہے ہیں اور میں محسوس کرتا ہوں کہ روح اور مادہ کے درمیان ایک ناقابل انفصال ازدواجی تعلق ہے۔ ظاہر ہے کہ ارضی وسماوی آفات کے نزول کے معاملہ میں گاندھی کے خیالات فلسفہ اسلام سے اقرب ہیں اور ان کے ضمیر پر آفتاب صداقت کی ضیا اگر پورے طور پر نہیں تو بہت بڑی حد تک شعاع افگن ہو چکی ہے۔ لیکن میرا یہ کہنا کہ گاندھی کے خیالات پر قرآن پاک کے مطالعہ کا اثر نظر آرہا ہے۔ زمیندار اینڈ کو کے ان کے قدموں میں سر رکھنے کے مرادف کیونکر ہوگیا اور مسیحی خلافت کی وہ کونسی اندلسی منطق ہے جو اس اظہار کو گاندھی کے چرنوں میں گرنے سے تعبیر کر رہی ہے۔

عالم روحانیات اور عالم مادیات کے باہمی تعلق اور ان پر عوالم ''جبروت ولاہوت'' کے ارادوں کے اثرات کے متعلق امت مسلمہ کے عارفین حق جن نتائج پر پہنچے ہیں وہ کچھ اور ہی ہیں اور میں ان کا ذکر اس بحث میں لانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ اس وقت میرا روئے سخن مرزائیوں سے ہے۔ جنہیں اس کوچہ کی ہوا بھی نہیں لگی۔ صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ اسلامی فلسفہ کے نزدیک عالم مادیات عالم روحانیات کا اور عالم روحانیات اس کے پرے کے عوالم کا تابع ہے۔

(۴)

''پیغام صلح'' کے مرزائی مضمون نگار کا مقصد اس تحریر سے یہ ہے کہ ہم نے آنکھیں بند کر کے ان کے اس دعویٰ کو تسلیم کیوں نہیں کر لیا کہ بہار کے لوگوں پر زلزلہ کی یہ ناگہانی آفت محض اس لیے نازل ہوئی ہے کہ اہل عالم نے اس کے قادیانی پیشوا کی مسیحیت ومہدویت یا مجددیت ومحدثیت کو تسلیم نہیں کیا۔ مرزائے قادیانی کے اقوال واعمال میں اگر کوئی معقول بات نظر آئے تو مجھے اسے معقول کہنے میں کبھی تامل نہ ہوگا۔ لیکن مشکل یہ ہے

کہ اس کی تحریرات کی بھول بھلیاں اہل خرد اہل نظر کے نزدیک خرافات کے ایک طومار سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور اس کے عجیب وغریب دعاوی محض اس لیے صحیح قرار نہیں دیئے جاسکتے کہ بہار میں یا جاپان میں یا امریکہ یا دنیا کے کسی اور خطہ میں پے درپے زلزلے آرہے ہیں اور اہل عالم پر دیگر اقوام کی ارضی وسماوی یا انفسی وآفاقی آفات نازل ہورہی ہیں۔ اس قسم کے حوادث مرزائے قادیانی کے خروج سے پہلے بھی واقع ہوتے رہے ہیں اور تا قیام قیامت واقع ہوتے رہیں گے اور جن لوگوں کو مبدءِ فیاض سے فراست ایمانی عطا ہوچکی ہے۔ وہ اس نوع کے حوادث کے اسباب وعلل سے بھی بخوبی آگاہ ہیں اور جانتے ہیں کہ قیامت تک کے عرصہ کے لیے جس ''بشیر اور نذیر'' کو آنا تھا۔ وہ محمد عربی ﷺ کے وجود قدسی کی شکل میں آچکا ہے۔ آپ کے بعد دنیا کے کسی گوشہ اور نوع انسانی کے کسی طبقہ کے لیے کسی اور ''بشیر ونذیر'' کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی برپا کی ہوئی امت وسطی ہی ملل عالم پر شاہد اور نوع انسانی کے لیے بشیر ونذیر ہے اور ہر سچا مسلمان اپنے وجود اور اپنے اعمال صالحہ سے ان لوگوں پر اتمام حجت کررہا ہے، جو ابھی ایمان وایقان کی دولت سے بہرہ ور نہیں ہوئے۔ جب تک حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے حلقہ بگوش موجود ہیں نوع انسان پر ویسی ہلاکت آفرین تباہی نہیں آسکتی۔ جس نے نوح، عاد، ثمود اور مدین کی اقوام کو بے نشان کردیا تھا۔ کیونکہ غلامان محمد ﷺ کے ایمان اور ان کے اعمال صالح کے روحانی مؤثرات ان مادی عناصر کو قابو میں رکھنے کے لیے کافی ہیں۔ جنہیں نوع انسانی کا عصیان جوش میں لانے کا موجب بنا کرتا ہے۔ ہمیں بتایا جاچکا ہے کہ جب تک سطح ارضی پر ایک بھی مرد مومن باقی ہے نوع انسانی تباہ نہیں ہوسکتی اور جب دنیا ایمان داروں سے خالی ہوجائے گی تو نوع انسانی کے لیے آخری قیامت آجائے گی۔

کیونکہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد نوع انسانی کی ہدایت کے لیے کسی رسول کے بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ پس ''زلزلہ بہار'' کی نوع کے حوادث کو انسان کے عصیان کا نتیجہ اور قدرت کی طرف سے ''انتباہ'' تو کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اسے خود ساختہ مدعی نبوت و مجددیت کی صداقت کا نشان قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(۵)

زلازل اور اسی قسم کے دیگر حوادث کو مرزائے قادیانی کی صداقت کا نشان قرار دینے میں ''اندلسی'' اور ''دمشقی'' مرزائی یعنی مرزائیوں کی قادیانی اور لاہوری گدیاں متفق اللسان ہیں۔ حالانکہ قادیانی مرزا کو نبی اور لاہوری اسے مجدد یا محدث قرار دیتے ہیں۔ واضح ہو کہ کسی مجدد یا محدث کے لیے اپنی ''مجددیت ومحدثیت'' کا دعویٰ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ وہ مظاہر قدرت کو اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے کے لیے اپنے نشان صداقت کے طور پر ظاہر کیا کرتے ہیں۔ نافرمان لوگوں کی ہلاکت وبربادی کا پیغام دینا ان انبیائے کرام کا کام تھا، جو ان کی ہدایت ورہنمائی کے لیے مبعوث ہوا کرتے تھے۔ امت مسلمہ میں مجددین اور محدثین کا کام صحیح عقائد اسلامی کی اشاعت اور لوگوں کے تزکیہ نفس کے سوا اور کچھ نہیں۔ انہیں اس امر کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ وہ ''مجدد یا محدث'' کہلائیں یا خود لوگوں سے ''مجدد یا محدث'' منوانے کے لیے مجادلہ کرتے پھریں اور زلزلوں وغیرہ کو اپنی صداقت کا نشان جتائیں۔

یہ لوگ نوع انسانی پر نازل ہونے والی ارضی وسماوی آفات کے ظہور پر جو بغلیں بجانے اور خوشیاں منانے کے عادی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مرزائے قادیانی نے ''کمال دجل'' سے کام لیکر اپنے متعدد جھوٹے دعاوی کا سکہ بٹھانے کے لیے چند ایک کا ہنانہ پیش

گویاں کررکھی ہیں۔ان پیش گوئیوں کومختلف حوادث پر منطبق کرنے کے لیے یہ لوگ اسی ''تلبیس بازی'' سے کام لینے کے عادی ہیں جوان کے پیرومرشد کا شیوہ تھی۔آخری زمانہ میں یعنی قیامت کے قریب زلزلوں کے پے درپے آنے بلکہ اس سے بھی عجیب تر واقعات کے ظہور پذیر ہونے کی پیش گویاں خود کلام مجید میں اور احادیث نبوی ﷺ میں موجود ہیں جن کو دیکھ کر اور ناآگاہ لوگوں کے سامنے تحکمانہ انداز میں اپنی طرف سے بیان کرکے ہر شخص اپنی غیب دانی کا مظاہرہ کرسکتا ہے۔بلکہ فراست ایمانی رکھنے والے اشخاص اس مرزائے قادیانی کی بہ نسبت زیادہ صحت اور زیادہ تیقن کے ساتھ ''مستقبل قریب وبعید'' کے حالات بیان کرسکتے ہیں۔جس کی ہر پیش گوئی مبہم اور ''شاید'' اور ''اغلبا'' وغیرہ کی قبیل کے الفاظ کی حامل ہوتی ہے۔اس کے علاوہ ''زلزلہ بہار'' کو مرزائی قادیانی کی ان پیش گوئیوں کا ظہور قرار دینا جو اس نے زلازل کے متعلق کی تھیں۔قادیانیوں کی اسی منطق کا مظاہرہ ہے جس کی رو سے وہ محمدی بیگم کے مرزائے قادیانی کے ساتھ آسمانی نکاح کرنے کی پیش گوئی کی تاویل کرکے یہ کہا کرتے ہیں کہ مرزا کی وفات کے باوجود ابھی محمدی بیگم کے ساتھ اس کا نکاح کا امکان باقی ہے۔کیونکہ مرزا زلزلہ کے متعلق صاف اور صریح الفاظ میں لکھ چکا ہے کہ ''وہ زلزلہ میری زندگی میں آئے گا''۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ۹۲)

''آئندہ زلزلہ کوئی معمولی بات نکلی یا میری زندگی میں اس کا ظہور نہ ہوا تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں''۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ، جلد پنجم صفحہ۹۲،۹۳)

ظاہر ہے کہ مرزائے قادیانی نے ۱۹۰۵ء والے زلزلہ سے متاثر ہوکر جس میں بھاگسو وغیرہ کے مقامات تباہ ہوگئے تھے، یا امریکہ کے زلزلوں سے متاثر ہوکر جو اس کی زندگی میں آئے یہ پیش گوئی کردی تھی کہ ہندوستان میں اس کی زندگی کے اندر اندر خوفناک

زلزلہ آئے گا۔اس کا خیال یہ تھا کہ اگر زلزلہ آگیا تو پوبارہ ہیں اور نہ آیا تو اخلاف کوئی نہ کوئی تاویل کرلیں گے۔

(۶)

لاہوری اور قادیانی مرزائی جو مرزا کے اقوال کو راست ثابت کرنے کے لیے لاطائل تاویلوں سے کام لینے کے عادی ہیں۔تاکہ اس کی پیش گوئیوں کو اس کی صداقت کا نشان ظاہر کریں۔اگر اسی چیز کو نبوت یا مجددیت کا ثبوت خیال کرتے ہیں تو انہیں مرزائے قادیانی کی بہ نسبت رسول عربی ﷺ کے اس ناچیز غلام کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے جس نے مرزائیوں اور ان جیسے دوسرے راہ گم کردہ انسانوں کے عقائد واعمال کی زبون حالی سے متاثر ہوکر زلزلہ کے وقوع سے فقط آٹھ روز پیشتر غیر مشتبہ الفاظ میں ''زمیندار'' مطبوعہ ۷ جنوری ۱۹۳۴ء کے پہلے صفحہ پر بخط جلی یہ اعلان چھپوایا تھا۔شعر

بری حالت ہے بندوں کی قیامت کیوں نہیں آتی
فلک کیوں گر نہیں پڑتا زمین کیوں پھٹ نہیں جاتی

جب اس قسم کی پیش گوئیوں کو معیار صداقت بلکہ دلیل نبوت ومجددیت قرار دینے والے مرزائیوں نے دیکھ لیا ہے کہ اس اعلان کے صرف آٹھ روز بعد زمین پھٹ گئی۔اس میں کئی جگہ ہاتھیوں کو نگل جانے والی دراڑیں پڑگئیں اور پندرہ دن کے اندر اندر موسلا دھار بارش بھی ہوئی اور ''شہاب ہائے ثاقب'' بھی کثیر تعداد میں گرتے دیکھے گئے، تو کیا وجہ ہے کہ وہ مرزائے قادیانی کا دامن چھوڑ کر خدا کے متذکرۃ الصدر بندے کے معتقد نہیں بنتے؟ مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ شعر بالا کا قائل ان کے نبی یا مجدد کی طرح اس قدر کم حوصلہ نہیں کہ اپنی کسی بات کے صحیح ثابت ہوجانے پر کوئی ناروا دعویٰ کر بیٹھے۔اسے فقط اسی امر پر فخر ہے کہ وہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے ادنیٰ غلاموں کا غلام ہے۔

(۷)

قادیانی مرزائی تو اپنے بے بنیاد دعاوی اور بیہودہ تاویلات کے باعث مرفوع القلم ہو چکے ہیں کیونکہ ان کے پاس کوئی معقول بات دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے باقی نہیں رہی۔ لاہوری جماعت جو قادیانیوں کی بہ نسبت زیادہ عیار واقع ہوئی ہے۔ اپنے معتقدات کو ایسے بے ضرر سے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ بادی النظر میں وہ محل تنقیح ومورد اعتراض واقع نہ ہوسکیں۔ لیکن جب ان کے پیش کردہ معتقدات کا تجزیہ خود انہی کے قائم کردہ اصول پر کیا جاتا ہے اور ان پر ''فبهت الذی کفر'' والی حالت وارد ہوجاتی ہے تو خاموش ہوجاتے ہیں۔ آج سے چند ماہ پیشتر کا ذکر ہے کہ راقم الحروف نے ''زمیندار'' میں ''مرزائے قادیانی کی ہفوات تنقید کی کسوٹی پر'' کے عنوان سے ایک مضمون لاہوری جماعت کے ان دعاوی کا بخیہ ادھیڑتے ہوئے لکھا تھا، جن میں وہ مرزائے قادیانی کی ہفوات کو صوفیائے کرام کی شطحیات کی مثل جتانے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ لیکن یہ سننے کے باوجود کہ میاں محمد علی امیر جماعت احمدیہ اور ان کے تمام لاہوری حواری میری مخلصانہ معروضات کا جواب لکھنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ آج تک کوئی چیز از قسم جواب دیکھنے یا سننے میں نہیں آئی۔ حالانکہ وہ مضمون خود انہی کے استفسار پر سپرد قلم کیا گیا تھا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لاہوری جماعت کے ان معتقدات پر وضاحت کے ساتھ کچھ لکھا جائے۔ جنہیں وہ بھولے بھالے اور کم سواد مسلمانوں کو پھسلانے کے لیے ہم رنگ زمیں دام کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اور مرزائے قادیانی کے ادعائے نبوت کو چھپا کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ امت مسلمہ کے بعض جلیل القدر علمائے ربانی کی طرح ایک برگزیدہ عالم تھا۔ اگر مشاغل لازم سے فرصت ملی تو ان شاء

اللہ العزیز ان لاہوری مرزائیوں کی دوسری جماعت کی قلعی بھی اسی طرح کھولی جائے گی۔

قادیانی خلافت کے معتقدات کی تکذیب کے لیے یہی لاہوری جماعت پیدا ہوچکی ہے اور لاہوری جماعت کے ظہور وقیام کی داستان سننی ہو تو یکم مارچ ۱۹۳۴ء کے ''الفضل'' کو ایک نظر دیکھ لینا چاہیے۔ جس میں قادیانی خلافت کے اس ''آرگن'' نے یہاں محمد علی امیر جماعت لاہوری کی شان میں ایک منثور قصیدہ لکھتے ہوئے یہ ظاہر کیا ہے کہ لاہوری جماعت کا امیر چور بھی ہے اور سینہ زور بھی۔ چور اس لیے کہ وہ قادیان کی انجمن احمدیہ کے تنخواہ دار ملازم کی حیثیت سے قرآن کا ترجمہ کر رہے تھے کہ جھوٹ بول کر اور دھوکا دے کر قادیان سے مسودہ سمیت نکل آئے اور سینہ زور اس لیے کہ انہوں نے جلب زر کی خاطر اس بات کی ہر ممکن کوشش کی ہے کہ اس ترجمہ میں مرزائے قادیان کے دعاوی کی صداقت کا ذکر تک نہ آنے پائے۔ ''پیام صلح'' کے مضمون نگار خاں صاحب چودھری منظور الٰہی پہلے اپنے امیر کے جلب زر، اس کی دروغ بافی اور فریب دہی وغیرہ کے متعلق ''الفضل'' کو جواب دے لیں، اس کے بعد وہ ''زمیندار اینڈ کو'' سے یہ کہنے کی جرأت کریں کہ ان کا مطمح نظر حصول دنیا ہے، نہ کہ رضائے الٰہی۔ (زمیندار، ۱۱ مارچ ۱۹۳۴ء)

مرزائے قادیانی کے دعوائے مجددیت ومہدویت پر ایک نظر

فرقہ مرزائیہ کی معتقداتی قلابازیاں

فرقہ ضالہ مرزائیہ کی لاہوری شاخ سے تعلق رکھنے والے اشخاص کی حالت قادیانیوں کی بہ نسبت بہت زیادہ قابل رحم ہے۔ یہ بے چارے اپنے پیر ومرشد کے عجیب و غریب دعاوی اور اپنے معتقدات کو دین قیم وحنیف کے مسلمات سے قریب تر لا کر دکھانے کے لیے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ بزرگان دین کے اقوال وملفوظات کو ان کی

ماہیت سمجھے اور ان کی اصلیت کے متعلق تحقیقات کیے بغیر اپنے پیرو مرشد کی ہفوات کے لیے سپر بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اپنے معتقدات اور اپنے پیشوا کی تعلیمات پر ایسا رنگ چڑھاتے ہیں کہ بے خبر اور کم سواد لوگوں کو وہ بے ضرر نظر آنے لگیں اور بھولے بھالے مسلمان ان کے مرشد کے بچھائے ہوئے ''دام دجل'' و ''تزویر'' کے شکار ہو جائیں، صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ لوگ اپنے پیشوا کے کفر اندوز دعاوی کی لغویات اور اس کی حیلہ سازیوں کی حقیقت سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں، لیکن اپنی اس غلطی کا کھلم کھلا اعتراف کرنے کے بجائے جو ان سے مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھوں فریب کھانے کی صورت میں سرزد ہو چکی۔ یہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ طرح طرح کی مضحکہ خیز تاویلوں اور لاطائل دلیلوں کے بل پر اس کی نبوت نہیں تو مجددیت ہی کا ڈھونگ کھڑا رکھنے میں کامیاب ہو جائیں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کریں کہ آں جہانی نے کوئی بات ایسی نہیں کی جو اسلام کے منافی اور سلف صالحین کے مسلک سے ہٹی ہوئی ہو۔ لیکن اس کو کیا جائے کہ ان کی تغلیط وتکذیب کے لیے مرزائے قادیانی کی اپنی تحریرات کے علاوہ مرزائیوں کے گھر اور مرکز میں ایک ایسی جماعت موجود ہے جس نے ان کے پیرو مرشد کی خرافات واہیہ کو بہ افتخار تام الم نشرح کرتے رہنے کا اجارہ لے رکھا ہے اور جو تاویل بازی اور داستان سرائی میں ان سے بیباک تر اور چالاک تر واقع ہوئی ہے۔

ان لوگوں کی معتقداتی قلابازیوں کے متعلق اگر بر سبیل تفنن جس کی وہ مستحق ہیں کہا یا لکھا جائے تو چیخنے لگتے ہیں کہ ان کے ساتھ ثقاہت ومتانت کا سلوک نہیں کیا جاتا۔ اگر سنجیدگی کے ساتھ ان کے اور ان کے جماعتی پیشوا کے معتقدات ودعاوی کی قلعی کھولی جائے تو یہ لوگ متانت وسنجیدگی کے ساتھ جواب دینے کی بجائے منہ چڑانے اور گالیاں دینے پر اُتر آتے ہیں۔ اسی طرح جب ان کے پیرو مرشد کے دعاوی نبوت ومسیحیت پر تنقید کی جاتی

ہے تو یہ لوگ اس میدان سے فرار ہو کر اس کی مجددیت کے آغوش میں پناہ لینے کی کوشش کرتے ہیں اور جب اس کے دعوئے مجددیت کا تارو پود بکھیرا جاتا ہے تو نبوت ورسالت کی تمثیلات اور انبیائے کرام علیہم السلام سے منسوب نصائص کے دامن میں پناہ ڈھونڈنے لگتے ہیں۔ علمائے امت انہیں منقولات کی بحث میں رگیدتے ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری تکذیب کے لیے وہی پرانی دلیلیں استعمال کرتے ہو اور اگر ان پر معقولات کے سلسلہ میں نئی قسم کے اعتراضات وارد لیے جائیں تو پھر یہ ''حیات وممات مسیح'' کی قسم کے مسائل چھیڑ دیتے ہیں جن کے متعلق انہیں کافی سے زیادہ براہین بتائے جا چکے ہیں۔ ﴿فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ..... (الی) ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ج فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (الآیۃ)

شطحیات وہفوات کی بحث

ان لوگوں پر ان کے لیے بے بنیاد دعاوی کی لغویت واضح کرنے اور انہیں شمع ہدایت کی ضیاء دکھانے کے لیے خود انہی کے استفسار پر میں نے ۱۷ ستمبر ۱۹۳۳ء کے ''زمیندار'' میں صوفیہ کرام کے ان اقوال کی حقیقت حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مکتوبات شریف کے حوالے دے کر روشن کی تھی، جو ظاہر بین آنکھوں کو شریعت کے خلاف نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے اپنے پیرو مرشد کی کفر آلود ہفوات کے لیے جواز کا پہلو نکالنے کی خاطر ''پیغام صلح'' میں لکھا تھا کہ دین اسلام کے بعض اعاظم رجال سے بھی خلاف شرع اقوال منسوب کیے جاتے ہیں، لہٰذا مرزائے قادیانی کی تحریرات میں اگر ایسی لغویات نظر آتی ہیں تو انہیں بھی اسی قسم کی شطحیات پر محمول کرنا چاہیے جو بعض اولیاء اللہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ میں نے اس مضمون میں مرزائے آنجہانی کے اقوال پیش

کر کے ان کا اور صوفیہ کرام کے اقوال کا فرق واضح کر دیا تھا اور ثابت کر دیا تھا کہ عارفین حق کے نزدیک وہ شطحیات کیا حقیقت رکھتے ہیں؟ یہ مضمون پڑھ کر اس فرقہ کے لوگوں پر ﴿فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ﴾ کی سی حالت طاری ہوگئی۔ اور پھر ان کو اپنے پیر و مرشد کی ولایت مجددیت ثابت کرنے کے لیے کم از کم میرے سامنے اپنی پیش پا افتادہ دلیل کے لانے کی جرأت نہ ہوسکی۔ تعجب ہے کہ خاں صاحب چودھری منظور الٰہی نے ۱۹ مارچ کے ''پیغام صلح'' میں میرے دوسرے مضمون کا جواب لکھنے کی کوشش کرتے ہوئے جو ''مادی عوامل'' اور ''انسان کی روحانیت'' کے باہمی تعلق کے متعلق اسلامی زاویہ نگاہ کی وضاحت کے لیے مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۳۴ء کے ''زمیندار'' میں سپرد قلم کیا گیا۔ پھر اس بحث کو تازہ کرنے کی ضرورت محسوس کی انہیں چاہیے تھا کہ ایک دفعہ پھر اس مضمون کو پڑھ لیتے اور اس کے بعد یہ لکھنے کی جرات کرتے۔ ''تمہارے اولیائے کرام باوجود شطحیات یعنی خلاف شرع باتیں کہنے لکھنے کے خدا کے مقرب اور ولی ہیں تو اسی کسوٹی پر پرکھ کر حضرت مسیح موعود کو کس منہ سے جھوٹا کہہ سکتے ہو''۔

اب بھی اگر انہیں اپنے پیر و مرشد کے کفریات کی حقیقت معلوم کرنے کی ضرورت ہو تو اسی مضمون کو ایک دفعہ پھر نظر غائر سے مطالعہ کرلیں اور دیکھ لیں کہ یہ اقوال کس طرح مفتری اور کذاب ثابت کر رہے ہیں؟

مجددین امت کا مسلک عمومی

خان صاحب چودھری منظور الٰہی نے میرے دوسرے مضمون کے بعض فقرات نامکمل اور ناقص حالت میں سامنے رکھ کر جواب نویسی کے لیے جو سوالات پیدا کیے ہیں ان کا کافی وشافی جواب خود اسی مضمون میں موجود ہے۔ ان کا یہ لکھنا کہ ''تفہیمات الٰہیہ'' میں حجتہ

الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مجددیت اور اپنے مقام عرفانی کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے اس مقام سے بے خبر رہنے والوں کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ خائب ہوں گے، مرزائے قادیانی کے عجیب وغریب دعاوی کے جواز کی سند نہیں ہوسکتا۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی مجددیت منوانے کے لیے لوگوں سے مجادلہ نہیں کیا اور ان کی زندگی اس امر کے لیے صرف ہوئی کہ لوگوں سے اپنے مقام ولایت کا اعتراف کراتے پھریں اور یہ کہیں کہ ان کی ولایت کی دلیل کے طور پر زلزلہ وغیرہ کی قسم کے نشانات ظاہر ہوں گے۔ اس کے علاوہ ان کا یہ قول خلاف شرع بھی نہیں کہ اسے شطحیہ سے تعبیر کیا جائے حضرت شاہ صاحب کی زندگی دیگر صلحائے امت محمدیہ ﷺ کی طرح صحیح عقائد اسلامی کی اشاعت اور لوگوں کے لیے تزکیہ نفس کے لیے وقف رہی، انہوں نے مرزائے قادیانی کی طرح انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحائے امت کے حق میں کبھی بدگوئی سے کام نہیں لیا اور نہ مسلمانوں کو چودھری صاحب کے پیر و مرشد کی طرح ذریۃ البغایا، حرامزادے، سور اور کتے وغیرہ ایسے الفاظ سے یاد کیا، نہ انہوں نے جہاد کی تعلیم کو ناپاک قرار دے کر اس پر خط نسخ کھینچا اور نہ نصاریٰ کی غیر مشروط وفاداری پر اتنی کتابیں لکھیں کہ ان کی حفاظت کے لیے پچاس الماریوں کی حاجت ہو۔

حضرت شاہ صاحب کے علاوہ چودھری منظور الٰہی نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی مجددیت کے ادعا کا بہتان باندھنے کی کوشش کی ہے اور ان کے اس مکتوب کا حوالہ دے کر جس میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستفسر پر مجدد الف ثانی کے مقام وفضائل کی تشریح کی ہے۔ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ یہ سب کچھ اپنے متعلق لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے نہ اس مکتوب میں جس کا چودھری صاحب نے حوالہ دیا ہے اور نہ کسی دوسرے مکتوب میں یہ فرمایا ہے کہ الف ثانی کا مجدد موعود میں ہوں۔

وہ مستفسرین کو ہمیشہ یہی لکھتے رہے ہیں کہ مجدد الف ثانی کا اس دور میں موجود ہونا ضروری ہے اور طالبین رشد وہدایت کا فرض ہے کہ وہ اسے پہچانیں۔ یہ اور بات ہے کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مقام کا علم ہو اور وہ جانتے ہوں کہ الف ثانی کے مجدد وہی ہیں۔ لیکن انہوں نے کسی جگہ اس امر کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی دعویٰ مرزائی جماعت کی نظر سے گزرا ہو تو اسے پیش کریں۔

چودھری منظور الٰہی صاحب نے تلبیس دلالت سے کام لیتے ہوئے بعض تحریرات حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہما کے متعلق پیش کی ہیں۔ چودھری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ مجدد خود دعویٰ نہیں کیا کرتے۔ بلکہ کام کرتے ہیں اور ''بصارت وبصیرت'' رکھنے والے لوگ انہیں ان کے کام اور روحانی اثر کی وجہ سے پہچان لیتے ہیں کہ ''عصر حاضر'' کا مجدد یہی ہے۔ چودھری صاحب یا ان کے ہم مسلک بزرگ، ذرا گزشتہ تیرہ صدیوں کے مجددین کی فہرست ان کے دعاوی مجددیت کے ساتھ پیش کر کے دکھائیں۔ تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو سکے کہ مجددوں کو بھی دعویٰ کرنے کی ضرورت پیش آیا کرتی ہے اور ان کے لیے دعویٰ ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نبی کے لیے اپنے مرسل من اللہ ہونے کا اظہار لازمی ہے۔ اس کے علاوہ ذرا یہ بتانے کی زحمت بھی گوارا فرمائیں کہ مجددین امت محمدیہ سے فیض پانے والے مسلمانوں نے مرزائیوں کی طرح کبھی جماعت بندی سے کام لیکر یہ کوشش کی ہو کہ ''عامۃ المسلمین'' سے اپنے سرچشمہ فیض روحانی کی مجددیت منوائیں اور اس امر کو ایمان وایقان کی صحت کا معیار قرار دیں۔

اُمت مسلمہ کا منصب شہادت

میں نے لکھا تھا کہ چونکہ امت مسلمہ اس داعی برحق کی دعوت پر لبیک کہہ چکی ہے

جو ''خاتم المرسلین ﷺ '' ہے۔ اس لیے تا قیام قیامت کسی بشیر ونذیر کے آنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ خود امت مسلمہ کا وجود اس کے صلحاء کے اقوال واعمال دوسری قوموں کے لیے بشارت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ لیکن چودھری منظور الٰہی کی سخن فہمی ملاحظہ ہو کہ وہ پھر خاکسار سے سوال کر رہے ہیں کہ علمائے اسلام اور مجھ ناچیز ایسے اخبار نویس شب وروز ''دعوت الی الحق'' کا کام کیوں کر رہے ہیں اور اسی کام کے ضمن میں عامۃ الناس کو اچھے کاموں کے صلہ میں بشارت اور بُرے کاموں کے صلہ میں انذار کا پیغام کیوں دیتے ہیں؟ چودھری صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس معمولی سے معمولی شخص نے حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے آستاں پاک پر سر نیاز جھکا دیا ہے۔ اس پر ان کے لائے ہوئے پیغام کی نشر و اشاعت فرض ہے۔ اور تمام مسلمان علی قدر مراتب اس فرض کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔ بلکہ خود ان کا وجود ہی اس امر کا کفیل ہے کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی رسالت کا مقصد پورا ہو رہا ہے۔ اس حقیقت کبریٰ پر قرآن پاک کی نص صریح بھی شاہد ودال ہے اور حضرت ذوالجلال والاکرام نے امت مسلمہ کو تا قیام قیامت بلکہ روز قیامت کے لیے بھی یہ رتبہ بلند عطا فرما دیا ہے اور کہا ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾

مرزائے قادیانی کا مطمع نظر

یہ باتیں میں نے ان لوگوں کے لیے لکھی تھی جو حضرت ختم المرسلین ﷺ بابی ھو وامی کے بعد کسی متنبی کے دعاوی کے سامنے سر تسلیم کر رہے ہیں اس لیے لاہوری مرزائیوں کو اس کے قبول کر لینے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیے تھا۔ البتہ چودھری منظور الٰہی صاحب یہ لکھ سکتے تھے کہ مرزا غلام احمد کو بھی امت محمدیہ کا ایک فرد تسلیم کرتے ہوئے ہم یہ

مان لیں کہ مرزا نے اسی حیثیت میں بشارت وانداز کا کام کیا ہے۔ جس حیثیت میں امت مسلمہ کے دیگر افراد اس فرض کو ادا کر رہے ہیں۔ اگر معاملہ یہیں تک ہوتا تو مسلمانان ہند کو ان فتن کا سامنا ہرگز نہ کرنا پڑتا۔ جن میں امت مرزائیہ نے انہیں مبتلا کر رکھا ہے۔ لیکن اس امر سے خود مرزائیوں کو بھی مجال انکار نہیں ہوسکتی کہ مرزائے آنجہانی اور اس کی امت کا سارا زور محمد عربی ﷺ کے بتائے ہوئے دین کی صداقتوں کو آشکارا کرنے کے بجائے مرزا قادیانی کی نبوت ومسیحیت یا مجددیت ومحدثیت کے جھوٹے دعاوی قائم وثابت کرنے پر صرف ہورہا ہے اور یہی شے ان کے کذب وافترا پر شاہد ودال ہے۔ صلحائے امت ومجددین ومحدثین اور ان کے پیروؤں کا شیوہ ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ اپنی پیری کے ڈھونگ رچاتے پھریں اور اسی کو زندگی بھر کا مقصد قرار دے لیں، بلکہ وہ تو صداقت محمدی ﷺ کے بحر ناپیدا کنار کی عام موجیں ہیں جن کے وجود کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسلام کی تقویت کا باعث ہوں۔

مرزائی مضمون نگار کا افترا علی القرآن

اسی زلزلہ بہار کے قصہ کو لیجئے اس بندہ عاجز نے اس سلسلہ میں ان حقائق کی وضاحت کی جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر حضرت خیر البشر ﷺ نے اپنی امت کو بتائے تھے اور قادیانی اور لاہوری مرزائیوں نے شور مچانا شروع کردیا کہ مرزا کی صداقت کا نشان ظاہر ہوگیا اور خیرہ چشمی اور ڈھٹائی کی انتہا یہ ہے کہ اپنے پیرومرشد کے واضح الفاظ کے باوجود یہ نشان میری زندگی میں ظاہر ہوگا۔ اس معاملہ میں بھی محمدی بیگم والے قصہ کی سی لغو تاویلیں کررہے ہیں اور زلزلوا زلزالا شدیدا کی آیت پیش کرکے نعوذ باللہ قرآن پاک کو جھٹلانے کے شیدائی نظر آتے ہیں۔ یہ مرزائی مضمون نگار لکھتا ہے کہ ”قرآن پاک میں و

زلزلوا زلزالا شدیدا کے الفاظ مخالفین اسلام کے لیے زلزلہ کی پیش گوئی کے طور پر آئے لیکن مخالفین پر کوئی ویسا زلزلہ نہ آیا جیسا ”بہار“ میں آیا ہے“۔ اس سے زیادہ شوخ چشمانہ افترا کی نظیر مرزائیوں کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی۔ کیونکہ آیہ مافوق الذکر ”سورۂ احزاب“ کے دوسرے رکوع میں خود مسلمانوں کے متعلق مذکور ہے۔ جہاں خدائے تعالیٰ نے ایک تازہ مگر گزشتہ واقعہ یعنی ”جنگ احزاب“ کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو میدان جنگ کے اندر فرائض منصبی کی ادائیگی پر جمے رہنے کی تاکید فرمائی اور مسلمانوں پر کفار کے ہجوم لانے کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے ﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا﴾ ”یعنی اس جگہ مسلمانوں کی آزمائش کی گئی اور انہیں بڑی شدت سے جھنجھوڑا گیا“۔

اب آپ ہی فرمائیے کہ اس آیت کو مخالفین اسلام کے متعلق پیش گوئی قرار دینا اور پھر ”زلزال“ کے معنی کا حصر زلزلہ ارضی پر کرکے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرنا کہ قرآن پاک کی یہ پیش گوئی لفظاً پوری نہیں ہوئی انتہا درجہ کی ضلالت اور تیرہ باطنی نہیں تو اور کیا ہے؟

﴿مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِنْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ...... الآیۃ﴾

غلامان محمد ﷺ کی فراست ایمانی

میں نے لکھا تھا کہ امت محمدیہ کے فراست ایمانی رکھنے والے اشخاص مرزائے کذاب کی بہ نسبت زیادہ صحت اور زیادہ تیقن کے ساتھ مستقبل قریب وبعید کے حالات بیان کرسکتے ہیں۔ اس پر مرزائیوں کی لاہوری جماعت کے نفس ناطقہ چودھری منظور الٰہی



صاحب لکھتے ہیں کہ ''جب آپ کو ابھی تک ایسا آدمی میسر نہیں آیا تو یہ الفاظ بڑ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے''۔ شائد چودھری صاحب نے میرے اس مضمون کو غور سے نہیں پڑھا! ورنہ ان کے اس سوال کا جواب انہیں اسی سے مل جاتا۔ جہاں انہیں اس شخص کو تلاش کرنے کی تاکید کی گئی تھی جس نے زلزلہ بہار کے آٹھ دن پہلے غیر مبہم الفاظ میں فلک کے گرنے اور زمین کے پھٹنے کا اعلان کر دیا تھا خیر اسے جانے دیجئے۔ اگر چودھری صاحب فراست ایمانی رکھنے والے اشخاص سے اپنے اور اسلام کے مستقبل کا حال دریافت کرنا چاہتے ہیں تو انہیں مرزائے کذاب کا دامن چھوڑ کر غلامان محمد مصطفیٰ ﷺ میں ایسے افراد کو تلاش کرنا چاہیے جو خود ان میں فراست ایمانی پیدا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ صداقت اسلامی کا واضح اور بین نشان ہے، اس کے ساتھ ہی یہ لکھ دینا بھی ضروری ہے کہ ایسے اشخاص کو مرزائے غلام احمد قادیانی کی طرح اپنی بزرگی کی دھاک بٹھانے کے لیے محمدی بیگم کے آسمانی نکاح کی سی پیش گوئیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ان کے منصب یہ ہے کہ وہ بلاضرورت شرعی مستقبل کے حالات بیان کریں۔

مہدی موعود کہاں ہے؟

چودھری صاحب نے یہ بھی لکھا ہے اگر قرآن پاک اور حدیث شریف کی پیش گوئیوں کے مطابق موجودہ زمانہ قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اسی لیے ارض کا ''زلزال'' شروع ہو گیا ہے تو مسلمانوں کا مہدی اور مسیح کہاں ہے؟ اس سوال کے ساتھ ہی آپ کمال شوخ چشمی کے ساتھ لکھتے ہیں، ''کیا جب قیامت آ چکے گی تب وہ صفیں لپیٹنے کے لیے آئیں گے''۔

اس بیہودہ سوال کا جواب اس کے سوا اور کیا دوں کہ جس وقت پر یہ سب باتیں ظاہر ہو کر رہیں گی۔ مہدی موعود جس کے ہاتھ پر پیش گوئیوں کے مطابق دور فتن میں اسلام

کی سیاسی نجات لکھی جا چکی ہے اور جس کے متعلق احادیث شریف میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ وہ کفار کے ان لشکروں کے مقابلہ میں جو مرکز اسلام پر حملہ آور ہوں گے۔ عساکر اسلامی کا قائد اعظم اور صاحب سیف وسناں ہوگا۔ جس کے متعلق یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کرے گا بلکہ خود مسلمان اسے مجبور کر کے عساکر اسلامی کی قیادت کی ذمہ داری اس پر ڈال دیں گے۔ مرزائیوں کے مدعی کاذب کی طرح کوئی گدی قائم کرنے والا پیر نہ ہوگا۔ بلکہ ایسا بہمہ صفت موصوف قائد عسکری وسیاسی ہوگا جس کے جھنڈے تلے جمع ہو کر عصر حاضر کی بہترین ہستیاں کفار کے ساتھ وہی جہاد کریں گی جسے مرزائیوں کے پیرومرشد نے منسوخ معطل اور دین اسلام کا ایک بیکار شدہ رکن قرار دے رکھا ہے۔

﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ط ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ط یَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ الآیه﴾

مرزائیوں کی دجال پرستی

کچھ عرصہ سے میں سن رہا ہوں کہ میرے اس شعر پر:

الٰہی ہستی مسلم کی ہو اب خیر دنیا میں
فرنگی لشکر دجال ہیں یا جوج ہیں روسی

امت مرزائیہ لاہوریہ کے افراد امیر سے لیکر مقتدی تک سب کے سب رقص شادمانی کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ میرے اس شعر کو بھی ''زلزلہ بہار'' کی طرح مرزائے قادیانی کی صداقت کا نشان قرار دے رہے ہیں، اس لیے کہ کہیں مرزا نے اپنی تحریرات میں یہ لکھ دیا تھا کہ دجال سے مراد شائد یہی عیسائی پادری ہوں جن کے ساتھ اسے مجادلہ لسانی کرنا پڑتا

ہے اور ریل اس دجال کا گدھا ہو۔ مرشد نے تو لفظ ''شائد'' استعمال کیا تھا لیکن مرید نے اس پر ایک کتاب لکھ ماری جس میں اقوام یورپ کو دجال اور یاجوج ماجوج ثابت کرنے کی کوشش کی گئی اور جب نتائج اخذ کرنے کی نوبت آئی تو لکھ دیا گیا کہ اقوام یورپ کے سیاسی استیلا کے مقابلہ کی صورت فقط یہ ہے کہ عیسائی پادریوں کے ساتھ مناظرے کر لیے جائیں اور سمجھ لیا جائے کہ ہم حفاظت اسلام کے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ اب چودھری منظور الٰہی نے میرے اس شعر کا حوالے دے کر اس خاکسار پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے مرزائیت کے خرمن سے خوشہ چینی کی ہے مرزائیوں کو اختیار ہے کہ کل میرے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے پر یہ شور مچانے لگیں کہ میں مرزائیت کا خوشہ چین ہوں۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ سخن فہمی کوئی اور شے ہے اور ہر بات کی جھوٹی سچی تاویلیں کر لینا اور شے ہے۔

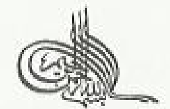
میرے اس شعر کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ دنیائے اسلام کو آج جو دول یورپ کی سرمایہ درانہ سیاست اور روس کی مبنی بر لا مذہبیت استعمار طلبی سے مقابلہ ہو رہا ہے۔ اس پر احادیث میں بیان شدہ فتنہ دجال اور فتنہ یاجوج ماجوج کا اطلاق کیا جا سکتا ہے، یعنی انتہائی مصیبت کا سامنا ہے۔ اگر ان کے پیرومرشد اور اس کی امت کا عقیدہ یہ ہے کہ اقوام فرنگ جن میں انگریز بھی شامل ہیں دجال اور یاجوج ماجوج ہیں، تو خدارا اس شخص کے متعلق وہ دیانت دارانہ رائے ظاہر کریں جس نے انگریزی حکومت کو ظل الٰہی سے تعبیر کرتے ہوئے مذہباً دجال اور یاجوج ماجوج کی اطاعت کرنے کی تاکید کی ہے اور جن کی خاطر اس نے جہاد جیسے فریضہ اسلامی کو منسوخ کر دیا ہے۔ کیا ایسا شخص لشکر دجال کا ایک ممتاز رکن نہیں؟ جس نے طرح طرح کے حیلوں سے اسی دجال کی خاطر اسلامی جمعیت کو منتشر کرنے اور اسلامی عقائد کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی۔

امتِ مرزائیہ سے خطاب عمومی

پس اے راہ گم کردہ لوگو! اگر تم یوم الحساب پر یقین رکھتے ہو تو کج بحثیوں اور تاویل بازیوں سے باز آ جاؤ اور بارگاہ ذوالجلال میں صدق دل سے توبہ کرو کہ آئندہ اپنی دنیا کی خاطر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ خدائے قہار کی بطش شدید تمہاری تاک میں ہے۔ دجال کی اطاعتیں اور خدمت گزاریاں تمہیں اللہ کے غضب سے نہیں بچا سکیں گی۔ تم اپنے پیرومرشد کے باطل دعاوی کا سچا ثابت کرنے کے لیے آیات قرآنی کے مطالب میں تحریف کرتے ہو۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں دریدہ دہنی کے مرتکب ہوتے ہو، اپنے مرشد کی کذابیوں پر پردہ ڈالنے اور ان کی توجیہہ کرنے کے لیے رسولوں پر طرح طرح کے اتہام باندھتے ہو۔ مسلمانوں میں اپنے پیرومرشد کے باطل عقائد کی نشر و اشاعت کر کے انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہو، تمہاری باطل کوششوں کا منتہائے مقصود اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپنے گرو کی قائم کی ہوئی ابلیسی گدی کو برقرار رکھو۔ اپنے پیشوا کے فاحش عیوب کی کراہت کم کرنے کے لیے تم اللہ کے پاک بندوں اور نبیوں پر اتہام باندھ کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہو کہ تمہارے متنبی پر وارد ہونے والے الزامات (نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیات اعمالنا) انبیائے کرام علیہم السلام پر بھی وارد ہو سکتے ہے۔ حالانکہ تم اپنے دلوں میں اور اپنی روحوں کے اندر اچھی طرح جانتے ہو اور عام لوگوں کی بہ نسبت بہتر طریق سے آگاہ ہو کہ تمہارا پیشوا مفتری اور کذاب تھا۔ اے قادیانیو! تم کس ضلالت کے گڑھے میں گرے جا رہے ہو کہ کفر صریح کے مرتکب ہو کر خانہ ساز نبوت قائم کرنے کی فکر میں ہو، حالانکہ نبوت و رسالت کو معراج کمال و منتہی تک پہنچے ساڑھے تیرہ سو سال کا عرصہ گزر گیا اور اے لاہوریو! تم اپنے مرشد کے دعاوی نبوت کو

افترائے صریح سمجھنے کے باوجود اس لاحاصل ادھیڑ بن میں لگے ہو کہ اس کی مجددیت ہی کا ڈھونگ کھڑا رکھتے ہوئے کامیاب ہو جاؤ۔ تم کسی علمی یا نظری تحقیق کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے پیشوا کی مسیحیت مآبی ثابت کرنے کے لیے معجزات انبیاء علیہم السلام اور آیاتِ الٰہی سے انکار کرتے ہو اور کہتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے فرزند تھے اور وہ آسمان پر نہیں اُٹھائے گئے۔ دانش فروشو! تم جہالتوں اور اپنی نظر کی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے قرآن پاک کے معانی میں اپنی ہوا و ہوس کے مطابق تصرفات کر لیتے ہو۔ اے تاویل بازو! اپنے آپ کو اور بے خبر لوگوں کو دھوکا دینے کی کوششوں سے باز آ جاؤ۔ عقائد و اقوال کی ضلالتوں اور اعمال کی سیہ کاریوں سے توبہ کرو۔ خدا کے مسلمان بندے اور محمد عربی ﷺ کے غلام بن کر رہو۔ ورنہ اے مرزائے قادیانی سے نسبت پیدا کرنے والے دجال پرستو! یاد رکھو کہ خدائے قدیر کا سزا دینے والا ہاتھ تمہیں زیادہ دیر تک طغیان و سرکشی کی مہلت نہ دے گا اور تم بہت جلد اپنے کیے کی سزا پاؤ گے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔



پاکستان میں

مرزائیت کا مستقبل

(سنِ تصنیف: 1950ء)

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیروانِ مرزا کے لئے لمحۂ فکریہ

پاکستان کی مرزائی اقلیت جو قادیان کے مدعی نبوت ''مرزا غلام احمد'' کی پیرو ہے اور ''احمدی'' کہلاتی ہے۔ پاکستان کے داخلی مسائل میں سے ایک نہایت ہی الجھا ہوا مسئلہ ہے۔ جس کے حدود اگر ابھی سے متعین نہ کر لئے گئے تو یہ مسئلہ آگے چل کر مسلمانانِ پاکستان، دولت پاکستان، حکومتِ پاکستان اور خود مرزائی قوم کیلئے بہت بڑی مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کرنے کا موجب بن جائے گا۔ پھر ان مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جمہوریہ پاکستان اور حکومت پاکستان کو ان سے بہت زیادہ، شدید تر ذرائع اختیار کرنے پڑیں گے جو آنے والے فتنوں سے بچنے کے لئے آج آسانی سے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

مرزائیت: جس کے موٹے موٹے خدوخال ہم آگے چل کر بیان کریں گے، اپنی پیدائش کے دن ہی سے امت مسلمہ کے لئے شدید ترین روحانی اور فکری اذیتوں کا موجب بنی رہی ہے۔ اور جب تک وہ اپنے موجودہ معتقدات وتاویلات کو بحال و برقرار رکھتی ہوئی موجود ہے۔ امت مسلمہ کیلئے روحانی اور فکری اذیتوں کا موجب بنی رہے گی اور کسی وقت مادی طاقت حاصل کر کے مسلمانوں کے دینی اور دنیوی شئوں پر ایسی ضرب لگائے گی جس کے زخم کی تلافی کرنے کے لئے مسلمانوں کو بہت کچھ کرنا پڑے گا۔ مرزائیت کے مذہبی معتقدات دین حقہ اسلام کا کھلا استہزاء ہیں، بلکہ اللہ اور اس کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں (علیہم السلام) اور حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ ﷺ (بآبائنا هو وامهاتنا) کی توہین وتضحیک کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اس امر کے شواہد صاف نظر آ رہے ہیں کہ

مرزائیت کے پیروؤں کی گروہ بندی سیاسی اور تمدنی اعتبار سے پاکستان کے وجود اور اس کے داخلی امن کے لئے ایک مستقل خطرہ رہے جس کی طرف سے تسامح نہ صرف پاکستان کے لئے بلکہ پورے عالم اسلام اور دینِ حقہ کے لئے بدرجۂ غایت ضرر رساں ثابت ہوسکتا ہے۔ ہم اسلام کی پاکستان کی، عام مسلمانوں کی اور خود اس فرقۂ ضالّہ کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے جذبہ سے متاثر ہوکر اس موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے ہمارا مقصد حاشا وکلا یہ نہیں کہ ہم پاکستان کی حدود میں بسنے والی دو قوموں کے درمیان منافرت کے ان جذبات کو ترقی دیں جو پہلے ہی سے طرفین کے دلوں میں موجود ہیں۔ ہمارا مقصد اپنے ملک کے داخلی کوائف کی اصلاح کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر ہم اپنے ہاں کے جمہور کو جن میں مرزائی بھی شامل ہیں، اپنے ارباب حکومت کو اور اصحاب فکر و بصیرت کو ان خطرات سے آگاہ نہیں کرتے جو ہمیں صاف نظر آرہے ہیں تو ہم ان فرض منصبی سے قاصر رہنے کے مجرم متصور ہوں گے، جو ذمہ دارانہ صحافت کی جانب سے ہم پر عائد ہوتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ مرزائی جماعت کے لوگ اور ان کے ساتھ دوستی رکھنے والے کج فہم اور کوتاہ نظر مسلمان حکومت کے احتسابی دوائر کو ہمارے خلاف حرکت میں لانے کی کوشش کریں گے اور وہ دوائر بھی مرزائیوں کے اور ان کے دوستوں کی تحریک سے متاثر ہوکر ہمیں بلاوجہ و بلاسبب پریشان کرتے رہیں گے۔ لیکن مخالفوں اور کج فہموں کی یہ روش ہمیں ''کلمة الحق'' کے اعلان سے باز نہیں رکھ سکتی۔ ہم محسوس کررہے ہیں کہ پاکستان کے لوگوں کو جن میں ارباب حکومت بھی شامل ہیں۔ ان خطرات سے آگاہ کردینا ضروری ہے، جو ان کی نظروں سے اوجھل ہیں، لیکن ہمیں مرزائی جماعت کے رجحانات وعزائم اور اس کی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے بعد صاف نظر آرہے ہیں۔

دجل و تلبیس کے کھیل

مرزائیت: بعض مخصوص عقائد عزائم کی ایک ایسی تحریک ہے جو طرح طرح کی ابلہ فریبیوں کے بل پر قائم ہے۔ مرزائیت کے پیرو جملہ مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں، دینی امور میں ان سے الگ تھلگ رہنا اپنے مذہبی عقیدے کی بنا پر لازمی تصور کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی نمائندوں میں شریک نہیں ہوتے۔ ان کی میتوں کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرتے، اسلام کے بنیادی ارکان وعقائد میں مسلمانوں کے ہم نوا نہیں۔ حج بیت اللہ پر قادیان کے سالانہ اجتماع کو مرجح سمجھتے ہیں اور قادیان کے چھن جانے کے بعد پاکستان میں اپنا نیا کعبہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمانوں سے یکسر الگ قوم متصور کرتے ہیں، لیکن مسلمان کہلاتے ہیں۔ ''عامۃ المسلمین'' کو دھوکہ دینے کیلئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو مسلمانوں کے سواد اعظم کے فروعی اختلافات رکھنے والے فرقوں یا صلحائے امت میں سے کسی کے ساتھ اپنی نسبت ظاہر کرنے والی جماعتوں میں سے ایک فرقہ یا ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ان مسلمانوں کو جو مرزائیت کی حقیقت و ماہیت سے آگاہ نہیں، یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ احمدی بھی دوسروں فرقوں کی طرح امت مسلمہ ہی کا ایک فرقہ ہیں یا صوفیائے کرام کے خانوادوں نقشبندی، قادری، سہروردی، چشتی، صابری، نظامی، نوشاہی وغیرہ کی طرح ایک خانوادہ ہیں، جو مرزا غلام احمد سے بیعت کرنے کی بنا پر ''احمدی'' کہلاتے ہیں۔ بہت سے مسلمان جن کو ان کے بنیادی عقائد اور ان کی جداگانہ گروہ بندی کی ماہیت کا صحیح صحیح علم نہیں ان کے اس فریب و استدلال کا شکار ہوکر انہیں بھی مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اپنے آپ کو ایسا نہیں سمجھتے۔ محض دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے بوقتِ ضرورت ایسا کہہ دیتے ہیں۔

یہ لوگ یعنی دین مرزائیت کے پیرو اس وقت حکومت کی وفاداری کا دم بھرتے ہیں۔لیکن اپنے پیشوا کو ''امیر المومنین'' قرار دیکر کسی قدر ظاہر اور کسی قدر خفیہ طور پر ایک متوازی حکومت کا نظام رکھتے ہیں۔مرزائی فرقہ کے لوگ اس حکومت کے بجائے جس کے زیر سایہ وہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔اپنے ''امیر المومنین'' کے اطاعت گذار ہیں جو صرف ان کا مذہبی پیشوا نہیں بلکہ سیاسی حیثیت کا امیر بھی ہے یہ لوگ قادیان کو اپنا دینی مرکز و متبرک مقام، سیاسی دارالخلافہ خیال کرتے ہیں۔جو اب ہندوستان کے قبضہ میں جا چکا ہے، لیکن پاکستان میں ''ربوہ'' بنا رہے ہیں۔ان کا امام اور امیر ہندوستان کو احمدیت کے فروغ کیلئے اللہ کی دی ہوئی وسیع بیس (مرکز) سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی پاکستان کو مرزائیوں کا ملک بنا لینے کی فکر میں ہے۔یہ لوگ (یعنی دین مرزائیت کے پیرو) مسلمانوں کو کافر اور ان کے اسلام کو مردہ قرار دیتے ہیں اور انہی کی دینی اور ملی اصطلاحیں بلا تکلف استعمال کر رہے ہیں۔مرزائے قادیان کو اللہ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول جملہ انبیائے کرام علیہم السلام صلحائے امت، صدیقین رحمھم اللہ، شہداء رحمھم اللہ، صحابہ کرامؓ اہل بیت علیہم الرحمہ پر ہر طرح کی فضیلت رکھنے والا شخص سمجھتے ہیں۔لیکن اس کے ساتھ ہی کفر وارتداد اور الحاد بے دینی کے حکم سے بچنے کی خاطر یا لوگوں کو بتلائے فریب کرنے کی خاطر ظل و بروز، صوفیائے کرام کے مقامات سیر وسلوک وغیرہ کی اصطلاحوں کا سہارا لینے لگتے ہیں۔غرض مرزائیت دینی اور سیاسی اعتبارات سے دجل وتلبیس کے رنگ برنگے پردوں کا ایک تماشہ ہے جو مسلمانوں کو دینی حیثیت سے نقصان پہنچانے کی غرض سے دکھایا جا رہا ہے۔مرزائیت کی ہر بات اور ہر حرکت دجل وفریب اور منافقت پر مبنی ہے۔مسلمانوں کے ساتھ ان کے حال کی کیفیت مذہبی اور دنیوی حیثیت سے وہی ہے۔جو اللہ تعالیٰ ﷻ نے قرآن کریم میں منافقوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے ارشاد فرمائی: ﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِہِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْنَ﴾ (۲_۱۴) ''اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ہم تو مسلمانوں سے مذاق کر رہے ہیں''۔

۲...... ''اشاعت دیروز'' میں ہم لکھ چکے ہیں کہ مرزائیت دجل وتلبیس کا ایک کھیل ہے۔جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے، انہیں فریب دینے اور مادی حیثیت سے انہیں نقصان پہنچانے کی غرض اور نیت سے کھیلا جا رہا ہے۔

مرزائیت کے متعدد چہرے اور متعدد زبانیں ہیں جن میں سے کبھی ایک کو، کبھی دوسرے کو مرزائیت کے پیرو دنیا کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔مرزائیوں کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اللہ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول تھا۔اس کی نبوت اور رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو اس پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے۔اور جو اس پر ایمان لائے ہیں وہی مومن کہلانے کے مستحق ہیں۔صرف یہ ہی نہیں بلکہ مرزائی اپنے مذہب کے بانی کو مسیح موعود، نبی آخر زمان، رُدّر گوپال کرشن اور نہ جانے کیا کیا مانتے ہیں۔اور اس کی ذات کو تمام نبیوں، رسولوں اور جملہ ادیان کی برگزیدہ ہستیوں سے برتر اور بہتر سمجھتے ہیں۔اس لحاظ سے وہ اپنے آپ کو دوسری ملتوں سے الگ یکسر نئی ملت خیال کرتے ہیں۔لیکن مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اور خود کو مسلمان ظاہر کر کے دنیوی فائدے حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے کو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ یا ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ہمارا یہ دعویٰ کہ مرزائی اپنے عقائد کے رو سے اپنے آپ کو مسلمانوں سے جداگانہ ملت سمجھ رہے ہیں اور اسی بنیادی عقیدہ کی بنا پر اپنی مذہبی اور سیاسی تنظیم کر رہے ہیں۔خود ان کے اکابر کے دعووں اور

قولوں سے ظاہر ہے۔ جن میں سے چند ایک ہم برسبیل تذکرہ ذیل میں درج کیے دیتے ہیں۔

۱.....حضرت مسیح موعود کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرضیکہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے اختلاف ہے۔

(خطبہ میاں محمود احمد مندرجہ ''الفضل''، جلد ۱۹، نمبر ۱۳)

۲.....کیا مسیح ناصری نے اپنے پیروں کو یہود بے بہبود سے الگ نہیں کیا؟ کیا وہ انبیاء علیہم السلام جن کی سوانح کا علم ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں ان کے ساتھ جماعتیں بھی نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اپنی ان جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کر دیا؟ ہر ایک شخص کو ماننا پڑے گا کہ بیشک کیا ہے، پس اگر حضرت مرزا صاحب نے بھی جو کہ نبی اور رسول ہیں۔ اپنی جماعت کو ''منہاج نبوت'' کے مطابق غیروں سے علیحدہ کر دیا، تو نئی اور انوکھی بات کونسی ہے؟ (''الفضل'' جلد نمبر ۵ نمبر ۶۹/۷۰)

۳.....ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدائے تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔ (انوار خلافت، مصنفہ مرزا محمود احمد)

۴.....غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا جو ہم ان کے ساتھ مل کر سکتے ہیں؟ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی اور دوسرا دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ

عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ وناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ غرض ہر ایک طریق سے ہم کو حضرت مسیح موعود نے غیروں سے الگ کیا ہے۔ (کلمۃ الفصل، مصنفہ بشیر احمد قادیانی)

ہمارا اعتراض اس بات پر نہیں کہ مرزائی اپنے آپ کو کیوں مسلمانوں سے علیحدہ ملّت سمجھ رہے ہیں؟ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ حضرت ختم مرتبت محمد مصطفیٰ ﷺ (ان پر ہماری جانیں اور ہمارے ماں باپ قربان ہیں) کی بعثت کے بعد نبوت ورسالت کے کسی مدعی کے دعوے پر ایمان رکھنے والے لوگ مسلمانوں میں سے نہیں ہو سکتے۔ لیکن ہمیں اس پر دکھ ہے کہ یہ لوگ بوقتِ ضرورت اپنے آپ کو امت مسلمہ کا ایک فرقہ یا مسلمانوں کی ایک جماعت کیوں ظاہر کرنے لگتے ہیں اور اپنے اس منافقانہ طرز عمل سے بے خبر اور بھولے بھالے مسلمانوں کو فریب کیوں دیتے ہیں؟

تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے مسیلمہ کذاب مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ اُمت جس پر مسلمانوں سے کسی قسم کا دینی یا دنیوی تعلق رکھنا حرام ہے۔ مصیبت اور ضرورت کے وقت اُمت مسلمہ کے آغوش میں پناہ لینے کی کوشش کیوں کرتی ہے؟ اور اُمت مسلمہ کی پناہ میں آنے کے بعد عقرب کی دم کی طرح اس امت پر نیش زنی کیوں جاری رکھتی ہے؟ مرزائیوں کی متذکرہ صدر ذہنیت اور ان کے محوّلہ بالا عقائد کے ساتھ ان کا اپنے آپ کو مسلمانوں کے سوادِ اعظم کا ایک حصہ ظاہر کرنا منافقت اور عیاری نہیں تو اور کیا ہے؟

مرزائیت کا سارا لٹریچر مسلمانوں کے خلاف منافرت انگیزی اور انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحائے امت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ہتک آمیز تذکار سے بھرا پڑا ہے۔ ہم برسبیل تذکرہ بھی غلاظت کے ان انباروں کی نمائش نہیں کر سکتے جو مرزائیوں کے بدزبان متنبّی نے اپنی تصنیفات میں ذخیرہ کر رکھے ہیں۔ جس قوم کی بنیادیں ہی مسلمانوں کے خلاف

منافرت ومغایرت کے جذبے کی خشت وگل سے استوار کی گئی ہوں، اس کا مسلمانوں میں
مسلمانوں کی طرح گھل مل کے رہنا کس حد تک صحیح، جائز اور قابل برداشت سمجھا جاسکتا ہے؟
تاہم یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ پاکستان کی اسلامی مملکت میں اس قسم کی خطرناک ذہنیت
رکھنے والی ایک جماعت موجود ہے جو دینی معتقدات کے لحاظ سے مسلمان کہلانے کے مستحق
نہیں اور اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ ایک نئے دین کے پیروؤں کی جماعت سمجھ رہی
ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی پناہ لینے کیلئے نوکریاں اور عہدے حاصل کرنے کیلئے، ناجائز
الاٹ منٹیں کرانے کے لئے، دنیوی اور سیاسی فوائد حاصل کرنے کیلئے اور مسلمانوں کو دھوکہ
دینے کیلئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو ''مسلمانوں میں سے'' ظاہر کرنے لگتی ہے۔ظاہر ہے
کہ مرزائیوں کی یہ منافقانہ روش مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان جذبات وحسیات کی تلخی
اور کشیدگی کو نہ صرف جاری رکھے گی، بلکہ ترقی دیتی چلی جائیگی۔لہٰذا دین مرزائیت کے
پیروؤں کو سب سے پہلے اپنے مذہبی معتقدات کا معاملہ صاف کرلینا چاہئے اور دجل
وتلبیس، منافقت، تاویل اور فریب استدلال کے تمام ہتھکنڈوں کو بالائے طاق رکھ کر
جنہیں وہ اپنی امت کے ظہور کے وقت سے لیکر استعمال کرتے چلے آرہے ہیں، واضح اور
معین الفاظ میں اعلان کردینا چاہئے کہ وہ کیا ہیں اور کیا بن کر پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں؟
اگر وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ورسالت پر ایمان رکھتے ہوئے مسلمانوں سے الگ
ایک قوم بن کر رہنا چاہتے ہیں، تو انہیں صاف طور پر اپنی اس خواہش کا اعلان کردینا چاہئے
۔تاکہ پاکستان کے جمہور اور پاکستان کے آئین وقانون کے نزدیک ان کا مقام معیّن
ہوجائے۔اگر وہ مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ یا ایک جماعت بن کر رہنے کے خواہاں ہیں تو
انہیں اپنے ان عقائد باطلہ سے دست برداری کا کھلم کھلا اعلان کردینا چاہئے جن کی انہیں
مسلمان کہلانے کی خاطر طرح طرح کی تاویلیں کرنی پڑتی ہیں۔

مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت

گذشتہ صحبت میں ہم دینی اور مذہبی حیثیت سے مرزائیوں کی منافقانہ روش پر
روشنی ڈال چکے ہیں۔اور دکھا چکے ہیں کہ اس جماعت کے افراد مذہبی عقیدے کی رو سے
اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک الگ قوم سمجھنے پر مجبور ہیں۔لیکن دنیوی فوائد کے حصول کی
خاطر حسب ضرورت خود کو مسلمانوں ہی کے سواد اعظم کا ایک فرقہ یا ان میں کی ایک جماعت
ظاہر کرنے لگتے ہیں۔لہٰذا مذہبی حیثیت سے پاکستان میں ان کے مقام وموقف کی تعیین خود
ان کیلئے اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہے، تاکہ حدیں متعین ہوجائیں، تو اس مسلسل اور
متواتر کشمکش اور بحث وجدال میں کمی واقع ہوجائے جو مرزائیت کے پیدائش کے دن سے
مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان جاری ہے اور دونوں قوموں کیلئے اذیّت کا موجب بنی
رہی ہے۔آج ہم سیاسی اعتبار سے اس فرقہ کی مغشوش ذہنیت اور منافقت پر روشنی ڈالتے
ہیں۔جس کی طرف حال ہی میں ملک کے مقتدر اخبارات ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالنے پر
مجبور ہوگئے تھے۔

مخفی نہ رہے کہ دین مرزائیت پچھلے دور کی برطانوی حکومت کی سیاسی مصلحتوں کا
''خود کاشتہ'' پودا ہے۔جس کا اعتراف خود اس مذہب کے بانی مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب
میں کیا ہے۔پچھلی صدی کے دوران میں برطانیہ کی استعمار خواہانہ سیاست کو جس نے زوال
پذیر اسلامی ملکوں کو ''یونین جیک'' کے زیر سایہ لانے کی زبردست مہم جاری کر رکھی تھی۔
اسلامی ملکوں میں جابجا مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کا مقابلہ درپیش تھا اور برطانیہ کے
وزیر اعظم ''مسٹر گلیڈ سٹون'' نے پارلیمنٹ میں قرآن کریم کو اپنے ہاتھ میں لیکر یہ کہا تھا کہ
جب تک یہ کتاب موجود ہے۔اس وقت تک برطانیہ کو اسلامی ملکوں پر تسلط جمانے میں

دقتیں پیش آتی رہیں گی۔ اس دور میں انگریز ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت کو پامال کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اور پٹے ہوئے اور سہمے ہوئے مسلمان دل سے فرنگی حکومت کے استیلا کو برا محسوس کر رہے تھے۔ بعض علماء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے رہے تھے۔ ان حالات میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی، مسیح موعود، نبی اور رسول ہونے کے دعوؤں کے ساتھ مسلمانوں میں سے ایک ایسی جماعت تیار کرنے کا کام شروع کر دیا جو برطانیہ کی حکومت کو منجانب اللہ آیہ رحمت سمجھے۔ اس کی غیر مشروط وفاداری کا دم بھرے۔ ''جہاد بالسیف'' کے عقیدہ کو مذہباً باطل ٹھہرا کر حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرے۔ کیونکہ مسلمانوں کا یہی وہ جذبہ تھا جو دنیا میں ہر جگہ برطانیہ کی ''استعماری سیاست'' کی راہ میں مزاحم ہو رہا تھا اور مسلمانوں کے اسی جذبہ سے برطانیہ کی حکومت کو ہندوستان میں خطرہ تھا کہ کہیں یہ جذبہ ملک میں پھر ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی کی سی کیفیت پیدا نہ کر دے۔

مرزائیت کے بانی ''مرزا غلام احمد قادیانی'' نے مسلمانوں کے ان عقائد پر ضرب لگانے کیلئے سرکار انگریزی کی وفاداری اور ''جہاد بالسیف'' کے عقیدے کی تنسیخ کے حق میں اتنا لٹریچر تصنیف کیا جس سے خود اس کے قول کے مطابق پچاس الماریاں بھر سکتی تھیں۔ اس نے اپنی تحریروں میں بڑے فخر سے دعویٰ کیا ہے کہ میں نے جہاد کے عقیدہ کی تردید میں اشتہارات چھپوا چھپوا کر روم، شام اور دوسرے اسلامی ملکوں میں بھجوائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ مرزا غلام احمد نے دین مرزائیت کی بنیاد رکھنے کے بعد اپنے مریدوں کی جو پہلی فہرست شائع کی اس کی تمہید میں صاف طور پر یہ لکھ دیا کہ سرکار عالیہ اور اس کے حکام اپنے ان وفادار بندوں کا خاص خیال رکھے اور ان پر ہر طریق سے مہربان رہے۔ مرزا غلام احمد نے سرکار انگریزی کے سائے کو اپنی نبوت ورسالت کے لئے ''ربوہ'' یعنی جائے پناہ قرار دیا اور خدمت سرکار کے جوش میں نبی ہونے کا دعویٰ رکھنے کے باوجود جاسوسی اور مخبری کی

رضا کارانہ خدمات سرانجام دیں۔ جو اس کی حسب ذیل تحریر سے ظاہر ہیں، جو اس کی کتاب ''تبلیغ رسالت'' جلد پنجم میں اب بھی موجود ہے۔

''قابل توجہ گورنمنٹ از طرف مہتمم کاروبار تجویز تعطیل جمعہ مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور پنجاب!

چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کیلئے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو درپردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں۔ اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اسی اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیت جمعہ سے منکر ہو کر اس کی تعطیل سے گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ نقشہ اسی غرض کے لئے تجویز کیا گیا، تاکہ اس میں ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں کہ جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے ''برٹش انڈیا'' میں مسلمانوں میں ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں، اس لئے ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹکل خیر خواہی کی نسبت اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں، جو اپنے عقیدے سے اپنے مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ جمعہ کی تعطیل کی تقریب پر ان لوگوں کا شناخت کرنا ایسا آسان ہے کہ اس کی مانند ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ وجہ یہ کہ ایک ایسا شخص ہو جو اپنی نادانی اور جہالت سے برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتا ہے۔ وہ جمعہ کی فرضیت سے ضرور منکر ہوگا۔ اور اسی علامت سے شناخت کیا جائے گا کہ وہ درحقیقت اسی عقیدہ کا آدمی ہے، لیکن ہم گورنمنٹ میں ادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولیٹکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے، ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی

راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی اور بالفعل یہ نقشے جن میں ایسے لوگوں کے نام
درج ہیں گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے۔ صرف اطلاع دہی کے طور پر ان سے ایک
سادا نقشہ چھپا ہوا جس پر کوئی نام درج نہیں فقط یہی مضمون درج ہے۔ ہمراہ درخواست بھیجا
جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ ونشان یہ ہیں۔ نمبر شمار...... نام معہ لقب وعہدہ......
سکونت...... ضلع...... کیفیت''۔

مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت

قسط ماسبق میں ہم اجمالی طور پر بیان کر چکے ہیں کہ ''دین مرزا برطانیہ کی
استعماری سیاست کا ایک خود کاشتہ پودا ہے''۔ یعنی ایک ایسی سیاسی تحریک ہے جو انگریزوں
کے مقبوضہ ہندوستان میں ایک ایسی مذہبی جماعت پیدا کرنے کے لئے شروع کی گئی جو
سرکار برطانیہ کی وفاداری کو اپنا جزو ایمان سمجھے۔ غیر اسلامی حکومت یا نا مسلم حکمرانوں کے
استیلا کو جائز قرار دے اور ایک ایسے ملک کو شرعی اصطلاح میں دارالحرب سمجھنے کے عقیدہ کا
بطلان کرے جس پر کوئی غیر مسلم قوم اپنی طاقت وقوت کے بل پر قابض ہوگئی ہو۔ انگریز
حکمرانوں کی قہاریت اور جباریت کو مسلمان ازروئے عقیدۂ دینی اپنے حق میں اللہ کا بھیجا
ہوا عذاب سمجھتے تھے اور ان کی رضا کارانہ اطاعت کو گناہ متصور کرتے تھے۔ انگریز حکمران
مسلمانوں کے اس جذبے اور عقیدے سے پوری طرح آگاہ تھے، لہٰذا انہوں نے اس
سرزمین میں ایک ایسا ''پیغمبر'' کھڑا کر دیا جو انگریزوں کو ''اُولی الامر منکم'' کے تحت
میں لاکر ان کی اطاعت کو مذہباً فرض قرار دینے لگا اور ان کے پاس ہندوستان کو دارالحرب
سمجھنے والے مسلمانوں کی مخبری کرنے لگا۔ جس طرح باغبان اپنے خود کاشتہ پودے کی
حفاظت وآبیاری میں بڑے اہتمام سے کام لیتا ہے۔ اسی طرح سرکار انگریزی نے دین

مرزائیت کو فروغ دینے کیلئے مرزائی جماعت کی پرورش کرنا اپنی سیاسی مصلحتوں کیلئے ضروری
سمجھا۔ اور اس دین کے پیروں سے مخبری، جاسوسی اور حکومت کے ساتھ جذبہ وفاداری کی
نشر واشاعت کا کام لیتی رہی۔ ۱۹۱۹ء میں جب مولانا محمد علی جوہر نے خلافت اسلامیہ ترکی
کی شکست سے متاثر ہوکر مسلمانوں کو انگریزوں کی قابو چیانہ گرفت سے چھڑانے اور ارض
مقدس کو عیسائیوں کے ہاتھ میں جانے سے بچانے کے لئے تحریک احیائے خلافت کے نام
سے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی مہم شروع کی۔ اور عام مسلمان مولانا محمد علی جوہر اور دیگر
زعمائے اسلام کی دعوت ونفیر پر کان دھر کر انگریزی حکومت سے ترک موالات کرنے پر
آمادہ ہوگئے تو مرزائی جماعت نے اس دور کے وائسرائے کے سامنے ''سپاسنامہ'' پیش
کرتے ہوئے سرکار انگریزی کو یقین دلایا کہ مسلمانوں کے اس جہاد آزادی کا مقابلہ کرنے
کیلئے آپ کے خادم موجود ہیں جو سرکار انگریزی کی وفاداری کو مذہبی عقیدہ کی رو سے اپنا
فرض سمجھتے ہیں۔ ''چودھری ظفر اللہ خاں'' کا سیاسی عروج جسے پاکستان کی حکومت نے اپنا
''وزیر امور خارجہ'' بنا رکھا ہے، اس نقطہ سے شروع ہوتا ہے، کیونکہ مذکورہ بالا ''سپاسنامہ'' اسی
چودھری نے پڑھا تھا، جو اس زمانہ میں ایک معمولی پائے کا وکیل تھا۔ اس ''سپاسنامہ'' کی
بدولت وہ برطانوی سرکار کی نظروں میں چڑھ گیا جس نے اسے اتنا نوازا اتنا نوازا کہ آج
پاکستان کی حکومت نے بھی اسے اپنا ''وزیر خارجہ'' بنا رکھا ہے۔ خیر یہ تو ایک جملۂ معترضہ تھا۔
ہم یہ کہہ رہے تھے کہ انگریزی حکومت کے عہد میں مرزائیوں کی سیاست کا اندازہ تھا۔ جو
اوپر مذکور ہوا۔ اس پس منظر کے ساتھ مرزائیت کو نئے حالات سے دوچار ہونا پڑا، کیونکہ
عوامی تحریکوں نے سرکار انگریزی کو مجبور کر دیا کہ وہ ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے
مطالبۂ آزادی کے سامنے سر جھکاتے ہوئے بھارت اور پاکستان کی دو آزاد مملکتیں
پیدا ہونے دے، یہاں سے بھارت اور پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی منافقانہ سیاست کا

آغاز ہوا۔ جب تک مرزائی جماعت کے اکابر کو اس امر کا یقین نہ ہوگیا کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ اس وقت تک وہ ہندوستان کو ''اکھنڈ'' رکھنے کے حامی بنے رہے، بلکہ مرزائیوں کے دین کا موجودہ پیشوا ''مرزا بشیر الدین محمود'' اپنے پیروؤں کو حسب معمول اپنے رؤیاؤں اور الہاموں کے بل پر یہ نکتہ سمجھاتا رہا ہے کہ اکھنڈ ہندوستان ''احمدیت'' کے فروغ کے لئے اللہ کی دی ہوئی وسیع بیس ہے۔ اس لئے مرزائیوں کو چاہئے کہ وہ اس معاملہ میں ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت کرتے ہوئے ہندوستان کو ''اکھنڈ'' رکھنے کی کوشش جاری رکھیں۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ پاکستان تو بن کر رہے گا اور ہندو اور سکھ ان کی مشارکت کو قبول نہ کریں گے تو مرزا محمود نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ''ہم پاکستان کی حمایت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا حق ہے''۔ اس مقام پر یہ نقطہ نوٹ کر لینے کے قابل ہے کہ ''اکھنڈ'' ہندوستان کی حمایت کا جذبہ تو مرزا محمود کے رؤیا اور الہام پر مبنی تھا، لیکن پاکستان کی حمایت کا اظہار محض واقعات کی رفتار کا نتیجہ ہے۔ جس کے لئے مرزائیوں کے پاس کوئی رؤیائی یا الہامی سند موجود نہیں۔

پاکستان میں اس مغشوش ذہنیت کے ساتھ داخل ہونے کے بعد مرزائیوں نے مسلمانوں کے بھیس میں ڈاکوؤں کی ایک منظم جماعت کی طرح اس لوٹ کھسوٹ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جو قیام پاکستان کے ابتدائی اضطرابی دور میں عام ہوگئی تھی۔ جائز اور ناجائز الاٹ منٹوں کے بل پر انہوں نے جلد ہی اپنی حالت درست کر لی اور مرزا محمود نے پنجاب کے انگریز گورنر سر فرانس موڈی سے دریائے چناب کے کنارے ''ربوہ'' کے نام سے مرزائیت کا نیا مرکز بنانے کے لئے کوڑیوں کے مول زمین کا ایک قطعہ خرید لیا اور نو آبادی کی بنیاد رکھ دی۔ ادھر محمد علی جناح نے جنہیں عمر بھر مرزائیوں کی منافقانہ سیاست اور چودھری ظفر اللہ خاں کی پست ذہنیت کے مطالعہ کا موقعہ نہ ملا تھا، غالباً انگریزوں کی سفارش پر

چودھری ظفر اللہ خاں کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنالیا۔ ان کیفیات نے مرزائیوں کے حوصلے بہت بلند کر دیئے اور وہ اپنے آپ کو پاکستان کے مستقبل کا حکمران سمجھنے لگے، ان کی تنظیمی سرگرمیوں کا رخ ان دو مقاصد کی طرف منعطف ہوگیا کہ اپنی جماعت کو پاکستان کا حکمران طبقہ بنالیں اور مرزائیت کے مرکز قادیان کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش جاری رکھیں۔ پاکستان سے وفاداری، پاکستان کی خیر خواہی اور پاکستان کا استحکام ان کے سیاسی عزائم میں نہ کبھی پہلے داخل تھا، نہ اب داخل ہوا۔ غرض مرزائی پاکستان میں آباد ہونے اور اس کے سایۂ عاطفت میں ہر قسم کی آسائشیں اور رعایتیں حاصل کرنے کے باوجود سیاسی اغراض ومقاصد میں ملتِ اسلامیہ کے سواد اعظم سے اسی طرح الگ کھڑے ہیں، جس طرح وہ مذہبی حیثیت سے الگ ہیں، سیاسی اعتبار سے ان کا لائحہ عمل یہ ہے کہ اپنی تنظیمی طاقت کے بل پر پاکستان کا حکومتی اقتدار حاصل کر لیا جائے اور قادیان کی بستی کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، خواہ اس کی خاطر پاکستان کے کسی بڑے سے بڑے مفاد کو یا پاکستان کو قربان ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس نکتہ کی وضاحت ہم آئندہ اقساط میں کریں گے۔

اکھنڈ ہندوستان اور قادیان

پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت تو اسی امر سے ظاہر ہے کہ ان کا موجودہ پیشوا اپنے ایک رؤیا کی بناء پر ''اکھنڈ ہندوستان'' کو احمدیت کے فروغ کیلئے خدا کی دی ہوئی ایک وسیع بیس سمجھتا تھا اور شاید اب بھی سمجھ رہا ہو، کیونکہ اس نے پہلے اس خیال یا عقیدہ کی تردید اب تک نہیں کی۔ صرف اتنا کہا کہ اپریل ۱۹۴۷ء تک میں ذاتی طور پر ''اکھنڈ ہندوستان'' کا حامی تھا۔ لیکن مئی ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے ''نصب العین''

کا حامی بن گیا۔ اس کے علاوہ قادیان کی بستی کے ساتھ ان کی مذہبی عقیدت کا معاملہ بھی سیاسی حیثیت سے مرزائیوں کی ذہنیت کو مغشوش رکھنے کی خبر دے رہا ہے کیونکہ مرزائی قادیان کو اسی طرح اپنا قبلہ وکعبہ مقدس مقام اور متبرک اثر سمجھتے ہیں جس طرح مسلمان مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور القدس کو سمجھتے ہیں اور مرزائیوں کا یہ متبرک مقام بھارت کے حصے میں جا چکا ہے، جس کے تحفظ کے لئے وہ ہمیشہ بھارت کی حکومت کے دست نگر اور محتاج رہیں گے۔ مرزائیت کے مرکز کا بھارت کی ہندو حکومت کے قبضے میں ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ مرزائیوں کی مذہبی جان ہندوؤں کی مٹھی میں ہے اور اس جان کی خاطر مرزائی بھارت کی ہندو حکومت کی ہر طرح خوشامد اور چاپلوسی کرتے رہیں گے۔ اس سلسلہ میں یہ امر ہمیشہ پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ چودھری ظفر اللہ خاں مرزائی نے پاکستان کا وزیر خارجہ بننے کے بعد بھارت کے ارباب حکومت سے قادیان سے سکھوں کے متبرک مقام ''ننکانہ'' تبادلہ کرنے کی بات چیت کی تھی، جس کا حال انہی دنوں بھارت کے اخباروں نے شائع کر دیا تھا۔ ''چودھری ظفر اللہ خاں'' کا مدعا یہ تھا کہ ''ننکانہ صاحب'' کا قصبہ بھارت کو دینے کیلئے پاکستان کی مملکت کا ایک معتد بہ ٹکڑا بھارت کے حوالے کر دیا جائے تا کہ مرزائی قادیان کی بستی کو حاصل کر لیں۔ مرزائیوں کی یہ خطرناک تجویز حکومت پاکستان کے کسی ہوشمند رکن کی بروقت فراست کے باعث عملی صورت اختیار نہ کر سکی۔ لیکن ''چودھری ظفر اللہ خاں'' نے ''ننکانہ'' میں سکھ سیوا داروں کی ایک جماعت کو سکھوں کے متبرک مقامات کی دیکھ بھال کی اجازت دے کر بھارت کی حکومت سے پاکستان کے لئے نہیں اور پاکستان کے مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ اپنی مرزائی قوم کے لئے یہ حق حاصل کر لیا کہ مرزائی درویشوں کی ایک تعداد قادیان میں بود و باش رکھے۔

پاکستان کے وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خاں کے متذکرہ صدر کارنامے کے بعد

یہ حقیقت ''الم نشرح'' ہو جاتی ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ قادیان کی خاطر پاکستان کا بڑے سے بڑا مفاد بھی قربان کرنے کے لئے آمادہ ہیں، چنانچہ ہر مرزائی نے اپنے پیشوا کو اس مضمون کا تحریری حلف نامہ دے رکھا ہے کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہے گا۔ اس عہد نامہ کے الفاظ بصورت ذیل ہیں:

''ہمارا عہد: میں خدا تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو احمدیہ جماعت کا مرکز مقرر فرمایا ہے، میں اس حکم کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا اور میں اپنے نفس کو اور اپنے بیوی بچوں کو، اور اگر خدا کی مشیت یہی ہے اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لئے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اے خدا! مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما''۔

بظاہر یہ عہد نامہ بے ضرر سا نظر آتا ہے اور کہا جائے گا کہ اگر مرزائی اپنے دینی مرکز کو دوبارہ حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور اس کیلئے ہر قسم کی کوشش جاری رکھنے کا عہد کرتے ہیں تو اس میں حرج کی کونسی بات ہے، ہمارے نزدیک اس میں پاکستان کیلئے اور پاکستان کے مسلمانوں کے لیے حرج کی بات یہ ہے کہ قادیان کے حصول کے لئے ہر قسم کی کوشش کرنے کے ضمن میں ایسی کوششیں بھی آجاتی ہیں جو پاکستان اور مسلمانان پاکستان کے مفاد کو خطرہ میں ڈالنے والی ہوں۔

مثلاً: مرزائی ایک وقت ننکانہ صاحب سے قادیان کا تبادلہ کرنے کیلئے آمادہ ہوگئے تھے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور کسی وقت وہ قادیان حاصل کرنے کیلئے ہندوؤں

سے ہندوستان کو پھر سے اکھنڈ بنانے کی جدوجہد کا سودا کر سکتے ہیں یا بھارت سرکار سے قادیان کی واپسی کا وعدہ لیکر پاکستان میں بھارت کا ففتھ کالم بننے کے لئے آمادہ ہو سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک مرزائیوں کی یہ ذہنیت وکیفیت اس قابل نہیں کہ اسے سرسری طور پر نظرانداز کر دیا جائے۔ ان کے دینی مرکز کی یہ ضعیف اوران کا خود پاکستان میں رہنا ایسی کیفیات ہیں جو انہیں ہمیشہ پاکستان کا وفادار شہری بننے سے روکتی رہیں گی اور پاکستان کے متعلق ان کی مغشوش ذہنیت ہمیشہ انہیں پاکستان کے متعلق سیاسی منافقت کی روش جاری رکھنے پر آمادہ کرتی رہے گی۔

متوازی نظامِ حکومت

گزشتہ اقساط میں ہم روشن شواہد اور بین دلائل سے دکھا چکے ہیں کہ مرزائیت مذہبی اعتبار سے دجل وتلبیس کے ایسے کھیلوں کا دوسرا نام ہے جو تاویلات اور فریب استدلال کے بل پر رچائے جارہے ہیں، اس کے معتقدات دین اسلام کے بنیادی معتقدات سے یکسر متغائر اور مسلمانوں کیلئے شرعاً وایماناً ناقابل برداشت ہیں۔ ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ مرزائی ازروئے عقیدہ مذہبی اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک الگ قوم سمجھتے ہیں۔ لیکن دنیوی فوائد حاصل کرنے کیلئے پہلے بھی اپنے آپ کو مسلمانوں کے سواداعظم کا ایک فرقہ ظاہر کرنے کی منافقانہ کوشش کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے رہتے ہیں، اسی کے بعد ہم سیاسی اعتبار سے مرزائیت کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے اس امر کو واضح کر چکے ہیں کہ پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی ذہنیت مغشوش اور ملت اسلامیہ کی سیاسی رفتار کے متعلق ان کی روش صریح منافقت پر مبنی ہے۔ سیاسی اعتبار سے وہ اہل سنت وجماعت مسلمانوں سے الگ اغراض ومقاصد رکھتے ہیں جو کسی نہ کسی وقت

مسلمانوں کے مقاصد سے متصادم ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کا موجب بن سکتے ہیں۔ آج ہم ان کی سیاسی تنظیم کا تجزیہ کر رہے ہیں جو مذہبی تنظیم کے نام پر چلائی جارہی ہے اور جو پاکستان میں اس کے جمہوری نظام حکومت کے مقابلے میں متوازی نظام حکومت قائم کر چکی ہے۔ یا کر رہی ہے۔

امیرالمومنین: اس سلسلے میں سب سے پہلی اور سب سے زیادہ اہم حقیقت یہ ہے کہ مرزائیوں نے اپنے مذہبی پیشوا اور اپنے سیاسی لیڈر کو ’’امیرالمومنین‘‘ کا لقب دے رکھا ہے۔ مسلمانوں کی روایات میں ’’امیرالمومنین‘‘ کا لقب اس بلندترین سیاسی مقام کا مظہر ہے جو عصر حاضر کے جمہوری نظام ہائے حکومت میں صدر جمہوریت کو حاصل ہوتا ہے۔ ’’امیرالمومنین‘‘ کی اصطلاح خالصۃً سیاسی اصطلاح ہے جس کا استعمال صرف اسی شخصیت کے لئے حصر ہونا چاہئے جسے مسلمانوں نے خود منتخب کر کے ’’امیر‘‘ یعنی طے شدہ حکومتی اختیارات کا حامل ومجاز بنادیا ہو۔ مرزائیوں کی طرف سے اپنے پیشوا کیلئے ’’امیرالمومنین‘‘ کے لقب کا استعمال ہی ان کے اس معہود ذہنی کو ظاہر کر رہا ہے۔ وہ پاکستان میں جمہور پاکستان کے مشورے کے بغیر اس کا ایک امیر بنائے بیٹھے ہیں اور ’’ملت پاکستان‘‘ کے نظام حکومت کو باطل سمجھتے ہیں، کسی اسلامی مملکت میں دو ہی اقسام کے شخص اپنے آپ کو ’’امیرالمومنین‘‘ کہلا سکتے ہیں، ایک وہ جن کے دماغوں میں اختلال ہو اور اختلال دماغی کے باعث وہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ اس جلیل القدر عہدہ پر فائز ہونے کے حقدار وہ ہیں لیکن واقعات نے انہیں ایسا بننے نہ دیا۔ دوسرے وہ لوگ جو ملک کا امر یعنی حکومتی اقتدار غصب کرنے کے خواہشمند ہوں اور اس کے لئے ساز باز وتیاری اور کوشش کرنے کے سلسلہ میں پہلے قدم کے طور پر حکومت موقتہ قائم کر کے خود ’’امیرالمومنین‘‘ بن بیٹھیں ظاہر ہے کہ مرزا بشیرالدین محمود حواس باختہ لوگوں کے

زمرے میں سے نہیں بلکہ ایک عیار آدمی ہے جو پاکستان میں ''امیر المومنین'' بننے کے خواب دیکھ رہا ہے اور مقصد کے حصول کے لئے جمہور پاکستان کے بنائے ہوئے نظام حکومت کے مقابلے میں اپنا الگ نظام حکومت قائم کر رہا ہے۔ تاکہ وقت آنے پر اپنے موقتہ نظام حکومت کو نافذ کر سکے۔ مرزا بشیر الدین محمود کا ''امیر المومنین'' کہلانا تو کئی اعتبارات سے قابل اعتراض بات ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر وہ ''امیر المرزائین'' یا ''امیر الاحمدیین'' کا لقب بھی اختیار کرتا تو جمہور پاکستان اور حکومت پاکستان کیلئے یہ دیکھنا ضروری تھا کہ آیا یہ شخص متوازی نظام حکومت چلانے کا مرتکب تو نہیں ہو رہا اور امیر کہلانے کے متعلق اس کی خواہش سیاسی بغاوت کے ارادوں کی حامل تو نہیں؟

مرزائی تنظیم کا رنگ و روغن: صرف یہی نہیں کہ مرزائی اپنے پیشوا کو ''امیر المومنین'' کے لقب سے پکارتے ہیں بلکہ مرزائیوں کے اس امیر نے ایک قسم کا متوازی نظام حکومت بھی قائم کر رکھا ہے جس میں حکومتی نظام کی طرح الگ الگ شعبے اور نظارتیں موجود ہیں۔ نظارت امور داخلہ، نظارت امور خارجہ، نظارت نشر و اشاعت، نظارت امور عامہ، نظارت امور مذہبی وغیرہ کے نام سے مرزائیوں کی اس امارت کے باقاعدہ شعبے کام کر رہے ہیں اور تمام مرزائی بدرجہ اول اپنے ''امیر المومنین'' اور اپنے نظام حکومت کے تابع فرمان ہیں اور ملکی نظام حکومت کے کاموں میں اسی کے حکم اور اسی کی اجازت سے حصہ لیتے ہیں، ان میں سے کوئی ملکی وزیر بنا لیا جاتا ہے یا کسی بڑے عہدے پر فائز کیا جاتا ہے۔ فوج میں بھرتی ہوتا ہے یا کوئی اور ملازمت اختیار کرتا ہے، تو معہود ذہنی کے ساتھ ایسا کرتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے ''امیر المومنین'' کا تابع فرمان ہے، جس نے اسے مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے مقاصد کی پیش رو کی غرض سے ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے، یہ بات کہ مرزائی

جماعت کے لوگ بدرجہ اول اپنے ''امیر المومنین'' کے نظام حکومت کے تابع فرمان ہیں، اس امر سے ظاہر ہے کہ مرزائیوں کی حکومت اس شخص کو اپنی تنظیم سے خارج کر دیتی ہے۔ جو ''امیر المومنین'' کی اجازت کے بغیر یا اس کے حکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پاکستان کی کوئی ملازمت اختیار کر لیتا ہے۔ اس حقیقت کے شواہد کے مرزائیوں کے سرکاری گزٹ ''الفضل'' کی ورق گردانی سے بہت مل سکتے ہیں، مرزائیوں کے اس معہود ذہنی کا ثبوت ڈاکٹر اقبال کے ایک بیان سے بھی ملتا ہے۔ جو انہوں نے ۱۹۳۳ء میں کشمیر کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہونے کے بعد دیا۔ اس بیان میں ڈاکٹر صاحب اپنے استعفیٰ کے وجوہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''بدقسمتی سے کمیٹی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے مذہبی فرقہ کے امیر کے سوا کسی دوسرے کی اتباع کرنا سرے سے گناہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ احمدی وکلاء میں سے ایک صاحب نے جو میرپور کے مقدمات کی پیروی کر رہے تھے، حال ہی میں اپنے ایک بیان میں واضح طور پر اس خیال کا اظہار کر دیا۔ انہوں نے صاف طور پر کہا کہ وہ کسی کشمیر کمیٹی کو نہیں مانتے اور جو کچھ انہوں نے یا ان کے ساتھیوں نے اس ضمن میں کیا وہ ان کے امیر کے حکم کی تعمیل تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے ان کے اس بیان سے اندازہ لگایا کہ تمام احمدی حضرات کا یہی خیال ہوگا اور اس طرح میرے نزدیک کشمیر کمیٹی کا مستقبل مشکوک ہو گیا''۔

متوازی نظام حکومت

ڈاکٹر اقبال کا متذکرۃ الصدر بیان (جو ہم سابقہ قسط میں درج کر چکے ہیں) اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ مرزائی جہاں کہیں ہو اور جس نظام کار میں کام کر رہا ہو وہاں بھی اپنے ہی امیر کے حکم پر چلنا ضروری سمجھتا ہے اور وہیں سے احکام حاصل کرتا ہے۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ مرزائی جماعت کے افراد کشمیر کمیٹی میں ہوں یا مسلم لیگ میں، ملکی سرکاری ملازمت میں ہوں یا پاکستان کی افواج میں، قانون ساز اسمبلیوں میں ہوں یا مجلس وزراء میں ہر جگہ اپنے فرقہ کے ''امیر المومنین'' کے تابع فرمان ہیں۔ اور اس دوسرے نظام کی اطاعت ووفاداری کو جس میں وہ منافقانہ ذہنیت کے ساتھ منسلک ہوجاتے ہیں اپنے اس نظام حکومت کی اطاعت ووفاداری کا تابع خیال کرتے ہیں، جوانہوں نے کسی قدر ظاہر اور کسی قدر مخفی حیثیت سے قائم کر رکھا ہے۔ مرزائیوں کے اس ذہنی تحفظ کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزائی افسر اپنی سرکاری حیثیت کو مرزائیت کے فروغ اور اپنے متوازی نظام حکومت کے مقاصد کی پیش رو کیلئے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ پاکستان کے مرزائی ملازمین کے اس ذہنی تحفظ کے بہت سے ثبوت مہیا کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن ہم بر سبیل تذکرہ اپنے دعوے کی تائید میں صرف چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔

چودھری ظفر اللہ خاں کی منافقت: سب سے پہلے پاکستان کے وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خاں ہی کو لیجئے۔ اس شخص پر جناح صاحب نے احسان کیا اور اسے کسی قسم کی عوامی تائید کے بغیر پاکستان کا ''وزیر امور خارجہ'' بنادیا تاکہ اقوام متحدہ کی بحثوں میں حکومت پاکستان کے زاویۂ نگاہ کی وکالت کا وظیفہ ادا کرے۔ راقم الحروف چودھری ظفر اللہ خاں کی قانونی قابلیتوں اور وکیلانہ صلاحیتوں کا بھی چنداں قائل نہیں۔ اور سمجھتا ہے کہ اس کام کے لئے چودھری ظفر اللہ خاں کی بہ نسبت بہتر صلاحیتوں کا کوئی اور شخص مقرر کیا جاسکتا تھا جو اس کام کو احسن طریق سے سرانجام دے سکتا۔ لیکن جناح صاحب کی نگاہ انتخاب چودھری ظفر اللہ خاں پر پڑی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ چھپا تاہوا مرزائی وکیل وزارت خارجہ کے منصب پر فائز ہوجانے کے بعد اپنی سرگرمیوں کو پاکستان کی خدمت کے لئے وقف کردیتا، جس کے

خزانے سے وہ بھاری بھرکم تنخواہ اور الاؤنس لے رہا ہے، لیکن اس نے اپنے بلند منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے باہر کے ملکوں پر یہ ظاہر کرنے کی کوششیں شروع کردیں کہ پاکستان میں ایک ''امیر المومنین'' بھی ہے جس کے حکم سے وہ یو۔این۔او کی بحثوں میں پاکستان کے زاویۂ نگاہ کی وکالت کرنے پر مامور ہے۔ اور اس کی اجازت کے بغیر وہ عرب ممالک کی مجلس متحدہ کبیر کی اس خواہش کو پورا نہیں کرسکتا کہ انجمن اقوام متحدہ کے دوائر کی تعطیل کے دنوں میں بھی وہیں ٹھہرے۔ اور بین الاقوامی سیاسی حلقوں میں فلسطین کے مسائل کے متعلق عرب ملکوں اور پاکستان کے زاویۂ نگاہ کی وضاحت اور نشرواشاعت کرے۔ چودھری ظفر اللہ خاں کی اس عیارانہ چال سے متاثر ہوکر فلسطین کے عربوں کی انجمن نے مرزائیوں کے ''امیر المومنین'' کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست بزبان برق بھیجی کہ '' آپ پاکستان کے وزیر خارجہ کو یو۔این۔او کے کام کے تعطل کے دوران میں واپس نہ بلائیں بلکہ اسے یہیں رہنے کا حکم صادر فرمائیں''۔ چودھری ظفر اللہ خاں کی یہ حرکت یقیناً اس قابل تھی کہ پاکستان کی حکومت اس سے اس کا جواب طلب کرتی۔ اگر پاکستان میں کوئی حقیقی امیر المومنین ہوتا تو اپنی حکومت کے اس وزیر خارجہ سے بھی جواب طلب کرتا اور اس خود ساختہ ''امیر المومنین'' سے بھی پوچھ لیتا جو لاہور کی ایک الاٹ شدہ بلڈنگ میں بیٹھ کر حکومت پاکستان کے وزیر خارجہ کے نام احکام صادر کرنے کی جرأت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ابھی پاکستان کا بنیادی دستور حکومت وضع ہوکر نافذ نہیں ہوا اور اس کے موجودہ ارباب حکومت بیدار مغز نہیں جو پاکستان کے متعلق عزائم بد رکھنے والے اور جمہور کے برپا کئے ہوئے نظام حکومت کے سائے میں ایک متوازی نظام حکومت چلانے والے لوگوں کی حرکات کا نوٹس لیں۔

ڈپٹی سیکرٹری اور ڈپٹی کسٹوڈین: مرزائیت کے فروغ کے لئے سرکاری حیثیت کے استعمال کی ایک افسوس ناک مثال حال ہی میں حکومت پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری شیخ اعجاز احمد اور کراچی کے ڈپٹی کسٹوڈین چودھری محمد عبداللہ خاں برادر اصغر چودھری ظفر اللہ خاں نے پیش کردکھائی۔ ۲۰ رفروری کو مرزائیوں نے ملک کے متعدد مکانات پر ''یوم مصلح موعود'' منایا۔ اس روز مرزائیوں نے کراچی کے ''خالق دینا ہال'' میں بھی اپنا ایک تبلیغی جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسہ کی صدارت ''شیخ اعجاز احمد ڈپٹی سیکرٹری فوڈ ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ پاکستان'' نے کی اور اس میں چودھری عبداللہ خاں ڈپٹی کسٹوڈین کراچی نے بھی تقریر کی۔ اپنے مذہبی تبلیغی جلسے میں سرکاری اور حکومت کے بڑے بڑے عہدے داروں کی شمولیت تو ایک حد تک جائز اور قابل عفو سمجھی جاسکتی ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں مرزائیوں نے کراچی میں جو ''قد آدم'' پوسٹر شائع کئے۔ ان میں جلی قلم سے ان سرکاری عہدے داروں کے نام اور عہدے خصوصیت کے ساتھ درج کردیئے گئے اور ان دونوں سرکاری عہدے داروں نے جلسہ میں نمایاں اور ذمہ دارانہ حیثیت سے شرکت کی۔ تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر ہو کہ حکومت پاکستان سرکاری حیثیت کے استعمال کی اس حرکت پر کراچی کے اخبار ''نوروز'' نے احتجاج کی صدا بلند کی۔ لیکن مرزائی ایسے احتجاجوں کو کب خاطر میں لاتے ہیں۔ ان کے متوازی نظام حکومت کی ہدایات یہی ہیں۔ کہ پہلے عہدے حاصل کرو اور پاکستان کے نظام ملازمت سرکار میں منسلک ہو جاؤ، پھر اپنی سرکاری حیثیت کو مرزائیت کے فروغ کے لئے استعمال کرو تاکہ کسی وقت مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت جمہور پاکستان کے از روئے آئین وقانون قائم کئے ہوئے نظام حکومت کو برطرف کر کے اس کی جگہ خود لے سکے۔

ملازمت کے لئے اجازت کی شرط: متذکرہ مثالیں یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی سے زیادہ



ہیں کہ جو مرزائی پاکستان کے سرکاری عہدوں پر فائز ہیں یا سرکاری ملازمتوں میں کام کر رہے ہیں وہ اپنے آپ کو اس نظام حکومت کا ملازم نہیں سمجھتے جس کے خزانہ میں سے وہ تنخواہیں لے رہے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو اس متوازی نظام حکومت کا ملازم خیال کرتے ہیں جو مرزائیوں نے الگ قائم کررکھی ہے، جس کا ایک ''امیر المومنین'' بھی ہے۔ نظارتیں بھی ہیں محکمے اور شعبے بھی قائم ہیں۔ یہ نظام حکومت اپنی رعایا میں نظم وضبط قائم رکھنے کے لئے اس قدر متعصب ہے کہ اگر کوئی مرزائی اس نظام حکومت سے اجازت لئے بغیر کوئی سرکاری ملازمت قبول کر لیتا ہے تو اسے جماعت سے خارج کردیا جاتا ہے اور اس کو مقاطعہ کی سزا دے دی جاتی ہے، ایسے حکم کی ایک مثال ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں جو مرزائیوں کے سرکاری گزٹ ''الفضل'' مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۴۹ء کے صفحہ ۴ پر شائع ہوئی۔ وھو ھذا۔

''چونکہ شریف احمد گجراتی مواقف زندگی ابن ماسٹر محمد الدین صاحب لائبریرین تعلیم الاسلام کالج لاہور بغیر اجازت متعلقہ دفتر والٹن سکول لاہور میں سٹیشن ماسٹر کی ٹریننگ کے لئے داخل ہوگئے تھے۔ ان کے اس فعل پر حضور نے انہیں اخراج از جماعت اور مقاطعہ کی سزا دی ہے۔ احباب کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے''۔ (ناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

پاکستان کے ارباب حکومت وقیادت کی غفلت اور کم نگاہی کا نتیجہ ہے کہ مرزائی جماعت نے پاکستان میں آکر پاکستان کے نظام حکمرانی کے مقابلے میں اپنا ایک متوازی نظام قائم کرلیا اور پاکستان کی سرکار کے مرزائی ملازم جو ہر صیغہ اور ہر شعبہ میں بڑے بڑے عہدوں اور کلیدی اسامیوں پر فائز نظر آتے ہیں۔ پاکستانی سرکار کے بجائے مرزائیوں کے اپنے نظام حکومت کے ظاہر اور مخفی احکام پر چلنے لگے۔ پاکستان کے وزیر خارجہ نے تو علی

الاعلان بیرونی اسلامی ملکوں پر یہ ظاہر کرنا چاہا بلکہ ظاہر کردیا کہ پاکستان میں ایک ''امیرالمومنین'' بھی ہے۔جس کے حکم اور ہدایت سے وہ پاکستان کی وزارت امور خارجہ کے وظائف ادا کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ عربوں کی انجمن نے چودھری ظفراللہ خاں سے لیک سکسس میں قیام کرنے اور مسئلہ فلسطین کے متعلق بین الاقوامی سیاسی حلقوں میں عربوں کے زاویۂ نگاہ کی وضاحت کرنے کی جو درخواست کی تھی وہ ان کی پرائیویٹ یا مرزائیانہ حیثیت سے نہ تھی۔ بلکہ ان کی درخواست پاکستان کے اس وزیر امور خارجہ سے تھی جو انجمن اقوام متحدہ کے دوائر میں پاکستان کی نمائندگی کرنے پر مامور تھا۔اس درخواست کے جواب میں چودھری ظفراللہ خاں کا یہ کہنا کہ مجھے ٹھہرانے کی ضرورت ہے تو حکومت پاکستان سے نہیں بلکہ ''امیرالمومنین'' سے استدعا کرو، مرزابشیرالدین محمود کو پاکستان کا ''امیرالمومنین'' ظاہر کرنے کی کوشش نہیں تو اور کیا ہے؟

فرقان بٹالین: اور لیجئے، مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت صرف ''امیرالمومنین'' اور محکمے شعبے اور نظارتیں ہی نہیں رکھتا بلکہ اس نے باقاعدہ فوج کی بنیاد بھی رکھ لی ہے۔ چنانچہ آزاد کشمیر کی افواج میں مرزائیوں کی ایک الگ پلٹن ''فرقان بٹالین'' کے نام سے قائم ہو چکی ہے۔جس کو آزاد کشمیر کی حکومت سے اسلحہ، گولی بارود، وردی اور راشن مہیا کیا جاتا ہے۔ کہا جائیگا کہ اگر مرزائی اپنے شوق سے کشمیر کے جہاد آزادی میں حصہ لے رہے ہیں تو ان کی الگ ''بٹالین'' بنادینے میں حرج کی بات ہی کیا ہے؟ لیکن سوال یہ ہے کہ آزاد کشمیر کی حکومت نے مرزائی مجاہدین کو الگ بٹالین بنانے کی اجازت کس بنا پر دی؟ کیا مرزائی دوسرے مجاہدین کی طرح آزاد کشمیر کی افواج میں عام لوگوں کی طرح بھرتی نہیں ہو سکتے تھے؟ ہو سکتے تھے لیکن مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کو اپنی جداگانہ تربیت یافتہ فوج

تیار کرنا مقصود تھا۔ اس لئے مرزائی اکابر نے آزاد کشمیر کی کم نظر حکومت سے ''فرقان بٹالین'' بنانے کی اجازت حاصل کرلی تاکہ ''مرزائی جوان'' جنگی تربیت حاصل کرلیں۔ اور جب مرزابشیرالدین محمود کو کوئی نیا خواب آئے یا وہ کوئی نیا رؤیا دیکھنے کا دعویٰ کر بیٹھے تو یہ فوج مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے کام آسکے۔

صیغۂ راز یا خفیہ امور: مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت میں مختلف محکمے، نظارتیں اور دارالقضا یعنی فیصلے صادر کرنے والے ادارے ہی نہیں بلکہ ان کے ہاں دوسرے حکومتی نظاموں کی طرح ''راز'' کا ایک صیغہ بھی ہے چنانچہ ''الفضل'' جنوری کے صفحات ۳و۴ پر مقامی امیروں (مرزائی گورنروں) اور مقامی جماعتوں کے پریذیڈنٹوں وغیرہ کے وظائف واختیارات کے متعلق جو نظام نامہ شائع کیا گیا۔ اس میں حسب ذیل قواعد کی شقیں بھی موجود ہیں:

''ایسی صورت (یعنی ویٹو پاور کے استعمال کی صورت) میں مقامی امیر کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ایک باقاعدہ رجسٹر میں جو سلسلہ کی ملکیت تصور ہوگا۔ اپنے اختلاف کی وجوہ ضبط تحریر میں لائے یا اگر ان وجوہ کا اس رجسٹر میں لکھنا سلسلہ کے مفاد کے خلاف سمجھے تو کم از کم یہ نوٹ کرے کہ میں ایسی وجوہ کی بنا پر جن کا اس جگہ ذکر کرنا سلسلہ کے مفاد کے خلاف ہے، کثرت رائے کے خلاف فیصلہ کرتا ہوں۔

لیکن اس مؤخر الذکر صورت میں مقامی امیر کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے اختلاف کی وجوہ تحریر کرکے ''بصیغۂ راز'' مرکز میں ارسال کرے''۔

مرزائیوں کے نظام حکومت کے ان قواعد سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس مذہبی جماعت کی بعض باتیں بصیغۂ راز بھی ہیں۔ جن کی روداد کو وہ رجسٹر میں درج کرنا خلاف

مصلحت سمجھتے ہیں۔ یہ سب مرزائیوں کی تنظیم کی ظاہری علامات ہیں، جو ثابت کررہی ہیں کہ اس جماعت کے لوگوں نے ایک متوازی نظامِ حکومت قائم کررکھا ہے اور مرزائی جہاں بھی ہے اس نظام حکومت کا تابع اور وفادار ہے اور اس کی ترقی اور تحکیم کے لئے کام کررہا ہے۔

قادیان کا ایک نظارہ: مرزائیوں کے رجحانات، عزائم اور اعمال کو پوری طرح جانچنے اور سمجھنے کے لئے ایک نگاہ ان کے ان مصدقہ کوائف پر بھی ڈال لی جائے جو زمانہ قبل از تقسیم کے ایک عدالتی فیصلہ میں ثبت ہوچکے ہیں، تو بے جانہ ہوگا۔ گورداسپور کے سیشن جج نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مشہور مقدمہ کا فیصلہ لکھتے ہوئے جس میں فاضل جج نے شاہ صاحب موصوف کو مرزائیوں کے خلاف منافرت پھیلانے کے جرم کا مرتکب ٹھہرایا۔ مرزائیوں کی تنظیم پر بھی تبصرہ کیا جس کے ضمن میں اس نے لکھا:

قادیانی مقابلتاً محفوظ تھے۔ اس حالت نے ان میں متمردانہ غرور پیدا کردیا۔ انہوں نے اپنے دلائل دوسروں سے منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لئے ایسے حربوں کا استعمال شروع کیا جنہیں ناپسندیدہ کہا جائے گا، جن لوگوں نے قادیانیوں کی جماعت میں شامل ہونے سے انکار کیا انہیں مقاطعہ قادیان سے اخراج اور بعض اوقات اس سے بھی مکروہ تر مصائب کی دھمکیاں دے کر دہشت انگیزی کی فضا پیدا کی۔ بلکہ بسا اوقات انہوں نے ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا کر اپنی جماعت کے استحکام کی کوشش کی۔ قادیان میں رضا کاروں کا ایک دستہ (والینٹر کور) مرتب ہوا۔ اور اس کی ترتیب کا مقصد غالباً یہ تھا کہ قادیان میں ''لمن الملک الیوم'' کا نعرہ بلند کرنے کے لئے طاقت پیدا کی جائے۔ انہوں نے عدالتی اختیارات بھی اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت کی۔

دیوانی مقدمات میں ڈگریاں صادر کیں اور ان کی تعمیل کرائی گئی۔ کئی اشخاص کو قادیان سے نکالا گیا اور یہ قصہ یہاں ختم نہیں ہوتا بلکہ قادیانیوں کے خلاف کھلے طور پر الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے مکانوں کو تباہ کیا، جلایا اور قتل تک کے مرتکب ہوئے۔ اس خیال سے کہ کہیں ان الزامات کو احرار کے تخیل کا نتیجہ نہ سمجھ لیا جائے۔ میں چند ایسی مثالیں بیان کردینا چاہتا ہوں جو مقدمہ کی مثل میں درج ہیں۔

یہاں چند مثالیں بیان کرنے کے بعد جو عدالت کی رائے میں پایۂ اثبات کو پہنچ چکی تھیں اور مسل پر لائی جاچکی تھیں۔ فاضل جج نے لکھا: ''یہ افسوس ناک واقعات اس بات کی منہ بولتی شہادت ہیں کہ قادیان میں قانون کا احترام بالکل اٹھ گیا تھا۔ آتشزنی اور قتل تک کے واقعات ہوئے تھے۔ مرزا نے کروڑوں مسلمانوں کو جو اس کے ہم عقیدہ نہ تھے شدید دشنام طرازی کا نشانہ بنایا۔ اس کی تصانیف ایک اسقف اعظم کے اخلاق کا انوکھا مظاہرہ ہیں، جو صرف نبوت کا مدعی نہ تھا بلکہ خدا کا برگزیدہ انسان اور مسیح ثانی ہونے کا مدعی تھا''۔

معلوم ہوتا ہے کہ (قادیانیت کے مقابلہ میں) احکام غیر معمولی حد تک مفلوج ہوچکے تھے۔ دینی اور دنیاوی معاملات میں مرزا کے حکم کے خلاف کبھی آواز بلند نہیں ہوئی۔ مقامی افسروں کے پاس کئی مرتبہ شکایت پیش ہوئی۔ لیکن وہ اس کے انسداد سے قاصر رہے۔ مثل پر کچھ اور شکایات بھی ہیں لیکن ان کے مضمون کا حوالہ دینا غیر ضروری ہے۔ اس مقدمہ کے سلسلہ میں صرف یہ بیان کردینا کافی ہے کہ قادیان میں جور وستم رانی کا دور دورہ ہونے کے متعلق نہایت واضح الزامات عائد کئے گئے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قطعاً کوئی توجہ نہ ہوئی۔

قصہ مختصر متوازی نظام حکومت بنا کر چلنا مرزائیوں کی پرانی عادت ہے۔ سوال یہ ہے کہ سرکار انگریزی نے تو اپنے خودکاشتہ پودے کی ترقی کے لئے مرزائیوں کو متوازی نظام حکومت بنانے کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ کیا پاکستان کی حکومت بھی اس امر کو گوارا کر سکتی ہے کہ مرزائی اس ملک میں بیٹھ کر متوازی نظام حکومت چلائیں جو کسی وقت پاکستان کی صحیح حکومت اور پاکستان کے عوام کے لئے طرح طرح کی مشکلات پیدا کرنے کا موجب بن سکتا ہے اور بن کر رہے گا؟

پاکستان کیلئے ایک مستقل خطرہ

ہم نے اقساط ماسبق میں ''مرزائیت'' کے خدّ وخال کا جو نقشہ قارئین کرام کے سامنے پیش کیا ہے اور مرزائی جماعت کی تنظیم کا جو تجزیہ کر دکھایا ہے وہ ٹھوس حقائق پر مبنی ہے۔ اور ایسا کرتے وقت ہم نے کسی قسم کی مبالغہ آرائی، داستان سرائی اور متعصّبانہ قیاس آرائی سے کام نہیں لیا۔ ہر دعویٰ کے ساتھ ہم نے محض بر سبیل تذکرہ خود مرزائی اکابر کے اعمال واقوال کے ناقابل تردید حوالے پیش کر دیئے ہیں۔ انہی بیّن اور روشن شواہد کی بنا پر ہم نے وہ نتائج اخذ کئے ہیں جو مرزائیت اور مرزائیوں کی تنظیم کے خطرناک رجحانات وعزائم کا پتہ دے رہے ہیں۔ اپنی صحافتی ذمہ داریوں کے پیش نظر ہمارا فرض منصبی یہ ہے کہ جمہور پاکستان اور اس کے ارباب فکر وقیادت نیز ارکان واعضائے حکومت کو اس کیفیت کی طرف توجہ دلائیں جو پاکستان میں دجل وتلبیس اور فریب ومکاری کے پردوں کے پیچھے نشوونما پارہی ہے۔ اور اس کا بروقت انسداد نہ کیا گیا تو کسی دن پاکستان کو کئی قسم کے خطرات سے دوچار کرنے اور پاکستان کے باشندوں کے بے طرح مبتلائے آلام بنانے کا موجب بن سکتی ہے۔ بلاشبہ ہم مرزا بشیرالدین محمود یا اس کے باپ کی طرح یہ پیشینگوئی کسی وحی،

الہام، رؤیا یا خواب کی بنا پر نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس بصیرت کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ اپنے عام بندوں کو عطا فرماتا ہے ایسا کہہ رہے ہیں۔ لیکن ہم کہے دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کی ''الہامی'' پیشینگوئیاں اور مرزا بشیرالدین محمود کی ''رؤیائی'' تعبیریں تو غلط ہو سکتی ہیں لیکن ہمارا یہ پیش اندازہ حرف بحرف صحیح ثابت ہو کر رہے گا کہ ''مرزائیت'' مسلمانان پاکستان کو بھاری تکالیف اور ہمت آزما آلام میں مبتلا کر کے رہے گی۔ ان تکالیف وآلام سے بچنے کا واحد طریق یہ ہے کہ مرزائیت کی حدود ابھی سے متعین کر دی جائیں۔ اور مرزائیوں کی تنظیم پر سرکاری اور غیرسرکاری حیثیت سے کڑی نگاہ رکھی جائے، ورنہ اس طرف سے غافل رہنے کا خمیازہ مسلمانوں کو بھاری نقصانات کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔ وما علینا الا البلاغ۔

حرف مطلب: اقساط ماسبق میں ہم نے ''مرزائیت'' کا جو تجزیہ کیا ہے اس کا لب لباب بصورت ذیل بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱..... مرزائی مسلمانوں سے الگ ایک اور قوم ہیں جس کا بنیادی اعتقادی نقطہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا ہے۔ لیکن یہ قوم دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو مسلمانوں ہی کے متعدد ان فرقوں میں سے ایک فرقہ ظاہر کرنے لگتی ہے جو فروعی اختلافات کے باعث بن چلے ہیں۔

۲..... دین مرزائیت کے پیرو مسلمانوں کی دینی اور ملّی اصطلاحات ان کے صحیح محل کے علاوہ اپنے اکابر کیلئے بالاصرار استعمال کر کے دین اسلام اور عامۃ المسلمین کی غیرت کا استہزاء کرتے ہیں اور اس طرح مسلسل اشتعال انگیزی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے لئے ''صلوٰۃ وسلام'' مرزا کے ساتھیوں کو ''صحابہ کرام'' کا لقب دے کر ان کے لئے

’’ﷺ‘‘ کی دعا کا استعمال۔ مرزا کی بیویوں کیلئے ’’امہات المومنین‘‘ کا لقب، مرزا کی بیٹی کے لئے ’’سیدۃ النساء‘‘ کا لقب، اپنے پیشوا کیلئے ’’امیر المومنین‘‘ کا لقب اور مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے لیے ’’خلافت‘‘ کی اصطلاح بلاتکلف استعمال کررہے ہیں۔ ان کی یہ حرکتیں پاکستان کی مسلمان اکثریت کے لئے ناقابل برداشت ہیں اور ان کے استعمال پر مرزائیوں کا اصرار ایک قسم کی شرارت ہے جو فساد انگیزی کی نیت سے مسلسل کی جارہی ہے۔

۳..... پاکستان کی اسلامی مملکت کے متعلق مرزائیوں کی ذہنیت مغشوش ہے۔ وہ اکھنڈ ہندوستان کو ’’احمدیت‘‘ کے فروغ کے لئے خدا کی دی ہوئی وسیع بیس سمجھنے پر مجبور ہیں۔ اور پاکستان کی حمایت محض منافقت کے انداز میں کررہے ہیں۔ قادیان حاصل کرنے کی خاطر وہ بھارت کی حکومت سے ہر قسم کا سودا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اس مقصد کی خاطر پاکستان کے ہر مفاد کو بلکہ خود پاکستان کو بھی قربان کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

۴..... مرزائیت کے دینی اور دنیوی مقاصد حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ایسی تنظیم استوار کررکھی ہے۔ جو صریح طور پر پاکستان کے نظام حکومت کے مقابلے میں مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت بن چکی ہے۔

۵..... پاکستانی سرکار کے مرزائی ملازم اپنے آپ کو پاکستان کے نظام حکومت کا تابع فرمان نہیں سمجھتے۔ بلکہ اپنے ’’امیر المومنین‘‘ کی حکومت کا تابع خیال کرتے ہیں۔ ان کی یہ ذہنیت پاکستان کے تحفظ کے لئے بدرجہ غایت خطرناک ہے۔

یہ وہ کیفیات ہیں جن کے موجود ہونے سے کسی کو خواہ وہ کتنا بڑا مرزائی یا ان کا دوست یا ان کا تنخواہ دار ہو، مجال انکار نہیں ہوسکتی اور ان کی کیفیات کی طرف مسلمانوں کے

دینی عالم، سیاسی مفکر، واعظ، خطیب اور مقرر نیز مسلمانوں کے اخبارات کم وبیش توجہ مبذول کرتے رہے ہیں۔ لیکن پاکستان کے ارباب حکومت وقیادت کو دینی حیثیت کے ان فتنوں اور سیاسی نوعیت کی ان شرارتوں کی طرف توجہ مبذول کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ جو پاکستان کے خرمنوں کے لئے برق خرمن کی طرح پرورش پارہی ہے۔ ان کیفیات وخطرات سے پاکستان کو بچانے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ اپنی دینی پوزیشن اور اپنے سیاسی عزائم پر ازسرنو غور کریں اور ان تمام لغویتوں کو جوانہوں نے انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کے دینی معتقدات کی تخریب اور ان کی دنیوی حیثیتوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے انگریزوں ہی کی شہ پر اختیار کررکھی تھیں۔ خود ہی ترک کر کے مسلمان بن جائیں اور مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزا بشیر الدین محمود کی ساری خرافات کو دریائے چناب کے پانی میں بہادیں، جس کے کنارے وہ اپنا نیا مرکز ’’ربوہ‘‘ کے نام سے تعمیر کررہے ہیں۔ مرزائے قادیانی کی ہفوات واہیہ کو برقرار رکھتے ہوئے حسب ضرورت، وحسب موقع ان کی توجیہیں اور تاویلیں کرنے سے یہ گتھی سلجھ نہیں سکتی۔ اگر وہ رشد وہدایت کی سیدھی راہ اختیار کرنے کے خواہاں ہیں تو انہیں اپنے پرانے قصے انگریزی حکومت کے اقتدار کے ساتھ اسی جگہ دفن کردینے چاہئیں۔ جہاں زمانے کی رفتار نے انگریزوں کا اقتدار دفن کردیا ہے۔ کیونکہ ’’مرزائیت‘‘ کا ڈھونگ انہی کی خاطر رچایا گیا تھا اور انہی کے حکم وایماء سے رچایا گیا تھا۔ لیکن اگر اللہ نے ان کے دلوں، ان کی آنکھوں اور کانوں پر مہریں لگادیں ہیں اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریز کی سیاست کے بجائے اللہ کا بھیجا ہوا اور رسول، مسیح، مہدی ، کرشن اور نہ جانے کیا کیا ماننے پر مصر ومقرر رہنا ضروری سمجھتے ہیں، تو انہیں اپنے آپ کو مسلمانوں میں کا ایک فرقہ ظاہر کرنے کی تلبیس کوششیں یک قلم ترک کردینی چاہئیں اور

اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ قوم مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ کا رسول ماننے والی ایک قوم قرار دے لینا چاہئے۔ اس صورت میں وہ ''مرزائی'' کہلائیں یا ''احمدی''۔ لیکن ان کو مسلمانوں کی دینی اور ملی مصطلحات استعمال کرنے کا وتیرہ خود ہی ترک کر دینا چاہئے۔ مسلمانوں کی دینی وملّی اصطلاحوں کے بجائے وہ اپنی ہی اصطلاحیں وضع کرلیں اور مرزا کے لئے ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' اور اس کی بیویوں کے لئے ''امہات المومنین'' اس کے ساتھیوں کے لئے ''صحابہ کرام'' اور اس کی بیٹی کیلئے ''سیدۃ النساء'' اور اس کے متعلقین کیلئے ''رضی اللہ عنہ'' کی قبیل کے القاب اور دعائیں استعمال کر کے اسلام کی روایات سے تلعب واستہزاء نہ کیا کریں۔ اس طرح مسلمانوں کے دل دکھا کر انہیں اشتعال نہ دلائیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزائیوں کو اپنی وہ بدرجۂ غایت بری عادت بھی ترک کرنی پڑے گی، جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کارخانۂ نبوت کو صحیح اور ممکن ثابت کرنے کے لئے انبیاء کرام اور صلحائے عظام رحمۃ اللہ علیہم کی توہین کی صورت میں اپنے اندر راسخ کر رکھی ہے۔

ایک غیر مسلم قوم بن کر مرزائی لوگ اپنے دین کی تبلیغ اور اپنے دنیوی اور سیاسی حقوق کے تحفظ کیلئے پاکستان کی مسلم اکثریت سے ایسے تحفظ حاصل کر سکتے ہیں جو ان کیلئے ضروری ہوں اور جو ملک کی دوسری غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل ہوں۔ لیکن انہیں اپنی ایسی حرکات سے باز آنا پڑے گا جو مسلمانوں کی اکثریت اور پاکستان کی دوسری اقلیتوں کی دل آزاری کا موجب ہیں۔ مرزائیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ابھی سے اپنی دینی اور دنیوی حیثیت پر از سرنو غور کرلیں کیونکہ پاکستان میں انہیں مسلمانوں کے دین سے استہزاء اور تلعب کرنے اور ان کی دل آزاریاں کر کے ان کے کلیجے چھلنی کرنے کا وہ لائسنس نہیں ملے گا نہیں مل سکتا جو انہیں پچھلے دور کی انگریزی حکومت کے عہد میں حاصل رہا ہے۔

تتمہ کلام

راقم الحروف کا خیال تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہاموں اور مرزا بشیر الدین محمود کے رؤیاؤں کے علی الرغم پاکستان کے بن جانے کے بعد اور مرزائیوں کو پاکستان کے سوا اور کسی جگہ جائے پناہ نہ ملنے کے بعد مرزائی دین کے پیرو خود ہی دین حقۂ اسلام اور امت مسلمہ کے متعلق اپنی بیہودہ اور از سرتا پا لغو بلکہ شرارت افروز فتنہ پرور روش پر خود ہی غور کر کے مائل بہ اصلاح ہو جائیں گے اور سوچ لیں گے کہ پاکستان کی جمہوری اسلامی مملکت میں بود وباش رکھنے کیلئے ان کو ضروری ہے کہ دینی اور سیاسی حیثیت کی فساد آرائیوں کا وتیرہ ترک کر دیں لیکن مرزائیوں نے بدلے ہوئے حالات میں اپنے مقام موقف اور مستقبل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے بجائے پاکستان میں آکر اپنی مفسدانہ سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔ اپنے آپ کو پاکستان کا حکمران بنالینے کے خواب دیکھنے لگے۔ نجات کے فرنگی گورنر سر فرانسس مودی نے انہیں پاکستان میں اپنا نیا مرکز بنانے کے لئے کوڑیوں کے مول سرکاری زمین دے دی۔ مسلمان مہاجرین کے لئے اس قسم کی کوئی گنجائش آج تک نہیں نکالی گئی۔ الاٹ منٹوں کے سلسلے میں ابتدائی دور میں جو اندھیر مچا، اس سے مرزائی افسروں نے خوب ہی فائدہ اٹھایا اور مرزائیوں کو اچھے اچھے مکان، اچھے اچھے کارخانے، عمدہ باغات اور بڑی بڑی دکانیں ناجائز طریقوں سے الاٹ کر دیں۔

چودھری ظفر اللہ خاں کو وزیر خارجہ بنالیا گیا، تو مرزائیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور وہ سمجھنے لگے کہ پاکستان تو ان کیلئے اور ان کے ''امیر المومنین'' ہی کے لئے بنایا گیا ہے۔ مسلمانوں کو تو خدا نے محض ان کے طفیل اور انہی کے صدقے میں اس لئے بچالیا ہے کہ وہ مرزائیوں کے محکوم بن جائیں اور مرزائیت کے فروغ اور ترقی کے لئے غذا کا کام دیں۔

''عامۃ المسلمین'' کو اور پاکستان کی حکومت کو غافل اور دوسرے معاملات میں الجھا ہوا دیکھ کر مرزائیوں نے اپنے اس متوازی نظام حکومت کو مستحکم بنانے کا عمل شروع کر دیا جو انہوں نے کسی قدر ظاہر اور کسی قدر مخفی طور پر قائم کر رکھا ہے، جسے ہم دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ سے اوپر ثابت کر آئے ہیں۔ اگر مرزائی اپنی تنظیمی اور جنگی طاقت کی آزمائش کرنے کے لئے سیالکوٹ کا وہ تبلیغی جلسہ منعقد نہ کرتے جس میں چند اضلاع کی مرزائی جمعیتیں مسلّح ہو کر اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی پوری تیاری کر کے حتیٰ کہ زخمیوں کی مرہم پٹی تک کا انتظام کر کے شامل ہوئی تھیں تو یہ لوگ اندر ہی اندر اپنا کام کرتے رہتے اور مسلمانوں کے اخبارات کی توجہ چند دن اور اس فتنہ کی طرف منعطف نہ ہوتی جو پاکستان کے اندر پاکستان کی تخریب کرنے کے لئے پرورش پا رہا ہے۔ مرزائیوں کا سرکاری گزٹ ''الفضل'' اس حقیقت کو تسلیم کر چکا ہے کہ اگر سیالکوٹ کے حکام غفلت سے کام لیتے اور مرزائیوں کے فتنہ آرائی کے ارادوں کے پیش نظر پولیس کی جمعیت کا انتظام نہ کر لیتے تو مرزائی مسلمانوں کی ایسی سرکوبی کر دیتے کہ مرزائیت کی مخالفت کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتے۔

قصہ مختصر سیالکوٹ کے ہنگامے نے جو ۱۵ جنوری کو رونما ہوا۔ ہمیں اس امر کی ضرورت کا احساس دلا دیا کہ مرزائیوں کی سرگرمیوں اور ان کے ارادوں کا پوری طرح جائزہ لیں اور حسن ظن میں مبتلا نہ رہیں کہ مرزائیوں نے خود ہی اپنے آپ کو سدھارنے کی ضرورت محسوس کر لی ہوگی۔ اس جائزہ کے نتائج ہم نے دلائل وشواہد کے ساتھ گزشتہ نو قسطوں میں عامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے مستقبل کو آنے والے خطرات سے محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ مرزائی خود ہی اپنے مقام اور مؤقف کی تعیین وتحدید کر لیں اور پاکستان کے وفادار، شریف اور امن پسند

باشندوں کی طرح اس کے سایۂ عاطفیت میں زندگی بسر کرتے رہیں ایسا کرنے کی دو واضح صورتیں ہم ''قسط نمبر ۹'' میں پیش کر چکے ہیں۔ مرزائیوں کو ان دونوں صورتوں پر اچھی طرح غور کر کے اپنے مستقبل کی روش کا فیصلہ کر لینا چاہئے۔ اگر وہ ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے اور اپنے مسلک پر جو مسلمانوں کے لئے بدرجۂ غایت، دل آزار، اشتعال انگیز اور ناقابل برداشت ہے، اصرار کرنے کے خواہاں ہیں تو ''عامۃ المسلمین'' کو چاہئے کہ وہ مملکت پاکستان کو آنے والے خطروں اور فتنوں سے بچانے کے لئے ابھی سے ہوشیار ہو جائیں اور دستور ساز اسمبلی کی وساطت سے ان امور کا فیصلہ کرانے کیلئے آواز بلند کریں جو دینی اور سیاسی حیثیت سے مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان موضوع بحث وجدال ہیں مسلمانوں کو اس امر پر ٹھنڈے دل ودماغ اور پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے کہ وہ :

۱...... کسی غیر مسلم اقلیت کو کس حد تک اس امر کی اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ انبیائے کرام علیہم التحیۃ والسلام کی توہین کے ارتکاب کو اپنا حق سمجھے۔

۲...... حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے مرتبہ ختم الرسل وسید المرسلین ہونے کا صریح انکار کرنے کے باوجود مسلمان کہلائے، نہ صرف مسلمان کہلائے بلکہ اس کی بنا پر تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے۔

۳...... مسلمانوں کی دینی اور ملّی اصطلاحات کو جو امت مسلمہ کے ساڑھے تیرہ سو سال کے عمل سے تخصیص کا مقام حاصل کر چکی ہیں اپنے اکابر کے لئے استعمال کرتی رہے۔ مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی کیلئے ''علیہ الصلوٰۃ والسلام''۔ مرزا کے ساتھیوں کے لیے ''صحابہ'' اور ''رضی اللہ عنہ''۔ مرزا کی بیوی کے لئے ''ام المومنین'' مرزا کی بیٹی کے لئے ''سیدۃ النساء'' اپنے دینی اور دنیوی پیشوا کے لئے ''خلیفہ'' اور ''امیر المومنین'' اور اپنے نظام حکومت کے لئے

"خلافت" کی اصطلاحیں بلاتکلف استعمال کریں۔

مرزائیوں کی یہ حرکات نہ صرف دین حقہ اسلام اور امت مسلمہ کی مقدس روایات سے ایک کھلا ہوا تلعب واستہزاء ہیں، بلکہ عملاً چالیس کروڑ مسلمانان عالم کے وجود کی نفی کر رہی ہیں۔ ہر مسلمان کو اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنے دل سے پوچھنا چاہئے کہ وہ کس حد تک مرزائیوں کی ان لغویتوں کو برداشت کر سکتا ہے۔ اگر مسلمان رواداری، فیاضی، مصلحت یا مسامحت سے مرزائیوں کو اپنی یہ لغویات جاری رکھنے کا حق دینے کے لئے تیار ہیں تو انہیں یا تو مرزائی ہو جانا چاہئے یا اپنے آپ کو مسلمان کہلانا چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ "مصطلحات" کا وہ سرمایہ جو دین اسلام اور امت مسلمہ سے مختص تھا، مرزائیوں اور صرف مرزائیوں کی ملکیت بن چکا ہے اور اس سرقہ اور ڈاکہ کا نوٹس نہ لینے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسے عملاً صحیح تسلیم کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کے علمائے دین اور ارباب فکر وقیادت کو چاہئے کہ وہ ان خطوط کی روشنی میں جو ہم نے اس سلسلۂ مضامین میں بیان کر دیئے ہیں۔ مرزائیت کے مقام اور مستقبل پر پوری طرح غور کر کے دستور ساز اسمبلی کی رہنمائی کے لئے اپنے مطالبات کا ایک نقشہ تیار کریں۔ اور اس نقشہ کو جامۂ عمل پہنانے کے لئے کوشاں ہو جائیں، اگر وہ ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں تو ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عصر حاضر کے غفلت شعار مسلمانوں کے حال پر رحم کرے۔ اور انہیں دینی اور دنیوی فتن سے آگاہ ہونے کے لئے صحیح بصیرت عطا فرمائے۔

ضمیمہ

مرزائیوں کے سرکار گزٹ "الفضل" کو شکایت ہے کہ ہم نے اس سلسلۂ مضامین میں گورداسپور کے سیشن جج کے فیصلے سے جو حوالے دیئے ہیں انہیں اپیل پر پنجاب ہائی کورٹ کا ایک انگریز جج "جسٹس کولڈ سٹریم" مسترد کر چکا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ جسٹس کولڈ سٹریم نے اپنے فیصلے میں سیشن جج گورداسپور کے بعض ریمارکس کو صرف غیر متعلقہ قرار دیا تھا، ان کی صحت وعدم صحت کے متعلق کسی قسم کی رائے ظاہر نہیں کی، سیشن جج کے ریمارک ان شہادتوں پر مبنی ہیں، جو مقدمہ کے دوران میں اس کے سامنے پیش کی گئی۔

وما علینا الا البلاغ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

مرتضیٰ احمد خاں میکش

"پاکستان کا وجود عارضی ہے"

مرزا بشیر الدین محمود کا الہامی عقیدہ

"ہم نے ۱۱ فروری کی اشاعت میں ملتان سے موصول شدہ ایک اشتہار کا تذکرہ کرتے ہوئے پاکستان کی مرزائی اقلیت کے پیشوا اور سیاسی لیڈر مرزا بشیر الدین محمود کی ایک "عرفانی" گفتگو کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اپریل ۱۹۴۷ء کے آغاز میں اس شخص نے اپنے پیروؤں میں اس امر کی تلقین کی تھی کہ "مرزائیوں کے خدا نے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کے لئے بیس کے طور پر منتخب کر رکھا ہے۔ لہٰذا ہندوستان کو اکھنڈ رکھنے کی کوشش کرنا ہر مرزائی کا مذہبی فریضہ ہے"۔

مسلمان جو پاکستان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، افتراق پسند ہیں۔ اگر وہ

ہلاکت کے اس گڑھے یعنی پاکستان میں گرنے کے ارادہ سے باز نہ آئے تو مرزائیوں کو بھی اپنی کھوپڑی بچانے کے لئے عارضی طور پر ان کا ساتھ دینا چاہئے۔ مرزا بشیر الدین محمود کی یہ ''عرفانی'' گفتگو جو ۵ اپریل، ۱۹۴۷ء کے ''الفضل'' میں شائع ہوئی اور اب اشتہارات کی صورت میں مرزائی جماعت کے لوگوں میں بانٹی جارہی ہے۔ پاکستان کے متعلق اس جماعت کے لوگوں کی منافقانہ ذہنیت کا ایک کھلا ثبوت ہے، یہ گفتگو ظاہر کرتی ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ اپنے مذہبی عقیدہ کی رو سے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کیلئے بیس تصور کرتے ہیں اور اس بیس کو قائم رکھنے کی کوشش کرنا اپنا مذہبی فریضہ خیال کرتے ہیں، پاکستان کے وجود کو محض عارضی سمجھتے ہیں اور ہلاکت کا گڑھا خیال کرتے ہیں۔ پاکستان میں وہ محض بہ امر مجبوری (عارضی طور پر) پناہ لے رہے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کی افتراق پسندی نے اکھنڈ ہندوستان کے وجود کا خاتمہ کر دیا اور مرزائیوں کو بھی مسلمانوں کے ساتھ یہ کیفیت جسے وہ عقیدۃً عارضی سمجھتے ہیں، قبول کرنی پڑی۔

معاصر موقر ''زمیندار'' اور مرزائیوں کے اخبار ''الفضل'' کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مضمون کے ٹریکٹ اور اشتہارات ملتان کے علاوہ لائل پور اور گوجرانوالہ میں بھی نشر کئے گئے ہیں۔ مرزائیوں کا اخبار ''الفضل'' یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ ان اشتہاروں اور ٹریکٹوں کو چھاپنے اور نشر کرنے والے لوگ احمدی یعنی مرزائی نہیں بلکہ احراری ہیں۔ جو مرزائیوں کو بدنام کرنے کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ''الفضل'' مرزا بشیر الدین محمود کی کسی سابقہ تقریر یا تحریر کے ایک فقرہ کو اچھال کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اپریل، ۱۹۴۷ء میں اکھنڈ ہندوستان کو ''احمدیت'' کے فروغ کے لئے اللہ کا دیا ہوا بیس قرار دینے والا اور اسے قائم رکھنے کی کوشش کو مرزائیوں کے لئے مذہبی فرض قرار دینے والا بشیر الدین محمود واقعات کی رفتار کو بھانپ کر مئی، ۱۹۴۷ء میں یہ

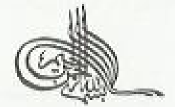
کہنے لگا تھا کہ: ''ہم پاکستان کی حمایت اس لئے کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا جائز حق ہے۔ اور وہ انہیں ملنا چاہئے۔ اور اگر حق کی تائید میں ہمیں پھانسی پر بھی لٹکا دیا جائے تو یہ ہمارے لئے موجب راحت ہوگا''۔

مرزائی جماعت کے پیشواؤں اور مقتداؤں کی الہامی اور عرفانی گفتگوئیں بلاشبہ بھان متی کا سا پٹارا ہوتی ہیں۔ جن سے بوقت ضرورت ہر قسم کی چیز نکالی جاتی ہے اور مرزا بشیر الدین محمود بھی اپنے باپ کی طرح اپنے خوابوں، رؤیاؤں اور الہاموں کی تعبیر وتفسیر بیان کرتے وقت اس بات کی خاص احتیاط کر لیتا ہے کہ اس کا مطلب یوں بھی ہوسکتا ہے اور یوں بھی نکل سکتا ہے اور عام طور پر کہہ دیتا ہے کہ یہ ''میرا خواب مبشر بھی'' ہے اور ''منذر بھی'' ہوسکتا ہے، اس لئے ہم ''الفضل'' اور دوسرے مرزائیوں کے اس استدلال سے مطمئن نہیں ہوسکتے کہ مرزا بشیر الدین کے بیانات میں ایسے فقرے بھی موجود ہیں جو پاکستان کے حق میں ہے۔ بلکہ ایسی متضاد باتیں جن سے اکھنڈ ہندوستان اور پاکستان دونوں کی حمایت کے پہلو نکلتے ہیں۔ ہمارے اس دعویٰ کی صحت کا ایک اور روشن ثبوت ہے کہ پاکستان کے متعلق مرزائی جماعت کے پیشوا کی ذہنیت اور روش منافقانہ ہے جس سے پاکستان کی حکومت اور پاکستان کے عوام کو ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے۔ باقی رہا الفضل یا لائیل پور اور گوجرانوالہ کی مقامی مرزائی جماعتوں کے سیکریٹریوں کا یہ دعویٰ کہ محولہ بالا اشتہار اور ٹریکٹ مرزائیوں کی طرف سے نہیں۔ بلکہ احراریوں کی طرف سے مرزائیوں کو بدنام کرنے کے لئے شائع کئے جارہے ہیں۔ اس کے متعلق ہمیں تحقیق وتفتیش کے خلجان میں پڑنے کی ضرورت نہیں، ہوسکتا ہے کہ احراری مرزا بشیر الدین محمود کی اس ''عرفانی'' گفتگو کو نشر کر رہے ہوں تاکہ مسلمان عوام پر مرزائیوں کی منافقانہ روش ظاہر ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود مرزائی جماعت کے لیڈر اپنی جماعت کو اپنے پیشوا کی بنیادی تلقین یاد دلانے کے لئے اور ان کے دلوں اور دماغوں میں یہ عقیدہ قائم رکھنے کیلئے اس حرکت کا ارتکاب کر رہے ہوں کہ

مرزائیوں کے خدا نے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کے لئے بیس بنایا تھا جو مسلمانوں کی افتراق پسندی نے ختم کردیا۔ لیکن مرزائیوں کو اپنے خدا کی بات پوری کرنے کیلئے ہندوستان کو پھر اکھنڈ بنانے کی کوششیں جاری رکھنی چاہئیں اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا پیشوا آغاز اپریل کی ''ایک عرفانی'' مجلس میں اس امر کا اعلان کرچکا ہے کہ اگر مسلمان پاکستان بنانے میں کامیاب ہو بھی گئے تو ''یہ کیفیت عارضی ہوگی''۔

یہ سوال اتنا اہم نہیں کہ مرزائیوں کے اس بنیادی مذہبی عقیدہ کی اشاعت کہ اکھنڈ ہندوستان خدا کی طرف سے ''احمدیت'' کے فروغ کے لئے بیس بنایا جاچکا ہے اور پاکستان کا قیام ایک عارضی کیف ہے۔ مرزائی کررہے ہیں یا احراری کررہے ہیں۔ اہم سوال یہ ہے کہ پاکستان اور اکھنڈ ہندوستان کے متعلق مرزائیوں کے بنیادی، مذہبی عقائد حقیقتاً کیا ہیں؟ وہ عقائد مرزا بشیر الدین کی اس ''عرفانی'' گفتگو سے ظاہر ہیں، جو ۵، اپریل ۱۹۴۷ء کے ''الفضل'' میں چھپ چکی ہے اور اب اشتہاروں اور ٹریکٹوں کی شکل میں چھاپ چھاپ کر نشر کی جارہی ہے اکھنڈ ہندوستان کو ''احمدیت'' کے فروغ کیلئے خدا کا دیا ہوا بیس سمجھنے اور پاکستان کے وجود کو عارضی کیفیت قرار دینے کے متعلق نہ تو ''الفضل'' کو کچھ کہنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے، نہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی اس ''عرفانی'' گفتگو کی کوئی نئی تفسیر یا تاویل کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ پاکستان کے متعلق اس قسم کے خطرناک مذہبی عقائد رکھنے والی اقلیت کس حد تک اس ترجیحی سلوک کی مستحق ہے، جو پاکستان میں مرزائیوں کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ ایسا اہم سوال ہے جس کا ہم پاکستان کی حکومت اور اس کے وفادار عوام سے حاصل کرنا چاہتے ہیں، لیکن سردست انہیں اس سوال کا جواب دینے کیلئے آمادہ و مائل نہیں پاتے۔

مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکشؒ



قادیانی سیاست

''کمبخت منافق ہے ... اِدھر بھی ہے اُدھر بھی''

(سنِ تصنیف: 1951ء)

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان سے بیزاری...... بھارت سے وفاداری

پاکستان کی اسلامی مملکت کے اندر تخریبی فتنے پرورش پارہے ہیں، اُن میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ ''مرزائیت'' کا ہے کیونکہ مرزائیت دین اسلام کی کھلی تحقیر و تضحیک کا دوسرا نام ہے۔ اس مذہب کے پیرو نہ تو اسلام کے وفادار ہیں، نہ مسلمانوں کے خیرخواہ ہیں اور نہ پاکستان کے ساتھ کسی قسم کا اُنس رکھتے ہیں۔ اس فتنہ کے سب سے زیادہ خطرناک ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مرزا کے پیرو خارج میں اپنے آپ کو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ ظاہر کرتے ہیں اور باطن میں اپنے آپ کو مسلمانوں سے یکسر الگ قوم سمجھتے ہوئے دین اسلام کے بنیادی عقائد کی بیخ کنی کے درپے رہتے ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کے باوجود یہ ''منافقین'' کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں شامل ہونا اور مومن میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا بھی اپنے مذہبی عقیدہ کی رُو سے حرام سمجھتے ہیں، اور ادھر مسلمانوں کی غفلت اور بے خبری کا یہ عالم ہے کہ وہ ان کی حقیقت و ماہیت سے صحیح طور پر آگاہ نہ ہونے کے باعث انہیں بھی مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کی طرح ایک فرقہ سمجھ رہے ہیں۔ اور جب کوئی مرزائی مرجاتا ہے تو اس کے مسلمان رشتہ دار اس کی نماز جنازہ میں شامل ہوتے ہیں اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرنے میں کسی قسم کی عار یا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ ظاہر ہے کہ کھلے دشمن کی بہ نسبت وہ چھپا دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے جس کے خبیث باطن کی طرف سے انسان غافل ہو۔ اور یہی حالت پاکستان اور دنیائے اسلام کے عام مسلمانوں کی ہے جو مرزائیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھ کر ان کی ان ظاہری اور مخفی

سرگرمیوں سے بے خبر رہتے ہیں جو کہ منافقین کے اس گروہ کی طرف سے پیہم کی جارہی ہیں۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ''مرزائی مسلمان نہیں''۔ کیونکہ وہ قادیانیوں کے ایک ''مدعی کاذب ودجال مفتری کی نبوت'' پر ایمان لانا ذریعہ نجات قرار دیتے ہیں۔ لیکن سیاسی حیثیت سے مرزائیوں کو جو ملت پاکستان کا ایک جزو اور پاکستان کا خیر خواہ اور وفادار سمجھا جارہا ہے وہ پاکستان کے عوام اور ان کے ارباب سیاست کی بہت بڑی کم نظری اور نافہمی پر دال ہے، ہم جانتے ہیں کہ اس کم نظری اور نافہمی کی وجہ محض یہ ہے کہ مسلمان مرزائیوں کی سرگرمیوں اور ان کے رجحانات کا جائزہ لینے کی طرف سے غافل ہیں اور اپنی اس غفلت کی وجہ سے مرزائیوں سے دھوکا کھاتے چلے جارہے ہیں۔ چند ماہ ہوئے ہم نے مرزائیوں کے سیاسی عزائم کا تجزیہ کرتے ہوئے مسلسل مقالات کی دس قسطیں شائع کی تھیں۔ جن میں ناقابل تردید حقائق ودلائل سے ثابت کر دکھایا تھا کہ اس فرقہ کے لوگ پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ بھارت کو بھی اپنے اُن بُرے دنوں کا ملجا وماویٰ سمجھ رہے ہیں، جب پاکستان میں ان کے عزائم بد پروان چڑھنے سے یکسر ناکام رہ جائیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کی آنکھیں کھلنے کے آثار دیکھ کر مرزائی اپنے اول الذکر مقصد یعنی پاکستان پر مرزائیوں کی حکومت مسلط کرنے کے خیال کی تکمیل کی طرف سے مایوس ہورہے ہیں اور اب اس فکر میں ہیں کہ بھارت کی زمین انہیں اپنے آغوش میں لے لے، ''ٹائمز آف انڈیا''، بمبئی کے نامہ نگار کی اطلاع مظہر ہے کہ ''اُمت مرزا'' کے افراد کا جو اجتماع ۲۶، ۲۷

دسمبر کو قادیاں ضلع گورداسپور میں منعقد ہوا اور جس میں پاکستان سے جانے والے یکصد کے قریب مرزائی یاتری بھی شامل ہوئے، اس میں پاکستان کو مرزائیت کے نقطۂ نگاہ سے بہت کوسا گیا اور بھارت کی اس قدر تعریف کی گئی کہ بھارت کی حکومت کو ''اللہ'' کی نعمت اور بھارت کو مرزائیوں کا ''دارالامان'' ظاہر کیا گیا۔ ''ٹائمز آف انڈیا'' کے نامہ نگار کا بیان یہ ہے۔ ایک نشست میں جس کے صدر لاہور کے ایک بیرسٹر شیخ بشیر احمد تھے، علی الاعلان کہا گیا کہ پاکستان کی حکومت جو اسلامی تحریک کا نتیجہ ہے، مرزائیوں کی حفاظت سے قاصر رہی ہے۔ وہاں تین مرزائی قتل ہوچکے ہیں۔ اس کے بالمقابل ہندوستان کی حکومت نے بیدین ہونے کے باوجود ہر مذہب کے پیرووں اور بالخصوص مرزائیوں کی حفاظت کا خاطر خواہ سامان مہیا کر رکھا ہے۔ مگر ہندوستان میں ہمیں ہر قسم کا امن واطمینان میسر ہے۔ ان امور کی روشنی میں ہندوستان کی حکومت کو اللہ کی نعمت قرار دیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ ہم اس حکومت کے وفادار ہیں۔

اس کے علاوہ اخبار ''بندے ماترم'' کی اطلاع مظہر ہے۔ ''قادیان ۲۸ دسمبر، کل یہاں احمدیوں کا سہ روزہ سالانہ جلسہ شروع ہوگیا۔ جس میں پاکستان سے آمدہ ۱۹۷ احمدیوں اور ہند کے مختلف حصوں کے ۵۲۰۰ احمدیوں کے علاوہ مقامی ہندوؤں اور سکھوں کی بھاری تعداد بھی شامل ہوئی۔ جلسہ میں ایک ریزولیشن پاس کیا گیا۔ جس میں ہند سرکار سے درخواست کی گئی کہ وہ قادیان میں موجودہ احمدیوں کی وہ تمام جائیداد واپس کردے جو نکاسی قرار دی جاچکی ہے۔ ایک اور ریزولیشن میں ہند وپنجاب کی حکومتوں سے درخواست کی گئی ہے کہ قادیان کی زیارت کے لئے سہولیات دی جائیں اور ان نکاسیوں کی واپسی کی اجازت

دی جائے جو کہ ۱۹۴۷ء کی گڑبڑ میں قادیان سے چلے گئے تھے اور ہر دو ڈومینیوں میں آنے جانے کے عارضی پرمٹ دیئے جائیں۔ مسٹر بشیر الدین احمد نے ہندوستانی احمدیوں کو تلقین کی کہ وہ ہند سرکار کے وفادار رہیں اور کوئی شرارت نہ کریں۔

مرزائیوں کے سالانہ جلسہ منعقدہ قادیان کی یہ تقریریں اور قراردادیں مرزائیوں کے باطنی رجحانات اور دلی احساسات کو بخوبی ظاہر کرتی ہیں اس حقیقت کبریٰ کے باوجود، کہ پاکستان نے مرزائیوں کو پناہ دی اور مرزائیوں نے اپنی عیاریوں سے اپنے حق سے کہیں زیادہ عمارتیں، کارخانے، دکانیں اور اقتصادی ادارے الاٹ کرالئے۔ پنجاب کے انگریز گورنر سر فرانس موڈی کی خصوصی نظرِ عنایت سے ’’ربوہ‘‘ میں اپنا نیا مرکز بنانے اور نیا شہر بسانے کے لئے کوڑیوں کے مول زمین کے وسیع قطعات حاصل کرلئے۔ پاکستان کے کوتاہ اندیش اربابِ اقتدار کی چشم پوشی اور کوتاہ نظری سے فائدہ اٹھاکر چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنوالیا اور اس چوہدری کے اثر و رسوخ کی بدولت مرزائیوں نے آبادکاری کے محکموں میں بڑے بڑے عہدے حاصل کرلئے تاکہ ناجائز الاٹمنٹوں کے بل پر مرزائیوں کو مالا مال کرسکیں۔ وزارتِ خارجہ کی ملازمتوں میں مرزائیوں کو اتنی کثیر تعداد میں بھرتی کرلیا گیا کہ پاکستان کے سفارتخانے بیرونی ملکوں میں دینِ مرزائیت کی تبلیغ کے اڈے بن گئے اور تو اور خود چودھری ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان نے فلسطین اور دوسرے عرب ملکوں کے مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ وہ حکومتِ پاکستان کے وزیر نہیں بلکہ مرزائیوں کے ’’امیر المومنین مرزا بشیر الدین‘‘ کے سفیر ہیں۔ القصہ مرزائیوں نے ایک بھاری سازش کے ماتحت اپنی قومی تنظیم کے بل پر پاکستان کی

دولت وثروت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا اور پاکستان کی کلیدی آسامیوں پر قبضہ جما کر اسے ایک مرزائی مملکت بنانے کی پوری کوشش کی، لیکن اب کہ عامۃ المسلمین میں مرزائیوں کے عزائمِ بد کی طرف سے ایک حد تک باخبر ہونے کے آثار پیدا ہونے لگے ہیں۔ مرزائی بھارت کی حکومت کو اللہ کی نعمت قرار دے کر اس سے درخواستیں کرنے لگے ہیں کہ ہماری جائیدادیں واپس کردی جائیں اور ہمیں قادیان میں لوٹ آنے کی اجازت دی جائے۔

بلاشبہ مرزائیوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ بھارت سرکار سے واپس بھارت جانے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے درخواستیں کریں اور ہم دل سے خواہاں ہیں کہ ایسے لوگ جو اسلام کے بدترین دشمن اور پاکستان کے باطنی بدخواہ ہیں، پاکستان سے نکل جائیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ دین مرزائیت کے پیرو، انگریز کے، ہندو کے، یہودی کے اور اسلام کی ہر دشمن حکومت کے وفادار اور خیرخواہ بن سکتے ہیں۔ وہ اگر کسی کے وفادار نہیں بن سکتے ہیں تو وہ اسلام ہے اور اسلامی حکومت ہے۔ ہم پاکستان میں ایسی منافق غیر مسلم قوم کی موجودگی کو پاکستان اور دینِ اسلام کے بہترین مقاصد کے لئے سخت خطرناک سمجھتے ہیں اور ہمیں ڈر ہے کہ پاکستان کے بھولے بھالے اور بے خبر مسلمان ایک نہ ایک دن ان منافقین کے ہاتھوں بہت بڑی مصیبتوں میں مبتلا ہوجائیں گے، پاکستان کے مسلمان آج ان آفتوں اور مصیبتوں کی طرف سے یکسر غافل ہیں، جو اس فتنہ کے آغوش میں پل رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم مرزائیوں کو ان کے دنیوی بھلے کی خاطر یہ مشورہ دینگے کہ وہ جلد سے جلد اپنے آپ کو بھارت کے ’’دارالامان میں‘‘ پہنچانے کا بندوبست کرلیں، بلاشبہ آج کے بعض نام نہاد سیاسی لیڈر مرزائیوں کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے مرزا بشیر الدین قادیانی کی

خوشامد کررہے ہیں اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے مرزائیوں کو مسلمان اور پاکستان کے وفادار لوگ سمجھ رہے ہیں، لیکن یہ حالت دیر تک قائم نہیں رہے گی۔ پاکستان کے مسلمان بیدار ہوں گے اور مرزائیوں سے ان کی اسلام دشمنی اور پاکستان آزاری کا حساب لے کر رہیں گے۔

۵ جنوری ۱۹۵۱ء

مرتضیٰ احمد خان

(مدیر مغربی پاکستان۔ لاہور)



کیا پاکستان میں مرزائی حکومت قائم ہوگی؟

(سنِ تصنیف: 1952)

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راقم الحروف نے اب سے کوئی ڈھائی سال قبل یعنی اوائل ۱۹۵۰ء میں روزنامہ ''مغربی پاکستان'' میں مقالات اور اداریہ کی مسلسل دس اقساط لکھ کر پاکستان کے ارباب بست وکشاد یا نوزائیدہ ملک کے اصحاب فکروتدبیر اور یہاں کے جمہور مسلمین کو اس حقیقت سے آگاہ ومتنبہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ مرزائی فرقہ کے لوگ اپنی تنظیم اور دشمنان اسلام کی ظاہری اور مخفی امداد کے بھروسے پر پاکستان کے اندر مرزائیوں کی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کی خاطر طرح طرح کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا بہت بڑا جال پھیلا رہے ہیں، آگے چل کہ مسلمانان پاکستان کے لئے بدرجہ اتم تکلیف دہ ثابت ہوگا، میں نے ان مضامین میں قادیانیت کے مذہبی دجل کا پول کھولنے کے ساتھ اس فرقہ کے پیشوا بشیر الدین محمود اور قصر مرزائیت کے رکن اعظم چوہدری سرظفر اللہ خان کے اقوال واعمال کو سامنے رکھ کر ان کے سیاسی رجحانات کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنے اس دعویٰ کو ناقابل تردید حد تک ثابت کردکھایا کہ ''سیاسی اعتبار سے ان (مرزائیوں) کالائحہ عمل یہ ہے کہ اپنی تنظیمی طاقت کے بل پر پاکستان کا حکومتی اقتدار حاصل کیا جائے اور قادیان کی بستی کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ خواہ اس کی خاطر پاکستان کے کسی بڑے سے بڑے مفاد کو یا پاکستان کو قربان بھی کیوں نہ کرنا پڑے''۔

اس کے ساتھ ہی راقم الحروف نے عام سیاسی بصیرت کے بل پر اس امر کی پیش گوئی کردی تھی کہ ''مرزائیت مسلمانان پاکستان کو بھاری تکالیف اور ہمت آزما آلام میں مبتلا کر کے رہے گی۔ ان تکالیف وآلام سے بچنے کا واحد طریق یہ ہے کہ مرزائیت کی حدود

ابھی سے متعین کردی جائیں اور مرزائیوں کی تنظیم پر سرکاری اور غیر سرکاری حیثیت سے کڑی نگاہ کی جائے ورنہ اس طرف سے غافل رہنے کا خمیازہ مسلمانوں کو بھاری نقصانات کی صورت میں بھگتنا پڑے گا''۔

آج میں پاکستان کے اندر رونما ہونے والے واقعات کی رفتار کو دیکھ کر اس ملک کے ارباب اختیار واقتدار اور عامۃ المسلمین سے یہ سوال کرنے پر مجبور ہوں کہ **''کیا پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم ہوگئی؟''**

حیرت انگیز واقعات: واقعات جن کی بناء پر میرے دل سے یہ سوال اٹھا ہے، یہ ہیں ۱۷، اور ۱۸ مئی کو پاکستان کے دارالسلطنت کراچی میں مرزائیوں کے ایک جلسۂ عام کو کامیاب بنانے کے لئے صوبہ کراچی کی پولیس استعمال کی گئی تاکہ چودھری سر ظفر اللہ خان ''وزیر خارجہ پاکستان'' چودھری عبداللہ خان ''ڈپٹی کسٹوڈین کراچی'' شیخ اعجاز احمد ''جائنٹ سیکرٹری وزات خوراک پاکستان'' میجر شمیم ''اسسٹنٹ سیکرٹری وزارت مال پاکستان'' مسٹر احمد جان ''ملازم محکمہ سول سپلائی کراچی'' اور دیگر مرزائی سرکاری افسر اور عہدیدار مسلمانوں کو مرزائی بنانے کے لئے اپنے دین کی تبلیغ کرسکیں۔ مرزائیوں کے اس تبلیغی جلسہ عام کو کامیاب بنانے کے لئے پاکستانی پولیس کی بھاری جمعیت بلائی گئی، جلسہ عام تھا اس لئے کچھ مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے۔ جب مرزائیت کے مبلغوں نے اپنے عقائد کی تبلیغ کے سلسلے میں مسلمانوں کے عقائد پر حملے شروع کئے اور ان کے نہایت ہی نازک مذہبی جذبات کو مجروح کرنے لگے تو انہوں نے احتجاج کی آوازیں بلند کیں۔ پولیس نے جو پہلے ہی اس مقصد کے لئے بلائی گئی تھی۔ مسلمانوں پر لاٹھی چارج کیا۔ ان کو مجروح ومضروب کرکے گرفتار کرلیا۔ اس پر عوام مشتعل ہوگئے۔ انہوں نے سڑکوں، بازاروں اور گلی کوچوں میں احتجاجی

مظاہرے کئے، ان مظاہروں کو روکنے کے لئے پھر پولیس کے ڈنڈے استعمال کئے گئے اور اشک آور گیسیں چھوڑی گئیں۔

اگلے دن پھر اسی تماشے کو دہرایا گیا اور مسلمانوں کو پولیس اور فوج کی طاقت کے بل پر چودھری سر ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان کی تبلیغی تقریر سننے کے لئے مجبور کیا گیا۔ کراچی حکام کی اس حرکت پر جسے لازماً پاکستان کی مرکزی حکومت کی اشیر باد حاصل ہوگی، ملک بھر میں غم وغصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ مسلمانوں نے احتجاجی جلسوں اور مظاہروں کا ایک سلسلہ شروع کردیا اور رمضان المبارک کے جمعۃ الوداع کا دن یوم احتجاج مقرر کردیا تاکہ مسلمان اس روز جابجا جلسے منعقد کرکے اپنی اسلامی حکومت کے ارباب اقتدار پر ظاہر کردیں کہ ''مسلمان مرزائیت کے عقائد باطلہ کی کسی تبلیغ کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ وہ عقائد مسلمانوں کے بنیادی عقائد کے منافی اور ان کے نازک دینی احساسات کو ٹھیس پہنچانے والے ہیں''۔ نیز حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ مرزائی فرقہ کو ملک کی ایک الگ غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ تاکہ اس فرقہ کے لوگ ان منافقانہ چالوں کو استعمال کرنے سے باز آجائیں، جن کے بل پر وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ہر میدان اور ہر مقام پہ نقصان پہنچاتے رہے ہیں اور پہنچا رہے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے دلی جذبات کے اظہار سے روکنے کیلئے پنجاب کی حکومت نے ایک عجیب وغریب پالیسی وضع کی جس کے ماتحت حکام اضلاع نے ہر جگہ دفعہ ۱۴۴ نافذ کرکے اس مضمون کے احکام صادر کروائے کہ مرزائیت یا مرزائیوں اور چودھری سر ظفر اللہ خاں کے متعلق بھرے مجمعوں میں اظہار خیال کرنا قانوناً ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص اس مقصد کے لئے جلسہ منعقد کرے گا

یا جلوس نکالے گا یا تقریر کرے گا۔ اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ مسلمانوں نے حکومت کے ان احکام کا احترام کیا۔ عام جلسوں اور جلوسوں کے پروگرام معطل کر دیے اور اظہار حق کے لئے صرف اسی امر پر اکتفا کر لیا کہ مساجد کے اندر جمعۃ الوداع کے موقع پر جو احتجاجات ہوں گے وہی ان مطالبات کی تائید میں آوازیں بلند کر کے حکمرانوں کو حقیقتِ حال سے متنبہ کر دیں، اضلاع کے حکام نے حکومت پنجاب کی طے کردہ پالیسی کے ماتحت ان لوگوں کو بھی گرفتار کر لیا جنہوں نے مساجد کے احتجاجات میں مرزائیت اور چودھری سر ظفر اللہ خاں کے خلاف لب کشائی کی جرأت کی، اس طرح عامۃ الناس پر ظاہر کر دیا کہ پاکستان کی سرزمین میں کوئی شخص مرزائیت اور چودھری سر ظفر اللہ خاں کے متعلق کچھ کہنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی اور حکومت کے اس نادر شاہی حکم کی لپیٹ میں پبلک جگہیں نہیں آتیں، بلکہ ان کے گھر اور خدا کے گھر یعنی مسجدیں بھی آ جاتی ہیں۔

واقعات کی یہ رفتار دیکھ کر کیا میں یہ سوال کرنے میں حق بجانب نہیں ہوں کہ پاکستان میں کس کی فرماں روائی ہے؟ اور یہ فرماں روائی کس قانون اور کس قاعدہ کی رُو سے کی جا رہی ہے؟ ان واقعات نے کیا یہ ثابت نہیں کر دکھایا کہ

یک بام و دو ہوا کی پالیسی

۱..... مرزائیوں کے عام تبلیغی جلسوں کو کامیاب بنانے کیلئے حکومت اپنی ساری طاقتیں استعمال کرے گی، تاکہ مرزائی کھلے بندوں پولیس کے ڈنڈوں اور فوج کی سنگینوں کے سائے میں دین حقہ اسلام کا منہ چڑائیں، ختم نبوت کے انکار کا پرچار کر کے مسلمانوں کے نازک مذہبی جذبات کو مجروح کریں۔ گالیوں اور بدزبانیوں کے اس انبار کی جن سے

مرزائیت کا لٹریچر بھرا پڑا ہے، خوب نشر و اشاعت کر سکیں۔

۲..... مسلمان اگر عقیدہ ''ختم نبوت'' کے تحفظ اور اس کی نشر و اشاعت کے لئے اپنے تبلیغی جلسے اپنی مساجد کے اندر بھی منعقد کریں گے تو انہیں گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا جائیگا اور کسی کو اس امر کی اجازت نہیں دی جائیگی کہ مرزائی وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خاں کی اسلام سوز سرگرمیوں کے متعلق کوئی حرف حق زبان پر لائے۔

حکومت کی طرف سے اپنی متذکرہ صدر پالیسی کے اس عملی طور پر واضح اعلان کے بعد مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ اس ملک پر کس کی فرمانروائی ہے؟ اور ان کی کیفیات کو جن کا آغاز متذکرہ صورت میں ہوا ہے، وہ کس حد تک برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہیں؟

شہری حقوق اور دستور ماسبق

کہا گیا ہے کہ مرزائی بھی پاکستان کے باشندے ہیں اور انہیں بھی اس امر کا قانونی اور مدنی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خیالات وعقائد کی نشر و اشاعت کے لئے دوسرے لوگوں کی طرح عام جلسے منعقد کریں۔ اصولی طور پر یہ بات کتنی صحیح اور کتنی خوبصورت نظر آتی ہے، لیکن ایسا کہتے وقت اس کے دوسرے اہم پہلو کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ وہ پہلو یہ ہے کہ کسی آبادی کا کوئی گروہ شہری آزادی کے حقوق کو اس طریق سے استعمال کرنے کا مجاز نہیں جو فساد انگیزی کا موجب ہو، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزائی اپنے جن عقائد کی نشر و اشاعت کا حق مانگتے ہیں۔ مرزائیوں کو عام جلسہ منعقد کر کے تبلیغی مہمیں جاری کرنے کی اجازت دینا ملک کے اندر فتنہ وفساد برپا کرنے کو دعوت دینے کے مترادف ہے، پھر فتنہ آرائی کی اس دعوت کو کامیاب بنانے کے لئے ملک کی پولیس اور فوج

استعمال کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ حکمران طبقے طاقت وقوت کے بل پر لوگوں کو مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنا دین چھوڑ کر مرزائیت کا دین اختیار کرلیں، ایسے باتدبیر ارباب حکومت سمجھ بوجھ سے کام لیا کرتے ہیں اور کسی نئے فتنہ کو سر اٹھانے کی اجازت نہیں دیا کرتے۔ چہ جائیکہ اس کی حفاظت اور اس کی کامیابی کے لئے پولیس اور فوج کو استعمال کرنے لگیں ایسے امور میں حکمرانوں کا دستور العمل یعنی حسب دستور سابق ہوا کرتا ہے تاکہ نئے فتنے پیدا نہ ہوں۔

متحدہ ہندوستان میں انگریز حکمران مختلف مذہبی گروہوں کے شہری حقوق کے اجراء کے بارے میں اسی اصول کو دستور العمل بنا کر چلا کرتے تھے۔ مثلاً گائے ذبح کرنا مسلمانوں کا مذہبی حق تھا۔ جھٹکا کرنا سکھوں کا مذہبی حق تھا، تعزیہ نکالنا شیعہ کا مذہبی حق تھا۔ لیکن اس دور کے حکمران صرف ان مقامات پر ان مذہبی حقوق کے اجراء کی اجازت دیتے تھے۔ جہاں یہ حقوق پہلے سے مسلم ہو چکے تھے۔ کسی نئی جگہ پر وہ نہ تو جھٹکا کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ ان مدنی حقوق کے اجراء سے لوگوں کو روکنے کی وجہ محض یہ تھی کہ فتنہ وفساد کے دروازے بند رہیں۔ لیکن کراچی کے حکام نے پاکستان کی مرکزی حکومت کی آنکھوں کے سامنے شاید انہی کے ایما سے مرزائیوں کو جلسہ عام کرنے کی اجازت دیدی، جو انہیں پہلے سے حاصل نہ تھی۔ نہ صرف اجازت دی بلکہ حکمرانی کی طاقتیں جو اچھے مقاصد کے لئے استعمال ہونی چاہئے تھیں۔ اس جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے لگا دیں۔ نتیجہ ہنگامہ آرائی کی شکل میں رونما ہوا اور ملک کے اندر ایسی تحریک چل نکلی جو اب اس معاملے کا دوٹوک فیصلہ کر کے رہے گی کہ اس ملک کے انتظامات سنبھالنے کا حق کس کو حاصل ہے؟ آیا مسلمانوں کو حاصل ہے جن کی غالب اکثریت اس ملک میں آباد ہے یا مرزائیوں

کو حاصل ہے جن کو ملک کے اندر تو کسی قسم کا اثر ورسوخ حاصل نہیں، البتہ جو اسلام کی دشمن طاقتوں کے ساتھ ساز باز ضرور رکھتے ہیں۔

مسلمانوں پر دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کیوں؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر پاکستان کے ارباب حکومت یا کراچی کے حکام نے اس بنیادی اصول کی بنا پر پاکستان میں ہر طبقہ کے افراد کو عام جلسہ منعقد کرنے کا حق حاصل ہے۔ کراچی میں مرزائیوں کا جلسہ عام پولیس کی مدد سے کامیاب کرانا اپنا فرض منصبی خیال کیا، تو پنجاب میں عام مسلمانوں کے جلسوں پر دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے اسی پولیس کو اس کام پر کیوں لگا دیا گیا کہ وہ جلسے منعقد نہ ہونے دے اور عوام کو اپنے مدنی حقوق سے بہرہ افروز نہ ہونے دے، اگر فتنہ آرائی کے اندیشے سے مسلمانوں کے جلسے بند کئے گئے ہیں، تو مرزائیوں کے جلسے اسی اندیشے کی بناء پر سب سے پہلے بند کرنے چاہتے تھے اور یہ مسجدوں کو دفعہ ۱۴۴ کی لپیٹ میں لانا ایسا نادر کارنامہ ہے۔ جس کی نظیر تو کافر انگریز کی حکومت نے بھی اپنے صد سالہ دورِ حکمرانی میں مشکل ہی سے کی ہوگی۔

مسلمانوں کے مطالبات: مسلمان اپنے جلسوں میں کیا کہنا چاہتے تھے؟ صرف یہی کہ مرزائی لوگ اپنے جن عقائد کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہمارے لئے بدرجہ غایت اشتعال انگیز ہیں۔ لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ انہیں خواہ مخواہ کی اشتعال انگیزی سے باز رکھے۔ نیز وہ چودھری سر ظفر اللہ خاں کے تدبر، اس کی لیاقت اور اس کی پاکستان سے وفاداری پر اعتماد نہیں رکھتے، اس لئے چودہری صاحب کو وزارت جیسے ذمہ دار عہدے سے ہٹا دیا جائے۔ مزید برآں وہ حکومت سے جسے وہ غلط یا صحیح طور پر اپنی حکومت سمجھتے ہیں۔ اس مضمون کی استدعا کرنا چاہتے تھے کہ مرزائیوں کو ملک کی جداگانہ غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا جائے،

کیونکہ وہ مسلمان نہیں۔

میں پوچھتا ہوں کہ مسلمانوں کے ان مطالبات میں وہ کون ساز ہر بھرا تھا کہ ''حکومتِ پنجاب'' نے ایسے جلسے منعقد کرنے کی ممانعت کردی جن کے اندر متذکرہ صدر مضامین کی آوازیں بلند کی جاتیں۔ کیا پاکستان کے حکمران ڈنڈے کے بل پر عامۃ المسلمین کو اس امر پر مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بھی پاکستان کے اربابِ حکومت کی طرح چودھری ظفراللہ خاں کے حسن تدبر اور اس کی روحانیت (جیسا کہ انگریزی کے ایک مرزائی اخبار نے لکھا تھا) پر ایمان لے آئیں اور حکومتِ برطانیہ کی اس لاڈلی شخصیت کے متعلق کوئی حرف زبان پر نہ لائیں۔

مجھے تعجب ہے کہ چودھری ظفراللہ کو پاکستان کے انتظامات سنبھالنے، اول وزارت میں لیا ہی کیوں گیا؟ اور دیگر لیا گیا، تو کیا وجہ ہے کہ عامۃ الناس کی طرف سے اس پر عدم اعتماد کے اس قدر اظہار کے باوجود جو گذشتہ پانچ سال کے دوران میں ہوا ہے، اسے برطرف کیوں کیا گیا؟

آخر وہ کون سی طاقت ہے جس کے بل بوتے پر چودھری صاحب پاکستان کے دفتر خارجہ کو قادیانیوں کی میراث بنائے بیٹھے ہیں۔ اور اس کے بل پر ملک کے اندر اور ملک کے باہر جہاں کہیں موقع ملتا ہے، مرزائیت کی تبلیغ کرنے میں ذرہ بھر دریغ سے کام نہیں لیتے۔

فتنہ انگیزیوں کی ابتداء: قصہ مختصر گذشتہ ڈیڑھ ماہ سے جس نوعیت کے واقعات اس سلسلہ میں رونما ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ راقم الحروف نے ڈھائی سال پہلے جن خطرات کو محسوس کیا تھا۔ وہ بہت قریب آگئے ہیں بلکہ شروع ہو چکے ہیں۔ مرزا

بشیرالدین محمود کچھ عرصہ سے اپنے مریدوں سے کہہ رہا تھا کہ پاکستان میں عنقریب مرزائیوں کی حکومت قائم ہونیوالی ہے اور مخالفین مجرموں کی طرح ان کی یا ان کے کسی جانشین کی بارگاہ میں پیش ہوں گے۔ نیز اپنے مریدوں کو اس امر کی تلقین کر رہا تھا کہ ملک کے اندر ایسے حالات پیدا کردو کہ مسلمان مرزائیوں کی طاقتِ شرانگیزی کا لوہا مان جائیں۔ اور احمدیت کا رعب دشمن اس رنگ میں محسوس کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جاسکتی اور مجبور ہوکر ''احمدیت'' کی آغوش میں آگرے۔

تو حالات جن کے پیدا کرنے کا منصوبہ دیر سے باندھا جارہا تھا۔ کراچی میں جلسہ عام منعقد کرنے کا فتنہ کھڑا کرکے پیدا کرنے کی ابتداء کردی گئی ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ مرزا بشیرالدین محمود اور چودھری ظفراللہ خان پاکستان کے اربابِ سیاست واقتدار میں سے اور اس کے فوجی اور ملکی حکام میں سے کس کس کو اس منصوبہ کے ساتھ وابستہ کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ البتہ حالات کی رفتار کہہ رہی ہے کہ مرزائی عنقریب ملک کے اندر درجہ اول کے فتنہ وفساد کی آگ مشتعل کریں گے۔ تاکہ عامۃ المسلمین کی روحوں کو کچل کر اور ان کے سروں کو پھوڑ کر پاکستان کے اندر مرزائیت کے اقتدار کو مستحکم کرلیں، وہ اپنے اس برے ارادے میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو علیم وخبیر ہے۔ البتہ ایک بات یقینی ہے وہ یہ کہ مرزائی لوگ شرارت پر کمربستہ ہیں اور ملک کے اندر طرح طرح کے فتنہ برپا کرکے پاکستان کو اور پاکستان کے مسلمانوں کو نقصانِ عظیم پہنچا کر رہیں گے۔

مسلمانوں کو ابھی سے حفظِ ماتقدم کی تدابیر سوچ لینی چاہئیں۔ پانی سر سے گذر گیا تو بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ (سہ روزہ آزاد لاہور ۳، جولائی ۱۹۵۲ء)

